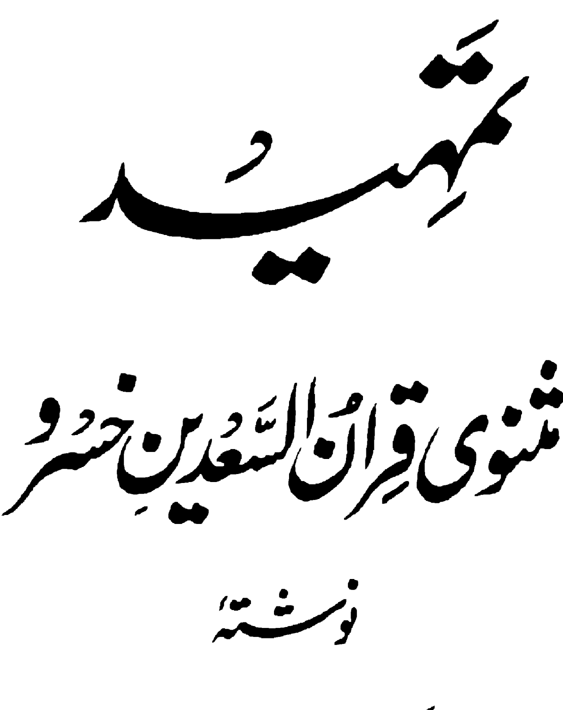


یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب
اجازت اعلیٰحضرت بندگانِ عالی متعالی ہز اگزالٹڈ
ہائنس آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ
نوّاب میر سر عثمان علی خاں بہادر
فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ ملکہ
و سُلطانہ و ادام اقبالہ کے نامِ نامی و اسمِ سامی
کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

مثنوی

قِرانُ السعدین

مختصر فہرستِ مضامین



سیّد حسن برنی بی اے

ایں سخنِ چند کہ بنحو است ست
شاعری نیست ہمہ راست ست

(از مثنوی قران السّعدین)

متن

فہرست مضامین



قران السعدین

مضمون	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اللہ! آج سے چار برس پہلے جب کلیات امیر خسروؒ کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو ملک میں ابھی تک وہ بزرگ موجود تھے جو ماضی کو سمجھتے اور اُسے حال و مستقبل سے روشناس کر سکتے تھے۔ حالی، شبلی اور اسمٰعیل اسی کاروانِ قدیم کے سالارِ راہ تھے۔ لیکن یہ قافلہ مرحلہ پیمائی کر چکا تھا، اور اُن کے نقوشِ قدم بہت جلد اُس منزل تک پہنچنے والے تھے جس سے آگے گم شدگانِ عدم کا سراغ نہیں لگتا۔ اُس زمانے میں مولٰنا حالی پیرانہ سالی سے معذور اور پا بہ رکاب تھے۔ مولٰنا شبلی کا قلم ابھی تک ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا، لیکن سیافِ اجل کمیں لگائے بیٹھا تھا۔ مولٰنا اسمٰعیل بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح آفتابِ لب بام تھے۔ لیکن کمرِ ہمّت چست باندھکر منزلِ مقصود کی رہ پیمائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ گردشِ ارضی کے دو تین دَور وہ اس وادی میں مرحلہ پیما رہے۔ جب کہ منزلِ مقصود کے دُھندلے نشان

مولانا کی زندگی ملک کے سامنے ایک قابلِ قدر نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ ۱۲ر نومبر ۱۸۴۴ء کو میرٹھ کے ایک گاؤں میں جس کا "لاوڑ" نام تھا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں ہی فکرِ معاش دامنگیر ہو گئی۔ سررشتہ تعلیم میں نہایت قلیل تنخواہ پر نوکری اختیار کی۔ لیکن خداداد قابلیت نے اپنے لیے راستہ نکال لیا۔ اواخر ۱۸۹۹ء میں جب اُنھوں نے پنشن لی تو وہ نارمل اسکول آگرہ میں ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے قلم کی بدولت اُنھوں نے دنیا کی ثروت اور عزت حاصل کی۔ اُن کی کتب درسیہ جو اُردو مدارس میں عرصہ تک داخلِ نصاب رہیں، لاکھوں کی تعداد میں نکلیں، اور اب تک رائج ہیں۔ گورنمنٹ نے اُن کے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں "خاں صاحب" کا خطاب دیا جس سے زیادہ مناسب اُن کے لیے "شمس العلما" کا خطاب ہو سکتا تھا۔

وہ تعلیم کے خاص طور پر دلدادہ تھے، اور "قلمے، قدمے، درمے" ہر طرح اپنی زندگی علم اور اشاعتِ تعلیم کے لیے وقف کر دی تھی۔ اُن کی یہ تعلیمی خدمت بھی خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانانِ میرٹھ میں (جہاں اُنھوں نے سکونت اختیار کر لی تھی) تعلیمِ نسواں نے اُنھیں کی مساعیِ جمیلہ سے ترقی حاصل کی۔ ۱۹۱۰ء میں اُن کی تحریک سے مدارسِ نسواں کا افتتاح ہوا، جن کی نگرانی اُنھوں نے اپنے ذمے لی، اور اخیر تک نہایت تندہی سے اُسے انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر قسم کی مُفیدِ عام تحریکوں میں حصّہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

وابستگانِ سلسلۂ خسروی پر اُن کا بہت بڑا احسان ہے، اور اُن کی خدمات

دکھائی دینے لگے تھے اور اُمید کی شعاعیں کوشش کے راستہ کو منوّر کر رہی تھیں،
یکایک داعیِ اجل نمودار ہوا، اور مولٰنا لبیک کہکر اپنے ساتھیوں سے، جو کسی قدر
پہلے روانہ ہو چکے تھے، جا ملے ؎

مجلسِ یاراں پریشاں شد زبادِ تندِ دہر ✤ برگ ریزی گوئی اندر گلستاں آمدہ

سلسلۂ خسروی میں "حیات" کا قرعہ مولٰنا کے نام ڈالا گیا تھا، بعد میں مثنوی
قران السّعدین بھی اُن کے سپرد ہوئی۔ اُن کی عمر کے آخری ڈھائی برس اسی علمی مشغلہ
میں گذرے۔ اِس مدّت میں قران السّعدین پر مکمّل تنقید لکھی، حیاتِ خسروی کے لیے
بہت سامواد جمع کیا اور سوانح عمری کے چند اجزا ترتیب دے لیے جن میں معز الدین
کیقباد کے اخیر عہد (۶۸۹ھ) تک خسرو کے حالات درج ہیں۔ افسوس قضا نے
اتنی مہلت نہ دی کہ یہ عظیم الشان علمی منصوبہ مولٰنا کے ہاتھوں سر انجام پا جاتا۔
یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو سہ پہر کے وقت پچھتر برس کی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد
اُن کا انتقال ہو گیا۔

مولٰنا اسمٰعیل ہمارے لٹریچر کے اُن معدودے چند مرتبوں میں سے ہیں جن کا
نام شہرتِ عام حاصل کر چکا ہی، اور کسی تعارف کا محتاج نہیں ہی۔ وہ نثر و نظم دونوں میں
ملک کے چند بہترین اہلِ قلم میں شمار ہوتے تھے۔ بچّوں کے لیے اُن کا تصنیف کیا
ہوا درسیات کا سلسلہ آج تک بے مثل مانا جاتا ہی، اور اُن کی اخلاقی اور نیچرل نظمیں
قبولیتِ عامّہ حاصل کر چکی ہیں، اور گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں۔

خاص تعریف کی - مرثیہ کا ایک بیت بہت پسند تھا جسے کئی کئی دفعہ پڑھکر سنایا ؎

"کشتگاں افتادہ در اطرافِ آں صحرای سبز   ہمچو صورتہا کہ در دیباے اخضر بافتند"

ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ "امیر کے کلام میں صنایع بدایع بہت ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان تکلفات سے دوسروں کی شاعری پر بُرا اثر پڑجاتا ہے، لیکن خسرو کے یہاں اکثر اسقدر بے تکلف اور بامزہ ہیں کہ اُن کی وجہ سے لطفِ شاعری بڑھ جاتا ہے"۔ مثال کے طور پر قران السّعدین سے یہ شعر پڑھا اور کئی دفعہ دُہرایا ؎

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر   تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر   (صفحہ ۸۴)

قران السّعدین کی تنقید جو مثنوی مذکور کے ساتھ اس وقت ناظرین کی خدمت میں پیش ہے مولانا اسمٰعیل مرحوم کی اخیر مکمّل تصنیف ہے۔ اِس کے لکھنے میں مولانا نے پوری جانکاہی سے کام لیا ہے۔ اُن کی تحریریں سلیس اور خالص اُردو کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔ زبان شستہ اور خیالات سُلجھے ہوے ہوتے ہیں۔ طول کلام سے وہ ہمیشہ بچتے ہیں لیکن اختصار کے ساتھ کہنے کے قابل جتنی باتیں ہوتی ہیں وہ سب بیان کردیتے ہیں یہ سب خوبیاں اس تنقید میں موجود ہیں جو ناظرین کے سامنے ہے۔

اس تنقید کے بعد قِران السّعدین پر کسی مزید تبصرہ کی گنجایش نہیں ہے۔ البتہ اِس مثنوی کے متعلق محض ضمناً چند متفرق امور بیان کیے جاتے ہیں جن سے یا تو تنقید کے بعض ضروری نکات کی توضیح و تنقیح مقصود ہے یا اس مثنوی کے بعض تاریخی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مرکوز ہے۔

پورے طور پر اعترافِ خاص اور اظہارِ شکریہ کی مستحق ہیں۔ اُنھوں نے ابتداءً یہ علمی کام، فخرِ ملک و ملت اور رشیدِ اے علم و فن نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر آنریری سکریٹری مدرسۃ العلوم کی فرمایش سے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔ آغازِ کار کے بعد مولنٰا کو اس مشغلہ سے ایسا عشق پیدا ہو گیا تھا کہ اخیر تک وہ اسی میں منہمک رہے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فرمایشی کام (خواہ اُس کی کوئی نوعیت ہو) لوگوں پر بار ہوتا ہے لیکن مولنٰا کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اُن کے شغف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ایّامِ علالت میں بھی وہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ نہ کچھ خسرو کا کام کرتے رہتے تھے۔ سلسلۂ خسروی میں اُنھوں نے اپنا تمام قیمتی وقت بغیر کسی قسم کا معاوضہ قبول کیے صرف کیا، اور جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دُنیا میں بہت کم لوگ ایسا استغنا دکھا سکتے ہیں تو مولنٰا کا ایثار خاص طور پر ہمارے دل میں اُن کی وقعت پیدا کر دیتا ہے۔

راقمِ آثم کو کئی دفعہ "خسرو" کے سلسلہ میں مولنٰا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُن سے ملکر سچی روحانی خوشی ہوتی تھی، اور اُن کے بزرگانہ اخلاق اور علم و فضل کا دل پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ خسروؒ کے ساتھ تعلقِ خاطر بہت بڑھ گیا تھا۔ خسروؒ کا کلام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سناتے تھے۔ ایک مرتبہ فرماتے تھے "خسرو عجیب و غریب شخص تھے۔ سچ یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم اُنھیں اتنا بڑا نہ جانتے تھے، لیکن اب جو تفصیل کے ساتھ اُن کے کلام کو دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کیا تھے"۔ ایک دفعہ وسط الحیٰوۃ سے "خان شہید" کے مرثیہ کے کچھ بند سُنائے اور اس بے مثل ترجیع بند کی

فی الحقیقت محض اُس قسم کا اتباع ہی جو متقدمین کے مقابلہ میں متاخرین پر تاریخی حیثیت سے ہمیشہ عاید کیا جاتا ہی۔

اِس بحث کو زیادہ پھیلانے کا موقع نہیں ہی۔ قران السّعدین (جو بڑی مثنویوں میں سب سے پہلی طبعزاد مثنوی ہی اور جو خمسے سے دس بارہ برس پہلے لکھی گئی تھی) اس وقت ہمارے سامنے موجود ہی۔ یہ مثنوی فارسی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور اپنے رنگ میں بالکل انوکھی کتاب ہی۔ اس مثنوی کے لیے خسرو کے سامنے کوئی نمونہ موجود نہ تھا، اور ہمارے علم میں خسرو کے بعد اس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ اگر لکھا گیا ہو تو وہ ایسا ہی جسے کوئی نہیں جانتا۔

ع۵ منیر نے ایک چھوٹی سی مثنوی "در صفت بنگالہ" لکھی ہی جس میں وصف نگاری کا التزام کیا ہی جو بلا شبہ خسرو کا اتباع ہی۔ لیکن یہ مثنوی قران السعدین کے جواب میں نہیں لکھی گئی ہی، اور نہ بجز وصف نگاری کے خسرو کی مثنوی کے ساتھ اس میں کوئی مشابہت پائی جاتی ہی۔ مثلاً کشتی کی تعریف میں منیر نے بھی چند اشعار لکھے ہیں جو بغرض دلچسپی ناظرین درج ذیل کیے جاتے ہیں:

ز کشتی بل کمانِ دل نشینے + بہر گوشہ در و چلہ گزینے + ندانم تیر او چوں می کند کار + کہ نے پیکانش کس دیدہ نہ سوفار
کمانش گفتم و الحق ہمانست + سیہ ملّاح او زاغِ کمانست + اگر سہراب باشد در بہیمن + نیارد ایں کماں تنہا کشیدن
نہ آنست ایں کماں تنہا ایں کماں بہ + ولی ہرگز نہ شد شایستہ زہ + گر اندیشہ امن و امان ست + کہ طوفاں چاشنیِ ایں کمان ست
بود چنگے کنارِ آب جایش + ز فیضِ رود ہا سازد نوایش + مگر زیں چنگ رود یا گشتہ خوشحال + کہ کف برکف زند ہر دم چو قوال
ازاں مانند بچنگِ نغمہ پرداز + کہ باشد بادبانش پردہ ساز + شبیہ او ہمہ از چنگ جویند + ولیکن اہلِ ہندش ناؤ گویند
بود پیرِ کہن سالیش زیباست + ز شوقِ آب جانش ناشکیباست + محاسن از قطاش گشتہ پیدا + بر وہم پیر و ہم برناست شیدا
بروں آورد ریشِ دلپسندی + بچندیں گونہ دارد ریش خندی + کند با موج بحر آہنگِ آشوب + تراشد دست و پای خویش از چوب
بیاید تا سراغِ آشنائی + زند ہر دم بدریا دست و پائی + گزرش تا سوی آب اوفتادہ + عنانِ خود بدست باد داده
دماد م علمِ دریا کردہ تکرار + معلم تختۂ او شستہ صد بار + پرستارش برغمِ چرخ پیر + پزد ہر لحظہ سودائے ہریسہ
نمیدانم چہ بیماریش دیدند + کہ آلش از شکم بیروں کشیدند + بود او را سبک رفتاری ایں + رود در رہ با ہزاراں پایہ چوبیں
سبک پا لیست بارِ ادگرانست + ولی پایش بدستِ دیگرانست + ازاں دریا بہ دوسر گردہ آشوب + کہ دریا را گرفتہ در تہ چوب

(۲)

خسرو نے جس قدر مثنویاں لکھی ہیں اُن کی دو جُداگانہ قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں
اوّل وہ مثنویاں جو اتباعاً لکھی گئی ہیں۔ دوم وہ مثنویاں جو طبع زاد ہیں۔ پہلی قسم میں
خمسہ کی پانچوں مثنویاں ہیں جن میں خمسۂ نظامی کا تتبع کیا ہے۔ دوسری قسم میں متعدد
چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور قران السّعدین، عشیقہ، نہ سپہر، اور تغلقنامہ داخل ہیں۔

مثنوی نگاری میں خسرو نے جابجا اپنے آپ کو نظامی کا متّبع بتایا ہے۔ اس اتباع
کی دو حیثیتیں ہیں جن میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ایک اتباع وہ ہے جو خمسے میں کیا ہے۔
یعنی نظامی کی پانچوں مثنویوں کے جواب لکھے ہیں۔ دوسرا اتباع اس سے بالکل جُدا
ہے جو محض زمانی حیثیت سے اُن پر عاید ہوتا ہے۔ ارتقائے تمدّن کے دوسرے شعبوں
کی طرح لٹریچر کی تاریخ میں ہر پیچھے آنے والا پہلے آنے والوں کا پیرو ہوتا ہے۔ اس
لحاظ سے مثنوی میں خسرو نظامی کے ایسے ہی تبع ہیں جیسے نظامی فردوسی کے یا فردوسی
دقیقی کے متبع تھے۔ اس اتباع سے خسرو کی "شخصیّت" پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثنوی
نگاری میں اُن کی ذاتی خصوصیات کافی طور پر نمایاں ہیں اور غور کرنے سے صاف نظر
آجاتی ہیں اور اُن کی شاعری کو نظامی (یا کسی دوسرے مثنوی نگار) سے اسی طرح بیّن
طور پر متمائز کر دیتی ہیں جس طرح نظامی کی خصوصیات اُن کی شاعری کو فردوسی یا سعدی
سے جُدا کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات خسرو کی طبع زاد مثنویوں میں بدرجہ غایت غالب
ہیں۔ اسی وجہ سے طبع زاد مثنویوں کے متعلق یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہاں پر ان کا اتباع

سلطان محمد (سلطان شہید) کے غزوات درج ہیں۔ غرۃ الکمال میں جلال الدین خلجی کی فتوحات کی تاریخ ہے۔

چھوٹی مثنویوں کو بھی اگر شمار کیا جائے تو عہد بلبنی سے لے کر خاندانِ تغلق کے آغاز تک تقریباً پچاس برس کی ہندوستان کی مسلسل تاریخ امیر خسرو کی مثنویوں سے مرتب ہو سکتی ہے جو سند اور اعتبار کے لحاظ سے اس عہد کے متعلق قطعاً بے مثل ہے۔ یہ مثنویاں اُنھیں ایام میں تصنیف ہوئی ہیں جب کہ وہ واقعات پیش آئے جو ان مثنویوں میں درج ہیں، اور بیشتر واقعات خود خسرو کی چشم دید ہیں، جن کے دربارِ دہلی سے ذاتی اور خاندانی تعلقات ابتدا ہی سے اسقدر گہرے تھے۔

قران السعدین میں جو واقعات درج ہیں وہ تمام تر خسرو کے چشم دید ہیں۔ جس وقت کیقباد کا لشکر دہلی سے چلا ہے خسرو بھی اُس کے ہمراہ تھے اور باپ اور بیٹے کی ملاقات کے وقت بھی وہ موجود تھے۔

مولانا اسمٰعیل صاحب مرحوم نے بدایونی کی طرح خسرو کے ایک قصیدے سے کیقباد اور ناصر الدین کی ملاقات کے وقت خسرو کی موجودگی کا قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس بالکل صحیح ہے، اور اس کے متعلق خسرو کے دوسرے بیانات صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ دیوان غرۃ الکمال میں اپنے بھائی تاج الدین کے نام ایک خط ہے جس میں اُنھوں نے لشکرِ شاہی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہونے اور اپنے اَوَدھ پہنچنے کے مفصّل حالات بیان کیے ہیں۔ اعجازِ خسروی میں ایک اور خط ہے جس میں کیقباد اور ناصر الدین محمود کی

ہم یہاں مختصر طور پر خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں قران السعدین پر بالتخصیص نظر ڈالینگے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان خصوصیات میں سے بعض جُدا جُدا دوسرے شاعروں کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا اجتماع جس طرح خسرو کے یہاں ہوا ہے دوسری جگہ نہیں ہے۔

سب سے پہلی خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہے کہ تقریباً تمام تاریخی مثنویاں ہیں۔ ان مثنویوں کی بنیاد واقعات پر ہے۔ محض شاعرانہ خیال آفرینی پر نہیں ہے۔ عشیقہ حُسن و عشق کی ایک سچی اور دردناک داستان ہے جس میں عہد علائی اور ما بعد کے مُستند تاریخی حالات درج ہیں۔ نُہ سپہر میں علاءالدین کے رنگیلے جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تخت نشینی کی بعد کے مُفصّل واقعات ہیں جو اُس عہد کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملسکتے۔ تغلق نامہ میں خلجیوں کی بربادی اور تغلقوں کی سر برآرائی کی پوری داستان ہے۔ وسط الحیوٰۃ میں بلبن کے عہد کی مثنویاں ہیں جن میں طغرل پر فوج کشی اور بلبن کے بڑے بیٹے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷)
بلاسے دو سوئے او سیاہاں
نشستہ چوں دو سوئے چشم مژگاں

قران السعدین میں صفتِ کشتی کے اشعار صفحہ ۱۴۴ تا صفحہ ۱۴۸ کو ان اشعار سے مقابلہ کرکے دیکھو زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ ..... ہندوستان میں کشتی سال کی لکڑی سے بنائی جاتی ہے۔ اس کو خسرو نے کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے ؎ ماہِ نوے کا صلِ وے از سال خاست + گشتہ یکے ماہ بدہ سال راست۔ اس کے مقابل نیر کا شعر ہے ؎ بود پیرِ کہن سالیش زیباست + زشوقِ آب جانش ناشکیباست۔ اس شعر میں مصرعِ اولیٰ اور مصرعۂ ثانی میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا علاوہ ازیں سال کا لفظ بالکل بھرتی معلوم ہوتا ہے وہ لطافت و موزونیت کہاں جو خسرو کے شعر میں اس لفظ سے پیدا ہوگئی ہے جس کے لطف نے جامی کو عرصہ تک سرگرداں رکھا تھا۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

آخر میں دردِ فراق کا اظہار اور عزیز دوستوں اور دارالسلطنت کی یاد ہے۔

لیک از غمِ دوریت چنانم | کز تن بلب آمدست جانم

شبہا من دل بغم نوازی | با یاد تو در خیال بازی

دل سوختہ چون چراغ گشتہ | صد جا بے درونہ داغ گشتہ

دردے و ہزار آہِ جان سوز | آہے و ہزار تیرِ دل دوز

دل رفتہ و تن بخاک ماندہ | جاں بر شرفِ ہلاک ماندہ

با آں کہ ازیں ولایت خوش | یارے دو سہ اند نغز و دلکش

از حالتِ من در آرزویت | عاشق شدہ ہمچو من برویت

با من ہمہ انست شب و روز | دل سوختہ را قناعت آموز

نے قاصدِ تو رسد بسویم | نے باد رساند از تو بویم

کو آں بوفا بہم نشستن | دل در طرب و نشاط بستن

گہ دادنِ درِ نظم چوں نوش | از درجِ دہن بحلقۂ گوش

گاہے بہ بدیہۂ دل آویز | سفتن گہرے بخامۂ تیز

گاہے غزلے جواب گفتن | گاہے سخنِ شراب گفتن

گہ جام نشاط نوش کردن | گہ زمزمۂ تر گوش کردن

گہ گردن گشت سوے بستان | گاہے بطوافِ حوضِ سلطان

ہر شب منم و دلے و دردے | غم را بدو چشم آب خوردے

ملاقات اور اس موقع کے متعلق اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں۔ چونکہ ان دونوں خطوں کا قران السعدین سے براہِ راست تعلّق ہے اور بعض جزئیات پر ان سے روشنی پڑتی ہے اس لیے ان دونوں خطوں سے ضروری مقامات نقل کیے جاتے ہیں۔

تاج الدین زاہد کے نام

(از غرۃ الکمال)

خسرو نہ کہ بندۂ کمینہ — خوانند ز من خراب سینہ

چوں قطرۂ اشک روئے بر خاک — می گوید و می نہد شغبناک

محروم شدم چو سایہ از نور — کانروز کہ گشتم از تربت دُور ق

خونابہ ز دیدگاں کشادم — بر عزمِ سفر عناں کشادم

در گریہ ہمی شدم بہر کوچ — با لشکرِ شاہ کوچ بر کوچ

آمد باودھ سپاہِ منصور — تا بعد دو ماہ از رہِ دور

واقطاعِ اودھ بخانِ ما داد — سلطاں نظرے بلطف بکشاد

شد دہر ابد نوالہ جان — شد شہر اَوَدھ حوالہ خاں

اُفتاد سکونتم ضروری — با آں کہ نداشتم صبوری

اس کے بعد شہر اَوَدھ کی تعریف اور ملک امتیاز الدین علی بن ایبک (حاتم خاں) کی توجہات کا ذکر ہے۔

از چشمِ کرم بکارِ خسرو — ہر دم نظرے تربیت نو

چوں رنگ پذیر شد مقالت　　صنعت بود آں نہ حسب حالت
یک بیت زگفتۂ نظامی　　تضمیں کنم اندریں تمامی
کارایش کردنی زحد بیش　　رخسارۂ قصہ راکند ریش

یہ خط سہ شنبہ ۱۶ رجب ۶۸۶ھ کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر شاہی دو مہینے کے سفر کے بعد اَوَدھ پہنچا۔ جس وقت بادشاہ اپنے باپ سے مل کر دہلی کو واپس ہوا ہے، برسات کا موسم تھا، اَوَدھ پہنچنے پر اغلباً اپنے بھائی کے نام ان کا یہ پہلا خط ہے۔ خسرو محبّت و الفت کا مجسّمہ تھے قدرت نے انھیں درد و سوز کی غیر معمولی مقدار عطا فرمائی تھی۔ عزیز دل اور وطن کی محبت نے انھیں زیادہ دن اَوَدھ میں نہیں رہنے دیا اور اس خط کے لکھنے سے تین چار مہینے بعد ہی وہ اَوَدھ سے روانہ ہو کر ذو القعدہ ۶۸۶ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بنام "خداوند و برادرم..... نجم الملۃ والدین"

(از اعجازِ خسروی رسالۂ خامس)

دوستدارِ یگانہ خسرو سلطانی........ برآں رائے انور........
مصوّر می گرداند کہ.... خداوند ملک ملوک المشرق وقطب ارکان الممالک
اختیار الحق والدین.... علی ایبک سلطانی..... از اوج ارتفاع بچشم سعادت
درکارِ بندہ ناظر ست ولیکن دلِ بندہ کہ از تافتگیِ آفتابِ فراق در ہوائے

شب روز کنم ز آهِ جانسوز — زین گونه بود شبِ مرا روز
یکشب من و دل چراغ درپیش — جانی بهزار داغ درپیش
بودیم بهم بگفت و گویت — محرم نه کسی جز آرزویت
گفتم که ازین اسیر بیداد — یاد آیدت یا نیایدت یاد
تا حال بدانیم که چونم — وز دیده چگونه غرقِ خونم
روشن کندت زبانِ خامه — حالِ من ازین فراق نامه
ماهِ رجب و شبِ سه شنبه — یک هفته حساب رفته برته
تاریخ ز هجرت ار کنم یاد — بر ششصد و هفت بود و هشتاد
غدار شبی ز ابر تاریک — بارنده بقطرهای باریک
عین شبگال وقتِ باران — خیمه زده ابر را سواران.
بگشاده بناله رعد را کام — بُرده دهلِ خروش بر بام
می گفت ترانه ابر سرمست — بود آب برقص و برق می جست
باران بهوا بقطره سازی — قطره بزمین بحاجت بازی
گریه ز من و ز ابر هم یاد — بیرون و درون خانه نم باد
تا وقتِ سحر قلم در انگشت — در تاریکی همی زده مشت
چون نیست تکلفی بدردم — در نامه تکلفی نکردم
صنعت بسخن نکردم آغاز — تا قصه نماند از غرض باز

عرصات می گشتند۔

ناگاه ذاتِ منوّرِ شمس الدین دبیر نوّر اللہ الی یوم الدین چوں آفتاب قیامت بر سرِ ایں ذرّه آمد طلعت الشمس کشمس الطلعه از گرمی آں مہر بر خود بسوختم و خونم از حرارتِ درونی بیروں جوشید۔ از احتراق طاقتِ آں نداشتم که سوئے او توانم دید۔ مع ہذا چشم بجمالش تیز کردم۔ آبِ دیده چشم من بگشت۔

آبِ دو چشم بگرد د چو بنی خورشید خاصه خورشیدے کش خانه بود اندر چشم

دیدم که از عفونتِ ہوائے ہندوستان آں چشم بر آب خود نمانده بود، بلکه آفتاب مرا بدید و از جائے خود برفت۔ بحیله بسیار بجایش آوردم۔ لحتی ذبستکات از دورانِ روزگار در میان آورد که شیوهٔ آبای علوی و امہات سفلی است که ابنائے جنسِ اخوانِ انس را ہموں بنات النعش از ہمدیگر متفرق و متغرب می دارد۔ قدرے از قدرِ اقتدارِ خویش بزبانِ حال لا بلسان المقال بلباسے ہرچه پوشیده تر کشف می کرد که درچه از آنچه بود عالی شده بود، و از برآمد دولتِ خویش الشَّمسُ لا یَخفیٰ فی کلِّ مکان گشته رفعه اللہ فی مشارق الارض و مغاربها۔ ہر یکے از اصحاب را یاد کردے علی العموم می کرد، علی الخصوص آں نجمِ ثاقب را۔

بگریه گفت که آمد بے ستاره بچشم
ستاره که مرا باید آں بچشم نیامد

دوستاں فذرہ ذرہ شدہ است۔ نہ در آسمان ست نے در زمیں۔

..... مقرو، آں ضمیر مستنیر می گرداند کہ اندرا نچہ سلطان مشرق ناصر الدین والدنیا... ازمقام محمود چوں نیر اعظم بر عزم کشور کشائی تیغ زناں راہ قطع کردہ باقطاعِ اَوَدھ در رسید ہلالِ رامیش در آبِ سرو چوں ماہ از برج سرطان رویت نمود...... وازیں جانب سایۂ عنایت پروردگار جہانگیر مشرق و مغرب معز الدنیا والدین کیقباد..... چترِ خورشید تاب ظل الٰہی راہم برلب آب مذکور چوں آفتاب در خانۂ ماہی مستقیم گردانید۔

آں چہ لشکر بود کز خنبید نش | زلزلہ در جا ارکان زگرفت
لرزہ بیرق زبندِ نیزہا | گوئی آتش در نیستان درگرفت
پائے در گِل ماند خیل آسماں | گرد کاندر چرخ گردان درگرفت

روزِ اوّل ایں دو بحرِ زاخر بوجہ توجہ اگرچہ آئینۂ آبِ درمیان بود مواجہہ نمودند۔ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان۔ روزِ دیگر قِران السعدین و اجتماع نیرین گردشِ دوران ارزانی داشتند، و برہان جمع الشمس والقمر بر عالمیان مبرہن و مبین گردانیدند۔ شبہ نیست کہ بواسطۂ مباینت بینہما دیدار قیلمتے افتادہ بود۔ و قیامت ایں بود کہ رویتِ آخرت ہم بلقیہا ولی در حساب آمد۔ مگر یوم النشور بود کہ آں دو آسمان رفعت آیتِ اذا الکواکب انتثرت باقلامِ جاریۂ مژگان بر صفحات وجبات می نگاشتند و جمہورِ خلایق بدیں باعثہ دراں محشر حشر کردہ دراں

چو تره تابشی که در رفعت سر بفلکِ فلک می رسانید، برسید و پرسید تا کشتی را بر لبِ آب برکنار اُمیدِ آشنایان بایستانند- تا مگر آشنہائے بر روئے آب می آید که آشنائی آشنائے گزشته برآب خویش باز آورد- و بیشترے راندنِ کشتی از برائے آں نجم علا بود- چوں زمانے برآمد و بعد از زمانے چوں ستارهٔ مقصود بر نیامد می گفت ؎

چگونه رانم کشتی ستاره پیدا نیست
مگر ستاره نہاں شد ز رابرِ دیدهٔ من

از ہنگامِ طلوعِ آفتاب تا زوالِ نہار بر کرانۂ نہرِ آں مردم دیده را چشم می داشت و از کواکبِ مراد عکسے ہم در آب نمی دید ؎

آرے نتواں ستاره دیدن در روز

بر روئے من بارقه از مہر بارقتِ تمام روشن می کرد و درمعاینۂ ایں سرودِ مغاینه می گفت ؎

من که شمسم ہمه تن مہر شدم از سرِ سوز
ذوقِ آں دست نہاں مانده چو سیارهٔ مہر

بعد از انتظارِ بسیار بنده را وداع کرد و آیت العوخیر یا برخواند- و دیوانِ خاص که نظمش از نثره و شعرے سخن میگوید یادگار بکاتب سپرد، وخود بمقر دولت رسانید، و نادیدنِ آں عزیز را بر تقدیر خدائے علیم حواله کرد-

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۔ بنده باقلبِ تکبیر

آں روز بوقتِ غروب بمقامِ خویش باز گشت۔

روز دیگر بہوائے اثیر الدین محمد حمد آثارہ ازبس کہ اثیر حرقت در باطن

ایں سوختہ ظاہر شدہ بود خویشتن را در آب زدم دگدانہ عزم گذار اکردم

حالے کہ ایں خاکے از آب بگذشت سراسیمہ وار در ہوائے اثیر مُعَلّق بَیْنَ

السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ می رفت تا باثیر رسید۔ چوں باراں محیط آتش طبعیت

گرم ہنگامِ نماز خفتن نبود، بہ تعجب می گفت ؎

ایں تو ئی یا بخواب می بینم

کہ بشب آفتاب می بینم

شبا روزے بدیدار آں عزیز شب را بروز و روز را بشب آورده شد ؎

خجستہ روزے کاید بشب بدی عزیزاں

پس از ہزار شب و سہ ہزار روز جدائی

الغرض روز سوم ہم از بامداد ملک الآفاق شمس الدین عزیمت کشتی کرد و

بندہ خسرو کہ قایم مقام تیر ست در آں کشتی بقامت بندگی راست بایستاد ؎

کرد بر چشم خیالِ یار من کشتی رواں

آفتابے بود کاں بر روے دریا می گذشت

شک نیست کہ آں ذات ہمچوں موج از بحر بالاتر بود، بلکہ از بحر می گذشت د بحر را

کہ خراجِ گذارِ جود او ست از وجود او غیرت بحاصل می آمد۔ فی الحاصل نزدیک

موسم باراں بود وچشمۂ خورشید با سرطان آشنائی در آمدہ و سرطان منقلب آبی گشتہ۔ در عینِ باران و بارانِ عین چوں آبِ سرو بجانب اودھ واں کردہ شدہ

ابری بارد و من می شوم از یار جدا + چوں کنم دل بچنیں وقت ز دلدار جدا

ابر و باران و من و یار ستادہ بوداع + من جدا گریہ کناں ابر جدا یار جدا

باران آیتِ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بہ بانگِ بلند می خواند، و بادو اضح فِیْھَا عَیْنٌ جَارِیَۃٌ بر صحیفۂ آب مسلسل رواں و رواں نقش می کرد و سبزہ بخطِ ترتفسیر لِنُخْرِجَ بِہٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا بر تختۂ خاک ثبت می فرمود، و آب پیرامنِ خطِ مسلسلِ سبزہ جدولِ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ می کشید با چنداں آب و رسوادِ بستاں

ترگشت خطِ سبزہ و لے پاک نہ شد

مردمِ چشم از شرحِ فراقِ دوستاں رشحے متیرا دید و ابر چوں ہوا خواہاں می گریست پائے مرکبم در آبِ چشمہا می لغزید، و برق چوں مسخرگاں می خندید

چگونہ برق نخندد کہ ژالہ سنگ انداز

حبابِ شیشہ گری را کشادہ کردہ دکاں

تقاطرِ قطرات از عبراتِ من عبارتی می نمود، و بارقۂ برق از احتراقِ من حرقتے .....

تا بریں طریق ایں خراب از معمورۂ اودھ آمد تا ایں قصۂ غصہ را بداں جنابِ رفیع رفع کرد فی الغرۃ من شہر رجب المرجب عظم اللہ ترجیبہ سنہ سبع و ثمانین و ستمائتہ۔ انتظارِ قطرہ ازاں و دائرِ دوات آں کہ قلمِ شہاب

و قلبِ بے سکون ازاں میثاق بوثاق آمد.......

تمامت روز دریں تحیّرمی بودم کہ یارب اگر مجلسِ شمسی آں نجمِ علا بچشم

آمدی نوراً علیٰ نور بودے۔

روزِ دیگر بدرِ منیرِ مملکت را از حضیضِ مشرق باوجِ ارتفاع رجعت افتادہ

داہ اعلامِ اعلیٰ برسمتِ دارالملکِ جلال منزل بمنزل بر طریقے سریع السیر

گشت اہ در ہیچ منزل با آں نجم مقابلۂ سعادت میسّر نگشت کہ سوختگیِ شمس و اثیر دیدہ

بر روئے آب آورد ے

سوزے کہ بسینہ دارم آخر روزے

در خدمتِ تو بروئے آب آرد چشم

ہم در اثنای راہ مخدومِ بندہ بمنزلتِ اقطاعِ اودھ شرفِ دست بوسی

یافت بندہ کہ چوں عطارد در شعاعِ آں آفتاب ست نتوانست کہ بجانۂ خویش

راجع شود ضرورت باستقامتِ آں طرف رضا داد۔ ملکِ بے مثال بطلبِ مثالِ

ولایت بر موافقت رکابِ فرقدسائے اعلیٰ منطقۂ جوزا بر میان بست و در ظلِ

ظلیل ہمائے ہمایونِ چترکہ نسرِ طائر سایہ نشینِ اوست، طیراں نمود۔ و بندہ را

کہ بلبلِ حدیقۂ صداقت ست باز گردانید۔ باشارت رائے مختارِ اختیارے از اتصالِ

کوکبۂ اصحابِ لشکر نقلِ ضروری اختیارے افتاد و بہ ظلمتِ ہندوستان کہ اقلیمِ

زحل ست ہبوط کردہ شد۔

شہزادہ سلطان محمد (سلطان شہید) کے دربار سے تعلق ہوگیا اور اس کے ہمراہ پانچ برس تک ملتان رہے۔ شہزادۂ مذکور کی شہادت کے بعد کوئی دو سال گوشہ نشینی میں گذارے اب اس موقع پر جب دہلی اور لکھنوتی کے لشکر اودھ میں ملے تو برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آپس میں بغلگیر ہوئے۔ اس دوران میں شمس الدین دبیر کا تقرب سلطان محمود کے یہاں بہت کچھ بڑھ گیا تھا چنانچہ سلطان محمود نے جس وقت باربک کے پاس (جو لشکر کیقباد کے ہراول کا سپہ سالار تھا) پیغام بھیجا ہی تو شمس الدین دبیر کو اس پر متعیّن کیا تھا۔

قران السعدین میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہی۔

تیغ زنِ مشرق از آنسوی آب تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
جُست رسولے کہ گزارد پیام ہرچہ بگویند بگوید تمام
گر سخن از صلح بود یا نبرد کم نکند ہیچ زنیروے مرد
دید کہ کس نیست زبرنا و پیر در خورِ ایں کار چوں شمس دبیر

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ خسرو کے معاصرین میں شمس دبیر کا مشہور اُدبا اور شعرا میں شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر رخصت کے وقت شمسِ دبیر نے اپنے عزیز دوست کو اپنا دیوان بطور یادگار دیا ہی بدایونی نے منتخب التواریخ میں شمس دبیر کا کچھ کلام نمونۃً درج کیا ہی۔
(دیکھو صفحہ ۲۶۰ منتخب التواریخ مطبوعۂ نولکشور)

دوسری خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہی کہ اُن میں واقعیت

سیر مجاریِ احوال جاری دارد، واخبارِ متواتر را کہ موجبِ علمِ قطعی ست

چوں کتابی کہ از بالا آید فرود فرستد، وا ز درجۂ محبتِ دقیقۂ فرو نگزارد۔ مدارجِ

ارتفاع بعتبۂ علیا مدرّج باد۔ آمین۔

یہ خط قران السعدین کے اصل واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیقباد اور محمود کی ملاقات کے موقع پر مکتوب الیہ کے آنے کی توقع تھی لیکن وہ کسی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکا۔ یہ خط یکم رجب ۶۸۶ھ اور پچھلے خط سے پندرہ روز پہلے کا لکھا ہوا ہے جس میں خسرو نے خاص طور پر اپنے دوستوں شمس الدین دبیر اور قاضی اثیر الدین سے ملاقات کے واقعات بیان کیے ہیں۔

نانا کے مرنے کے بعد جس وقت خسرو کا ملک چھجو کے یہاں تعلق ہوا ہے ان دونوں سے اُسی زمانے میں دوستانہ تعلقات پیدا ہوئے تھے۔ شمس الدین اور اثیر الدین سلطان ناصر الدین (بغرا خاں) کے مصاحب تھے اور اکثر اس کے ہمراہ ملک چھجو کے یہاں جو سلطان مذکور کا چچا زاد بھائی تھا آتے اور شعر و سخن میں خسرو کے حریفِ مجلس بنتے تھے۔ اس کے بعد جب خسرو نے سلطان ناصر الدین کے یہاں ملازمت اختیار کی تو دونوں سے تعلقات اور زیادہ ہو گئے۔ جس وقت مہمِ طغرل کے بعد سلطان بلبن نے بغرا خاں کو لکھنوتی (بنگال) کا حکمراں مقرر کیا تو خسرو اور اثیر الدین اور شمس الدین شاہزادہ مذکور کے ہمراہ تھے۔ وطن اور عزیزوں کی محبت میں خسرو تو دہلی چلے آئے، لیکن اُن کے دونوں دوست شاہزادہ مذکور کے ساتھ لکھنوتی رہ گئے۔ خسرو کا دہلی پہنچنے کے بعد

بلبن کے انتقال اور اپنے بیٹے کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر اور اپنے آپ کو تختِ دہلی کا وارثِ حقیقی سمجھکر ہندوستان پر لشکرکشی کرتا ہی۔ باپ کی لشکرکشی کی خبر سُنکر بیٹا بھی اپنی فوج لیکر دہلی سے بڑھتا ہی۔ شہر اَوَدھ کے قریب سرجو ندی کے کناروں پر دونوں لشکر صف آرا ہوتے ہیں لیکن باہم نامہ و پیام کے بعد صلح ہوجاتی ہی اور باپ بیٹے سے آکر ملتا اور اُسے اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھا دیتا ہی۔ یہ بظاہر کوئی اہم یا مہتم بالشان واقعہ نہیں ہی، لیکن شاعر کی سحرکاری دیکھو، مواد کی کمی اور واقعہ کی قلیل النتاجی کو "وصف نگاری" کے پردے میں اس طرح چھپایا ہی کہ قصّے کی بے مائگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

جس چیز کو خسرو نے "وصف نگاری" کے لفظ سے تعبیر کیا ہی وہ حقیقت میں واقعہ نگاری ہی جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہی۔ انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف یہ دونوں اجزا وصف نگاری کی جان ہیں اور فارسی میں اس مثنوی سے بڑھکر شاید کہیں موجود ہوں۔

جس وقت ناصر الدین کی فوج کشی کی اطلاع دہلی پہنچتی ہی، سردی کا موسم ہی، کیقباد دار السّلطنت سے شکار کے لیے باہر آتا اور فوج کا معائنہ کرتا ہوا قصر کلوکھری پہنچ جاتا ہی اور وہاں جشنِ شاہی مناتا ہی۔ یہ اُس داستان کے ابتدائی واقعات تھے، لیکن یہاں تک پہنچتے ہوئے مثنوی کا پڑھنے والا دار السّلطنت کی سیر کر چکا ہی، اُسے موسم کی پوری کیفیت معلوم ہو چکی ہی، بادشاہ کے جلوس اور شکارگاہ کا نظارہ دیکھ چکا ہی اور رنگیلے بادشاہ کی محفلِ نشاط کا پورا سین اس کی آنکھوں میں پھر گیا ہی۔ وہ جانتا ہی کہ دہلی جمنا کی قریب

کا سررشتہ کمال احتیاط کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے۔ امیر داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شاعری کے ساغر میں حقیقت ہمیشہ عُریاں نظر آتی ہے۔ اس خصوصیت کا خود اُنھیں بھی پورا احساس تھا اور اس کی طرف اُنھوں نے فخر کے طور پر جابجا اشارہ کیا ہے۔

اس خصوصیت کے دو پہلو ہیں اوّل یہ کہ واقعات صحت کے ساتھ بیان کیے جائیں، دوسری یہ کہ بیانِ واقعات میں انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف پر کامل دستگاہ ہو۔ خسرو کی مثنوی نگاری میں یہ دونوں پہلو بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ اُن کی معلوماتِ عامّہ غیر معمولی ہیں اور ان معلومات سے شاعرانہ مصوّری میں پوری طور سے کام لینا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو شاعرانہ سحر کاری کے باوجود اُن کا کلام حقیقت سے متجاوز نہیں ہوتا اور دوسری طرف اُس میں وہ تمام جزئیات موجود ہوتے ہیں جو شاعرانہ مصوّری میں تصویر کشی کے خطوط اور رنگ آمیزی کے قایم مقام ہوتے ہیں۔

پہلی خصوصیت اور دوسری خصوصیت کے اجتماع کی وجہ سے خسرو کی مثنوی نگاری کو "تاریخی نقّاشی" سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہوگا۔

واقعیت کی خوبی ان دونوں لحاظ سے قران السّعدین میں کامل طور پر پائی جاتی ہے۔ کُل قصّے کی کائنات صرف اسقدر ہے کہ بلبن کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیقباد تختِ دہلی پر متمکّن ہوتا ہے۔ کیقباد کا باپ ناصر الدین محمود لکھنوتی میں حکمراں ہے۔ وہ اپنے باپ

ہیں جس کمال کا اظہار کیا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔

تیسری خصوصیت جو خسرو کی شاعری کا مابہ الامتیاز ہے اور جو مثنوی نگاری کی جان ہے وہ نفسیات کا صحیح ادراک ہے۔ جس طرح ایک ڈراما نگار یا ناول نویس کے لیے ضرورت ہے کہ وہ اشخاصِ قصہ کی شخصیتیں قایم کرے، انھیں شروع سے اخیر تک برقرار رکھے، اور حالات و واقعات سے ہر موقع پر ان کی داخلی کیفیات مترشح ہوتی اور اُن کو ایک دوسرے سے متاثر کرتی ہوں، اسی طرح مثنوی نگاری میں جہاں موقع پیش آئے یہ حفظ و تفریق اشخاص لابُد ہے اس کے بغیر مثنوی میں روح پیدا نہیں ہو سکتی فارسی لٹریچر میں بہت کم مثنویاں ہیں جو اس معیار پر پوری اُترتی ہیں۔

خسرو کو تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کے پورا کرنے کے لیے یہ موقع حاصل تھا کہ اشخاصِ قصّہ اُن کے پیشِ نظر تھے اور وہ ان کو نہایت اچھی طرح جانتے تھے، لیکن اس سے اگرچہ یہ فائدہ ہوا کہ انھیں تخیّل کی مدد سے اشخاصِ قصّہ کو پیدا کرنا نہیں پڑا جیسا کہ افسانی میں کرنا پڑتا ہے، لیکن تحفظِ شخصیّت کوئی سہل کام نہیں ہے، اور جب تک ادراکِ نفسانیات کے ساتھ شاعر کی قوتِ مصوّرہ نہایت تیز نہ ہو یہ میدان بے سپر نہیں ہو سکتا۔

دوسری اور تیسری خصوصیت دراصل "واقعیت" کے دو پہلو ہیں، خارجی اور داخلی۔ خارجی حالات کا احساس اور ادراک بہ نسبت نفسِ انسان کے پیچیدہ اور مخفی کیفیات کے بہت زیادہ سہل ہے، لیکن جس طرح کسی شخص کی صورت دیکھ لینا اس کو واقعی طور پر جان لینے کے لیے کافی نہیں ہے، اسی طرح کسی قصّہ یا داستان میں محض باہر کی اور اوپری چیزیں اشخاصِ قصّہ

واقع ہی اُس میں تین حصار ہیں وہاں پر مسجدِ جامع، منارہ، ماذنہ اور حوضِ شمسی دلچسپ مقامات ہیں اور شہر نہایت آباد اور پُر رونق ہی۔ سردی کے زمانے میں جو خاص تبدیلیاں پیش آتی ہیں وہ سب اُس کے سامنے ہیں اور اس طرح کہ وہ گویا موسم کی کیفیت کو محسوس کرنے لگتا ہی۔ لمبی راتیں، چھوٹے دن، برف باری اور آگ کی گرم بازاری گرم اور موٹے کپڑوں کا استعمال، مُنہ سے بھاپ نکلنا وغیرہ یہ سب وہ کیفیات ہیں جنکا خیال آتے ہی جاڑے کا موسم محسوس ہونے لگتا ہی۔ غرض اسی طرح پر ایک ایک واقعہ بیان کیا گیا ہی۔ اس مثنوی کا پڑھنے والا کسی ملک کا رہنے والا کیوں نہو وہ واقعات کے ساتھ حالاتِ ماحول اور مناظر کا پورا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوا جاتا ہی۔ اس واقعہ نگاری کی بدولت اُس عہد کے تمدن کی جزئیات پر ایسی روشنی پڑتی ہی جو دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ دربار، جلوس، مجلسِ شاہی اور فوجی نظام کی گویا چلتی پھرتی تصویریں دکھائی دینے لگتی ہیں۔

مناظرِ فطرت کی مصوری بھی (اگرچہ ایک جُدا گانہ خصوصیت قرار دی جاسکتی ہی) اسی خصوصیت کے (جس سے ہم بحث کر رہے ہیں) تحت میں داخل ہی۔ اس میں خسرو کو امتیاز خاص حاصل ہی اور اس لحاظ سے میرے خیال میں دنیا کے بہت تھوڑے شاعر اُن کے پہلو بہ پہلو ہیں۔ یہ بحث بہت زیادہ تفصیل کی محتاج ہی لیکن یہاں محض اس کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہی۔

مثنوی قران السعدین میں تمام موسموں کی کیفیات اور مختلف اشیا کے اوصاف

جھلک نظر آنے لگتی ہے۔

اس مثنوی میں مرکزی شخصیت کیقباد ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک نوجوان بادشاہ تھا جو تمام تر عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ خسرو نے اگرچہ ایک مورّخ کی طرح عیب جو ئی کے نقطۂ نظر سے یہ نہیں کہا کہ بادشاہ ہوا و ہوس میں گرفتار اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا، لیکن ساری مثنوی عشرت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی اور سراپا مرقعِ عیش بنی ہوئی ہے۔ جیسا کہ مولانا اسمٰعیل نے لکھا ہے "حضرت خسرو کو ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں بلکہ اس کی بزمِ عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔"

حقیقتِ حال یہ ہے کہ خسرو کی تمام تصانیف بالخصوص مثنویوں کو اس عہد کا آئینہ کہا جا سکتا ہے جس میں وہ لکھی گئی ہیں۔ ایک سچے شاعر کا قلب کیفیات دائرہ اور حالات ماحول سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جذبات جلد مشتعل ہوتے اور معرضِ اظہار میں آ جاتے ہیں۔ عہد علائی کی مثنویوں میں اُس عظیم الشان عہد کی ہر جگہ پر جھلک پڑتی ہے۔ اِسی طرح نہ سپہر میں علاءالدین کے عیش پرست جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تفریح صید افگنی اور بزم آرائیوں کا فوٹو سامنے آ جاتا ہے جو خلجیوں کی بربادی کی اِسی طرح پیشینگوئی کرتا ہے جس طرح کیقباد کی عیاشیاں سلاطین غلامان کے خاندان کی تباہی کا پتہ دیتی ہیں۔

اِسی خصوصیت کے تحت میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ غزلیات داخل ہیں

سے حقیقی واقفیت کے لیے کافی نہیں۔

قصہ کا پڑھنے والا کتاب ختم کرنے کے بعد قدرتاً یہ خیال کرتا ہے کہ اشخاصِ قصہ کس حد تک اس کے ذہن میں مرتسم ہیں اور وہ اُن کے باطنی حالات، اخلاق و عادات اور رجحانات اور خیالات سے کس حد تک آگاہ ہے۔ مصور اور شاعر میں ایک بڑا فرق ہے کہ اوّل الذکر تمام تر خارجی اور محسوس مناظر سے باطنی کیفیات کی جھلک دکھاتا ہے، برخلاف اس کے شاعر بیشتر داخلی پہلو کو لے کر چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی ہستیاں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

واقعیت کے دونوں پہلو کو ملحوظ رکھنا اور اُن کو کامیابی کے ساتھ شاعرانہ نقاشی میں کام میں لانا چنداں آسان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خسرو شاعری کی اس دشواری سے خوب واقف تھے۔

ایک جگہ قران السّعدین میں لکھتے ہیں۔

این سخن چند کہ بیخو است ست — شاعری نیست کہ ہم راست ست

گرچہ چنیں راست نباید نہفت — "راست بسے ہست کہ نتوانش گفت"

اگرچہ قران السعدین میں اشخاصِ قصہ کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے، کیقباد، محمود اور چند دیگر اشخاص لیکن حفظِ شخصیّات کا اس میں پورا التزام ہے۔ اس کا پورا لطف اس موقع پر آتا ہے جہاں باپ اور بیٹے کے مابین نامہ و پیام ہوتے ہیں اور اس کے بعد صلح ہو کر خلوت میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ یہاں گویا ڈراما کی (جس میں شخصیت کا کامل التزام ہوتا ہے)

باپ بیٹے میں صُلح ہو کر ملاقات کی سلسلہ جنبانی ہوتی ہے۔

بباغ سایۂ بیدست و آب در سایہ
از یں سپس من و جانان و خواب در سایہ
(صفحہ ۱۳۶)

باپ بیٹے میں ملاقات ہوتی ہے۔

خرّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد
آرزومندِ نگارے بہ نگارے برسد
(صفحہ ۱۵۲)

وقتِ وداع ہے باپ اور بیٹا جُدا ہوتے ہیں۔

آرامِ جانم می رود۔ دل را صبوری چوں بود الخ (صفحہ ۲۱۰)

مفارقت کے بعد کی بیقراری اور یاد۔

سخت دشوارست تنہا ماندن از دلدارِ خویش
با کہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوارِ خویش
(صفحہ ۲۱۶)

بادشاہ عازمِ دارالسّلطنت ہوتا ہے۔

باز ابرِ تیرہ از ہر سوے سر بر می کند الخ (صفحہ ۲۲۰)

بادشاہ دارالسلطنت پہونچتا ہے۔

عمر نو گشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد الخ (صفحہ ۲۳۴)

کتاب ختم ہوگئی بادشاہ کی خدمت میں شرفِ قبول کی درخواست ہے۔

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد (صفحہ ۲۵۵)

جو قران السّعدین میں مختلف مقامات پر تضمین کی گئی ہیں۔ ان غزلوں کی خاص خوبی یہ ہو کہ سب حسبِ حال ہیں۔ جس داستان کے بعد آتی ہیں داخلی حیثیت سے پچھلے واقعات کا اعادہ کرتی اور اگلی داستان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مثلاً موسمِ سرما ہی کیقباد لشکر کی تیاری کا حکم دیتا ہی:۔

شد ہوا سرد کنوں آتش و خرگاہ کجاست (صفحہ ۴۷)

مقطع میں آگی داستان "جنبشِ شاہ ز دہلی زپے کینِ پدر" کی طرف ایک لطیف اشارہ ہی، جس کا مصرعۂ اولیٰ ساری داستان کا خلاصہ ہی ؎

عزمِ حج دار د خسرو نبرِ تو بہ عشق
توشہ اینک غمِ دل، بارگہِ شاہ کجاست (صفحہ ۴۸)

بادشاہ دار السّلطنت سے روانہ ہو کر عازمِ شہر ہوا ہی۔

"سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد" (صفحہ ۵۷)

موسمِ بہار آتا ہی بادشاہ گل و بلبل کے ساتھ دادِ طرب گستری دیتا ہی ؎

(۱) آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش الخ (صفحہ ۶۲)

(۲) گل امروز آخریں شب مست خاست الخ (صفحہ ۸۶)

(۳) دوش ناگہ بنِ دل شدہ آں مہ برسید الخ (صفحہ ۹۰)

لشکرِ شاہی فتحمند واپس آتا اور مغل قیدی پامال ہوتے ہیں۔

تیغ برگیر تا زِ سر برھم
تیر بکشائے کز نظر برھم (صفحہ ۹۹)

تخیّل، واقعیت، سوز رقّت اور رقص پایا جاتا ہی وہ ہمیں کہیں نہیں ملتا۔ قران السعدین کی غزلیات وسط الحیوٰۃ کے اخیر زمانہ اور غرۃ الکمال کے ابتدائی ایام سے تعلق رکھتی ہیں یہ اُن کے انبساط اور جوش کا زمانہ ہی قران السّعدین کی غزلیات کے متعلق خود خسرو نے کیسی سچی تعریف کی ہی۔

ہر غزلے دشنۂ عشاق کُش (صفحہ ۲۳۶)

جیسا کہ مولنا اسمعیل نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہی یہ غزلیں حالیہ ہیں۔ علاوہ ازیں مثنوی کی بحر ظاہر ہی کہ شروع سے اخیر تک ایک ہی۔ بیچ میں مختلف بحروں کی غزلیات شامل ہو جانے سے ایک خاص قسم کا تنوع پیدا ہو گیا ہی، جس سے "تازہ بتازہ نو بنو" کی لذت حاصل ہوتی ہی۔

خسرو کی مثنوی نگاری کی چوتھی خصوصیت جدّت اختراع اور طرفہ آفرینی ہی اُن کی طبیعت کا سب سے زیادہ میلان ایجاد کی طرف تھا۔ ہر صنف میں اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ اُنھوں نے خود بیان کیا ہی اُن کی نثر تمام تر اُن کی جدت آفرینی کا نتیجہ ہی[۱]۔ رباعیات و قطعات میں وہ کسی کے مقلد نہیں[۲]۔ قصائد، مثنوی اور غزل میں وہ اپنے آپ کو دوسروں کا پیرو بتاتے ہیں، لیکن اس تقلید میں بھی اُنھوں نے اپنی حرّیتِ ذہنی اور اختراعات کے لیے پورا میدان پیدا کر لیا ہی۔ صنایع اور بدایع میں اُن کی جدّت پسند طبیعت نے ایجادات کے انبار لگا دیئے ہیں[۳]۔

[۱] دیکھو اعجازِ خسروی [۲] دیکھو دیباچہ غرۃ الکمال [۳] دیکھو اعجاز خسروی دیباچہ تحفۃ الصغر دیباچہ وسط الحیوٰۃ اور دیباچہ غـرۃ الکمال وغیرہ ۱۲

الغرض مُسلسَل تمام داستان کی کیفیات جو واقعات کے لحاظ سے شاعر کے قلب پر وارد ہو سکتی ہیں، ان غزلیات کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں۔ گویا شاعر نے مجرّد جذبات کے لباس میں تمام قصہ ہی کو بیان کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس چیز پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہے وہ صنف غزل ہے۔ حالی نے کیا خوب کہا ہے کہ شاعر کے بیان کا مابہ الامتیاز یہ ہے کہ وہ جذبات میں سرشار دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نوا سنج ہوتا ہے اور اس کا بیان دوسروں کی طرف خطاب نہیں ہوتا، وہ غم و غصہ شوق و مسرت سے بیتاب ہو کر ترنم کرتا ہے۔ جس طرح بلبل اپنے چہچہوں میں خود منہمک اور صحنِ باغ کے بسمل اور وارفتہ سامعین سے بے خبر ہوتی ہے اسی طرح شاعر اپنے جذبات اور واردات قلبی کا اس طرح اظہار کرتا ہے کہ گویا وہ سامعین سے بے نیاز اور بے خبر ہے۔

اِس معیار کو پیشِ نظر رکھو اور قران السّعدین کی غزلیات کو جانچو۔ یہ غزلیات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مناسبِ موقع لکھی گئی ہیں گویا خارجی واقعات کو مجرّد جذبات کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

شاعری کی صنف غزل میں خسرو کو جو امتیازِ خاص اور قبولِ خاطر حاصل ہے محتاجِ بیان نہیں۔ وہ غزلسرائی میں سعدی کے تتبع ہیں لیکن ان کا غزلیات میں ایک خاص رنگ پایا جاتا ہے۔ سعدی کے سامنے رکھنے سے معلوم ہوگا کہ کلام کی سلاست اور شیرینی اور جذبات کی پاکیزگی دونوں کے یہاں موجود ہیں لیکن خسرو کی غزلیات میں جو طرفگی،

نشنوم از خود کندم آفریں (صفحہ ۲۴۲) داں کہ بہ تقلید نشست اندریں

حقیقت یہ ہی کہ یوں تو انسان کی تمام ذہنی قوتیں وہبی ہوتی ہیں اور کوشش سے اُن میں صرف محدود ترقی ہو سکتی ہی، لیکن غالباً قواے دماغی میں سب سے زیادہ غیر اکتسابی وہ قوت ہی جسے "تخیّل" کہتے ہیں اور جو شاعری کے لیے خاص طور پر بمنزلہ رُوح رواں ہی۔ شاعر اسے ماں کے پیٹ سے لیکر آتا اور اُسی طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہی۔ دوسرے لحاظ سے ممکن ہی کہ اس کے کلام میں روز بروز ترقی ہوتی جائے۔ مثلاً اس کے الفاظ زیادہ شستہ اور بندشیں زیادہ چست ہو جائیں لیکن تخیّل کی مقدار تقریباً ہمیشہ معیّن رہتی ہی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بڑے شاعر کے کلام میں عہدِ طفولیت میں پیرانہ پختگی اور عہدِ پیری میں طفلانہ تازگی پائی جاتی ہی۔

خسرو کے کلام پر ایک غائر تاریخی نظر ڈالنے سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہی خوش قسمتی سے اُن کا تمام کلام ہر ہر دَور کا جُدا جُدا محفوظ ہی۔ بڑی مثنویوں میں قران السعدین پہلی مثنوی ہی لیکن چند چھوٹی مثنویاں بھی جو اُنھوں نے اس سے پہلے لکھی تھیں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کی دو ابتدائی مثنویوں سے ایک ہی مضمون کے متعلق انتخابات پیش کر کے قران السعدین سے مقابلہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ابتدا ہی سے خسرو کے تخیّل کی کیا حالت تھی۔

مضمون مغلوں کی ہجو ہے جس میں خسرو نے قران السعدین میں بڑا زورِ قلم دکھایا ہی (دیکھو صفحہ ۹۳-۹۵)، یہ مثنوی اُن کے مربّی سلطان محمّد کی شہادت اور خود امیر کے

مثنوی قران السّعدین میں جو خود جدّت کا نمونہ ہی وہ فرماتے ہیں۔

چند گہم بود بدل این خیال | تازہ کنم ہر صفتے را جمال
بود در اندیشۂ من چند گاہ | کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آلبش دہم | مجمعِ اوصاف خطالبش دہم
طرزِ سخن را روشِ نو دہم | سکّۂ این ملک بجنسر و دہم
نو کنم انداز رسمِ کہن | پس ردیِ پیش روانِ کہن (صفحہ ۲۳۔۲۳۰)

آنچہ ز سرجوشِ دلِ نقشبند | ق | معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موئے بموئیش بہ ہنر سختیم | پختہ و سنجیدہ در و ریختیم
وصف نہ زاں گونہ شد از دل برون | کاں دیگرے را بدل آید کہ چون
ہر صفتے راکہ بر انگیختیم | شعبدۂ تازہ درو ریختیم
نیست زکس لولوے لالاے من | ژرف بہ بین در تہِ دریاے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست | زانِ کسے نیست از آنِ من ست
دزد نیم خانہ بُرِ دیگرے | خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
مایۂ ہر دزد کہ در عالم ست | گرچہ فزون ست بقیمت کم ست (صفحہ ۲۳۸۔۲۳۹)

آن کہ شناسندۂ این گوہرست | گر ہمہ نفریں کندم درخورست

پوستیں پوشیدہ و بے پوست روے
در گریز از غازیانِ دوست روے

گشت سیلے گو ہمہ بر بانگِ نی
ہمچو زناں نوحہ کناں پے بہ پے

نالۂ ناخوش ہمی در داشتہ
مست آوازِ سیلے بر داشتہ

گویاں سخنے بس گرانبانی
لافش نہ بزرگ استخوانی

زیں یلہ گردانِ نافرخندہ پے
جاں یلہ کردہ بآوازِ سیلے

سر تراشیدہ زبہرِ قلم
زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم

بستہ پرِ بوم را بالائے سر
سر تراشیدہ چو بیضیہ زیر سر

از سنگ و سیش خراش خوردہ
ہم از سرِ خود تراش کردہ
مشتے پرِ بوم کردہ در سر
بسیار ز بوم شوم رو تر

رخنہ شدہ طشتِ مس از چشمِ تنگ
دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

چشم شاں در روے ناپیدا شدہ
ہر کہ دیدہ روے شاں شیدا شدہ

چوں شیشۂ چشمِ ازرق و تنگ
در سختی اگر صفت کنم سنگ

دیدہ ہائے در شدہ اندر مغاک
گوئی نشستہ ہست اندر گردہ پاک

از رخ تا رخ شدہ بینی پہن
وز کلہ تا کلہ لب الب دہن

بینی پست و خیش از دی دو دال
ہمچو غوکے بر سرِ آبے رواں

بینی پر رخنہ چو گورِ خراب
ناحوتنہ ے کہ ز طوفانِ آب

مغلوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جانے کے کوئی چار پانچ برس بعد کی ہی۔ اس کے لکھتے وقت اُن کا غم و غصہ جس قدر جوش میں ہوگا ظاہر ہی۔ دوسری مثنوی ۶۸۲ھ یعنی قران السعدین سے کوئی چھ برس پہلے اور حوادثِ مذکورۂ بالا سے ایک سال قبل کی تصنیف ہی۔ تیسری مثنوی سلطان محمدؒ کی ملازمت اختیار کرتے وقت غالباً دوسری مثنوی سے تین چار برس پہلے کی ہی۔

قران السعدین	مثنوی	مثنوی
(۶۸۸ھ)	(۱۱ ر رمضان ۶۸۲ھ)	(جو غالباً سلطان محمدؒ کی ملازمت اختیار کرتے وقت لکھی تھی)
کافرِ تاتار بروں از ہزار	در تگاپو چوں سگِ لقمہ ربا	قومے ہمہ گربہ چشم سگسار
گردہ دگرگونہ باشتر سوار	آفتِ نان و بلاے شوربا	چوں گرگ درندہ آدمی خوار
سخت سرانے بوغا سخت کوش	بہر نانے گر ہمہ باشند سیر	ہمہ بوزنہ وار نا وفا جوے
ہر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش	سرنگوں افتند از بالا بزیر	ہم پوست سگے کشیدہ بررو ے
اصل زسنگ لیک برگ استخواں		چوں سگ ہمہ در دوال مانده
گربہ بخی شدہ بر روے خواں		چوں بوزنہ در جوال مانده
		تا چند رہ سگی سپردن
		یا بوزنہ را انگشت بردن
	دو گلہ بر۔ لیک[1] بر پشت دگل	مشتے دگلاں دوگلہ پوشاں
	گندگی را جاے کردہ دربغل	قربو قربو زناں دجوشاں

[1] یہ لفظ نسخہ منقول عنہ میں مشکوک ہی ۱۲

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد　　رو ترش چوں سرکۂ تماج شوے

ہر ہمہ دندانِ خرد بے خرد　　وز ترش خوئی ہمہ تماج ردے

(صفحہ ۱۶۴-۱۶۵)

موش خوارانِ دندہ موش دار
گشتہ صحرا ئیر زمشتے موش خوار

گندہ دہنان و گندگی دوست　　ہر کہ با ایشاں معاذ اللہ نشست　　مائدہ شاں از خورش زشت قے

خو کی . سگی کشیدہ در پوست　　قے کند در ساعتے از بوی زشت　　واں کہ ببیند تیش آید بہ پے

تینوں جگہ ایک ہی قوم کی ہجو ہے۔ شاعرانہ تخیل نے ایک نفرت انگیز تصویر کے خط و خال ہر جگہ یکساں طور پر کھینچے ہیں۔ جس طرح ایک ظریف مصوّر کسی شخص کی مضحکہ انگیز تصویر بناتے وقت اُس شخص کی مشابہتِ تامّہ قایم رکھتا ہے، اسی طرح ایک باکمال شاعر محبّت و نفرت کے جذبات سے متاثر ہو کر جو تصویر پیش کرتا ہے وہ اصلیت سے متغائر نہیں ہوتی۔ البتہ اس کے وارداتِ قلبی کے لحاظ سے یہ تصویر کبھی دلکش اور کبھی نفرت انگیز ہوتی ہے۔

خسرو نے مغلوں کی تصویر جس طرح کھینچی ہے اس سے شاعر کی انتہائی دلی نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اُن کی جن جن چیزوں کو استہزا کے لیے منتخب کیا ہے وہ واقعی ہیں محض قیاسی نہیں ہیں اور اُن جزئیات کو ملا کر جو اس غرض کے لیے انتخاب کی گئی ہیں ہمارے ذہن میں مُغلوں کی ایک ایسی تصویر پیدا ہو جاتی ہے جو جذبات کا حجاب اُٹھا دینے کے بعد بھی مغلوں کی واقعی ہیئت سے مشابہت تامّہ رکھتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی نیلی آنکھیں، چپٹی ناک، پھیلے نتھنے، چوڑا تمتماتا چہرہ، ڈاڑھی کے دو چار بال

موئے زنخ شدہ برلب فراز
سبلتِ شاں گشتہ بغایت دراز
ریش نہ پیرامنِ چاہِ زنخ
سبزہ کجا بر دمد از روئے تخ
کردزنخ شاں زمحاسن کنار
اہلِ زنخ را بہ محاسن چہ کار
سبلتِ چوں سیخ چو تماج زردے
رشتہ ہمیں نعمتِ شاں در گلوے

ریش نے در روئے شاں حملہ زنخ
آمدہ ہبرِ زدن از کوہ و شخ
کز نہادہ سبلتانِ کندہ را
وام دادہ ریش اہلِ خندہ را

یک مونہ بریش تا بخندند
گوئی کہ یگاں یگاں بکندند
سبلت عیان در ریش کندہ
مخصوص برائے ریش خندہ

زشت تر از زنگ شدہ بوئے شاں
پست تر از پشت شدہ روئے شاں
چہرہ شاں در تہ نم یافتہ
جائے بجا کنجلک و خم یافتہ

چہرہ شاں اسیرِ غوری بہن
ہم بہ پہنائے سپر دورِ دہن

روئے چو آتش کلہ از پشم میش
آتشِ سوزاں شدہ با پشم خویش

روے ہمچوں آتش و سر ہمچو دیگ
ماندہ از مردار خواراں مردہ ریگ

تفسیدہ زخشم ہمچو تابہ
رخِ سرخ چو پشتِ آفتابہ
آتش ز دہانِ سرد چوں آب
سوزان و جہاں چو کرم شبتاب
رد سرخ و حدیثِ زشت در کام
چوں طشت کہ آں بفتد از بام

ادب کے شعبہائے لطیفہ میں مصنف اپنی کتاب کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر خیال کو تولتا اور کتاب کے تمام اجزا میں توازن و تناسب پیدا کرتا ہی۔ کتاب کا حسن اسی تناسب کا نتیجہ ہی اور اسی تناسب میں فرق آجانے سے کتاب کے حسن میں بھی فرق آجاتا ہی۔

مثنوی میں اس حسن کا قایم رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہی۔ شاعری کے جملہ اصناف میں یہی صنف ایسی ہی جس میں ضخیم سے ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ لیکن جسقدر اس کا میدان وسیع ہی اُسی قدر اس کی مرحلہ پیمائی دشوار ہی۔ ہر قسم کے خیالات، جذبات اور واقعات پر قلم اُٹھانا پڑتا ہی اور شاعر کی تمام خصوصیات اور محاسن اس کی تکمیل و آرایش میں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ شاعری کا جو کمال ہومر اور شکسپیر کے یہاں نظر آتا ہی اُس کا عکس ہماری شاعری میں سب سے زیادہ اسی صنف یعنی مثنوی میں ہوسکتا ہی۔ لیکن ذرا غور کرو کہ بے شمار مثنوی نگاروں میں کتنے ہیں جو اس معیار پر پورے اُترتے اور فردوسی و نظامی اور خسرو کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اگرچہ ہمارا یہ کہنا کسی دوسرے کے لیے بُرہان نہیں ہوسکتا کہ خسرو کی طبعزاد مثنویاں تناسب کے معیار پر پوری اُترتی اور ہمارے ذہن میں حُسن کا تصور پیدا کرتی ہیں، لیکن ہمیں یقین ہی کہ مذاقِ سلیم اور وجدانِ صحیح اس کتاب کے پڑھنے والوں کو خود اس نتیجہ کی طرف راہبری کریگا۔ ناظرین اس مثنوی کے پڑھتے وقت ان خیالات کو پیشِ نظر رکھیں اور خود اندازہ کریں کہ شاعر نے مختلف داستانوں کے باہمی ربط اور مختلف اجزا کے باہمی تناسب میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہی۔ جو عمارت اس نے ایک ایک لفظ چُنکر بنائی جو نقش و نگار

ٹھوڑی سے لٹکے ہوئے، لمبی لمبی موچھیں، گھٹا سر، کلہ پشم سر پر رکھی، پرِ بوم بطور کلغی لگائے، دگلہ پہنے، نے بجاتے اور تاتاری زبان میں نعرے لگاتے، غرض یہ ساری باتیں واقعی ہیں البتہ شاعر نے ان سب کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھکر ان کی ریشخند کے لیے خواہ مخواہ ہر ایک کی طبیعت چاہتی ہے۔

سب سے اخیر میں ہم جس خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ "تناسب" ہے فنونِ لطیفہ میں (جس کے اندر شاعری بھی داخل ہے) "حسن" سب سے زیادہ تناسب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس طرح "تاج گنج" یا "الحمرا" کی دلکشی کا اندازہ محض ان کی پیمایشیں دیدینے سے نہیں ہوسکتا بلکہ اُن کے حسن کا تصور نظارے کے ایک مجموعی اثر کا ماحصل ہوتا ہے، اسی طرح کسی کتاب کے تناسب کا خیال کتاب کے مجموعی اثر پر موقوف ہے۔ یہ تناسب ایک طرف الفاظ کی موزونیت سے شروع ہوتا اور دوسری طرف خیالات کی مناسبت اور تمام اجزاے کتاب کی انفرادی اور اجتماعی خارجی اور داخلی موزونیت پر ختم ہوتا ہے۔ مصوّر اور نقّاش تصویر یا نقوش بناتے وقت ایک طرف ہر ہر خط اور ہر ہر جزو کی موزونیت اور دوسری طرف اجزا کی باہمی تناسب کا خیال رکھتا ہے۔ بت تراش مجسّمہ تیار کرتے وقت چوٹی سے ایڑی تک پتھر کے ہر ہر مقام پر نظر رکھتا اور تمام حصص میں توازن و تناسب قایم کرتا ہے۔ معمار عمارت کی ہر ہر اینٹ موزونیت کے ساتھ رکھتا اور تمام عمارات کے حصوں میں ایک مجموعی مناسبت قایم کرتا ہے۔ موسیقی کا ماہر ایک ایک سُر کو تول کر نکالتا اور نغمے کے مختلف اجزا میں پستی و بلندی قایم کرکے ایک مجموعی موزونیت پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح

تابد و فرسنگ بہ پیرامنش   روضۂ باغ و چمن گلشنش
(صفحہ ۳۴)

تا فلک از جون بدو داده آب
دجلہ رواں بہ دبغداد آب (صفحہ ۳۳)

دہلی میں اس زمانہ میں تین حصار تھے، دو پرانے، ایک نیا ؎

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام
وز دو جہاں یک نفسش ده سلام (صفحہ ۲۸)

(۱) حصنِ برونیش ز عالم برون   عالمِ بیرونش بحصن اندرون

(۲) حصنِ درونیش تو گوئی مگر   چرخ بزیرست و حصارش زبر

(۳) گفت حصارِ نو او را سپہر   کاے فلکِ نو بکہن دار مہر

ملک ز دروازۂ او فتح باب   سیزده دروازه و صد فتح باب

ہردم از آں قلعۂ مینو سرشت   قلعۂ فیروزه شده خشت خشت (صفحہ ۲۸-۲۹)

پہلے دو حصاریں ایک جو باہر کی طرف تھا غالباً قدیم دہلی کی شہرپناہ ہے اور حصار اندرونی شہر کا شاہی قلعہ۔ حصارِ نو سے غالباً حصارِ شہرِ نو واقع کیلوکھری مراد ہے۔ کیلوکھری کا محل وقوع دہلی کہنہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر شمال مشرق کی جانب جمنا کے غربی کنارے پر ہے۔ یہیں پر کیقباد نے ایک قصر تعمیر کیا تھا جس کی مفصّل کیفیت قران السّعدین میں بدیں عنوان لکھی ہے ؎

اس نے ایک ایک خیال لیکر کھینچے اور جو راگ اس نے ایک ایک حرف جوڑ کر پیدا کیا ہی اُن سے کہاں تک خسرو فنون لطیفہ کے بڑے اُستادوں کی صف میں جگہ پانے کا مستحق قرار پاتا ہی۔

(۳)

قران السّعدین کے بعض نسخوں پر اس مثنوی کا نام "مثنوی در صفتِ دہلی" لکھا ہوا پایا گیا ہی۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ مثنوی مذکور میں خسرو نے جہاں مختلف اشیاء کے "صفات" لکھے ہیں، وہاں دارالسلطنت اور اُس کی مشہور عمارات وغیرہ کی توصیف بھی کی ہی۔

قران السعدین سے محققینِ آثارِ قدیمہ کو کیقباد کے عہد میں دہلی کے متعلق بعض مستند حالات معلوم ہوسکتے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

دہلی کو اس عہد میں قبۃ الاسلام کے لقب سے نامزد کیا جاتا تھا ؎

"قبۂ اسلام شدہ در جہاں
بستۂ او قبۂ ہفت آسماں" (صفحہ ۲۹)

شہر پہاڑی پر آباد تھا اس کے گِرد دو میل تک باغ تھے اور دریاے جمنا اُس کے قریب آبیاری کرتا تھا ؎

شہر نہ بل بحر عجائب نما | بحر دمے گشت بکوہ آشنا
زاں بدلِ کوہ گرفتہ قرار | تاکند اقلیمِ عدو سنگسار (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شہرِ نو جمنا کے قریب واقع تھا اور قصرِ نو دریا کے عین کنارے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کا عکس دریا میں پڑتا تھا۔ نیچے کا حصّہ اینٹوں سے بنا تھا، جس پر چونہ اور سفیدی ہو رہی تھی۔ اوپر کے حصّہ میں سنگِ سفید لگا تھا اس قصر کے ایک طرف جمنا تھی، اور دوسری طرف باغ تھا، جو بارگاہ سے اسقدر قریب تھا کہ درختوں کی شاخیں بارگہ کے اندر داخل ہوتی تھیں ۔ ع

جائگہِ بار شدہ بارگاہ

اس مصرع میں لفظ بار میں لطیف ایہام ہے۔ معنی مقصود یہ ہے کہ بارگاہ قربِ باغ کے باعث شاخوں کے داخل ہونے کی وجہ سے پھلوں کے رکھنے کی جگہ ہو گئی ہے۔ معنی قریب جن کی طرف پہلی نظر میں ذہن منتقل ہوتا ہے یہ ہیں کہ "بارگاہ" دربار کی جگہ ہے۔ غرۃ الکمال میں بھی قصرِ معزی کی تعریف میں ایک چھوٹی سی مثنوی ہے جس کے چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہیں ؎

زہے فرخندہ قصرِ آسماں سائے	کہ ہست از رفعتش بر آسماں جائے
بروے آب فردوسِ جہاں تاب	کجا فردوس خود باشد بریں آب
بآبِ جون دادہ صنعت دلون	زمیں پوشیدہ ریشش لبِ جون
خیالِ قصر کاندر آب زد تاب	فلک را سرنگوں افگند در آب
نظیرے ایں چنیں قصری محالست	مگر در آب بینی واں خیال ست
زمینش مہ بلندی آسماں گیر	مبارک باد بر شاہِ جہاں گیر

صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب

کہ بود عرصۂ رفرف چو رفِ آں ایواں (صفحہ ۵۴)

ضروری اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

رفت یکلوکھری و داد عون — از مددِ دستِ چو دریایے جون

قصر شد از فرّشِ ارجمند — چوں فلک از منزلتِ خود بلند

قصر نگویم کہ بہشتے فراخ — روفتہ طوبی درِ او را بشاخ

بامِ سفیدش بفلک سودہ سر — کرد بخورشید سفیدیِ ابر

آئینہ گشتہ زگچِ صاف خشت — دید درا و صورتِ خود را بہشت

شکلِ ستونش بمقام ستاد — قصرِ ارم را شدہ ذات العماد

طرفہ عروسے شدہ آراستہ — آئینہ از آب رواں خواستہ

چون کرّ و گشت حبابے عیاں — قصر نمود از تہِ آبِ رواں

ہمچو دو آئینہ مقابل زتاب — آب دروعکس نما او درآب

طاقِ بلندش بفلک گشت جفت — حاصلِ او شد فلک اندر نہفت

کنگرہ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنہائ راز

سنگِ سفیدش کہ شدہ برسپہر — آمدہ از مہر و شدہ ہم بمہر

یک طرفش آب و دگر سوی باغ — باغ و آبے زد و سویش بلاغ

شاخ بہر بارگہ کرد راہ — جائگہ بار شدہ بارگاہ

(صفحہ ۵۴-۵۶)

مترشح ہی۔ "صفتِ قصرِ نو وشہرِ نو اندر لبِ آب" میں اُنھوں نے صرف قصر کی تعریف کی ہی اور اسی کو کیقباد کی طرف منسوب کیا ہی۔ "شہرِ نو" کے متعلق کچھ نہیں لکھا حالانکہ یہ امر بیّن ہی کہ اگر شہرِ نو میں قصر کے علاوہ کوئی حصّہ معزالدین کا تعمیر کیا ہوا ہوتا تو اس کا ذکر وہ ضرور کرتے۔ علاوہ ازیں کیقباد ۶۸۶ھ میں تخت پر بیٹھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اُس کا جلوس اوائل سال میں وقوع میں آیا (اور قرائن کا یہی تقاضا ہی) تو ذوالحجہ ۶۸۶ھ تک جبکہ بادشاہ دار السّلطنت سے روانہ ہو کر کیلوکھری قصرِ معزی کو گیا ہی کسی طرح نیا شہر بسنا قیاس میں نہیں آسکتا۔ اسقدر قلیل مدّت صرف ایک عالی شان محل کی تعمیر کے لیے کافی ہی۔

قصر کی تعمیر کے بعد کیقباد کا اس کو اپنا دار السّلطنت قرار دینے لینا خود ظاہر کرتا ہی کہ شہرِ نو اس کے زمانہ میں اسقدر آباد تھا کہ فوراً دار السّلطنت بنا لینے میں کوئی دقّت نہیں ہوئی چنانچہ جب کیقباد کے بعد جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا تو اس نے اس مقام کو اپنا دار السّلطنت منتخب کر لینے میں کوئی دقت نہیں دیکھی۔ البتہ اس کے زمانے میں اس شہر کو ترقی حاصل ہوئی۔

دہلی کی عمارات اور آثار میں اس زمانے میں تین چیزیں امتیازِ خاص رکھتی تھیں مسجد جامع، منارۂ ماذنہ، اور حوضِ سلطانی۔ خسرو نے اور بھی جہاں کہیں دار السلطنت کی یاد کی ہی انھیں تین چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ شمار کیا ہی[۱]۔

[۱] مثلاً دیکھو مثنوی تحفہ و خط غرۃ الکمال بنام تاج الدین زاہد از آدہ ۱۲

معزالدیں کہ دنیا را بیاراست | زنامش دین و دنیا را بیاراست
شہنشاہ کیقباد آں افسرِ ملک | کہ چوں افسر برآمد بر سرِ ملک
خدا دادت در ایّامِ جوانی | ہمیں ملکے چو ملکِ جاودانی

بعض گزشتہ اور موجودہ مورّخین نے "شہرِ نو" کی تعمیر کو بھی غلطی سے معزالدین کیقباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ "شہرِ نو" اس نام سے کیلوکھری میں پہلے ہی سے آباد تھا۔ چنانچہ جلوسِ ناصری کے پندرھویں برس ۶۵۸ھ میں جس وقت ہلاکو خاں کے سفیر ناصرالدین محمود کے دربار میں پیش ہوئے اُس وقت (بقول صاحب طبقات ناصری جس نے یہ حالات چشم دید بیان کیے ہیں) دو لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار اور اہالیانِ دہلی کی بیس بیس صفیں دو طرفہ "شہرِ نو" واقع کیلوکھری سے لیکر قصرِ شاہی واقع دہلی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سفرا شہرِ نو سے جانب دارالسلطنت روانہ ہوئے۔

"بقدرِ دو لک پیادہ تمام بحضرت آمد، و بقدرِ پنجاہ ہزار سوار آمادہ بر گستوان دبیرق و تعبیہ ساختہ و خلق و عوامِ شہر از معارف و اوساط و ارذال چندان مرد از سوار و پیادہ بیروں رفت کہ از "شہرِ نو" کیلوکھری تا درونِ شہر کہ قصرِ سلطنت بود بہیبتِ صفِ مردُ پشت بہ پُشت چوں باغ فراہم یافتہ کتف بر کتف نہادہ صف در صف ایستادہ ..... چوں رُسُلِ ترکستاں از درِ شہرِ نو" برنشستند الخ"

اِس کا بہترین ثبوت کہ شہرِ نو کی بنیاد کیقباد نے نہیں ڈالی خود خسرو کے بیان سے

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منارہ ماذنہ تھا۔

بعض محققینِ آثار کو (جن کی نظر سے غالباً یہ اشعار نہیں گزرے) اس سے انکار ہے۔ لیکن خسرو کا بیان سندِ قطعی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہہ کی گنجایش نہیں۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں منارۂ مذکور میں بجلی گرنے سے خلل آگیا تھا اور اُس نے اوپر کے حصّہ میں بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کی، لیکن خسرو کے زمانے میں یہ منارہ اصلی حالت میں موجود تھا۔ اور ابن بطوطہ نے بھی ترمیم مذکور سے کچھ ہی دن پہلے محمد تغلق کے عہد میں اس منارہ کو دیکھا تھا۔ خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ منارۂ مذکور کے اوپر چتر (یا قبہ) بنا ہوا تھا جس کا اوپر کا حصہ سونے کا تھا۔ ابن بطوطہ کی اس مینار اور چتر کے متعلق حسبِ ذیل عبارت ہے:

"یہ مینار سُرخ پتّھر کا بنا ہوا ہے۔ حالانکہ مسجد سفید پتّھر کی ہے۔ مینار کے پتّھروں پر نقش کندہ ہیں اور اُن کا اوپر کا چتر خالص مرمر کا ہے اور لٹّو زرِ خالص کے ہیں۔"

خسرو اور ابن بطوطہ کے بیانات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ منارۂ مذکور بحالتِ اصلی محض سُرخ پتھر کا تھا، جس کے اوپر ایک سنگِ مرمر کا چتر تھا اور چتر کے لٹّو اور کلس (غالباً) سونے کے تھے۔ افسوس ہے کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے خسرو نے کہیں اسکے متعلق کنایۃً بھی ذکر نہیں کیا کہ اُس زمانے میں مینار مذکور کے کتنے درجے تھے۔

حوضِ سُلطانی کے متعلق ؎

مسجد جامع کے متعلق حسبِ ذیل اشعار قابلِ غور ہیں ؎

غلغلِ تسبیح بگنبد درون	رفتہ زنہ گنبدِ والا برون
گنبدِ او سلسلہ پیوند راز	سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز
در تہ سقفش زسما تا زمیں	نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسجد مذکورہ میں نو گنبد تھے مسجد کے سامنے جو ایک درون کا سلسلہ تھا وہ مسقف نہ تھا۔

"در تہ سقفش زسما تا زمیں"

ہمیشہ کے لیے محققین آثار کی اس بحث کا خاتمہ کردینے کے لیے کافی ہے کہ مسجد قطب میں ایبک اور التمش کے تعمیر کیے ہوئے در مسقف تھے یا غیر مسقف۔

منارہ کے متعلق ؎

شکلِ منارہ چو ستونے زسنگ	از پے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ
آں کہ زرز بر سرش افسر شدہ است	سنگ ز نزدیکیِ خور زر شدہ است
سنگِ وے از بس کہ بخورشید سود	زد زرِ خورشید عیارے نمود
سنجر سنگیں کہ ستونِ سپہر	آمدہ از مہر و شدہ ہم بمہر
از پے بر رفتنِ ہفت آسماں	کرد زمیں تا بفلک نردباں
گرد سرش کرد موذن چو گشت	قامتش از مسجدِ عیسےٰ گذشت
موذنش آں جا کہ اقامت کشید	قامت موذن نتواند رسید (صفحہ ۳۱)

التمش کا چبوترہ موجود تھا۔

اس مثنوی میں خسرو نے علاوہ دہلی کے خاص اُس کے مضافات وحوالی کا بھی ذکر کیا ہی۔

کیقباد اپنے لشکر کے ساتھ دارالسلطنت سے روانہ ہوکر سیری میں خیمہ زن ہوا

کوکبۂ زیں نمط انجم شمار — رفت بروں با علمِ شہریار

نصب شد اعلامِ مبارک اصول — گرد سراپردہ بسیری نزول

بارگہِ شاہ دراں بوستاں — روئے ظفر داشت بہندوستاں (صفحہ ۱ھ)

بارگہ خاص بسیری رسید — سبزۂ تر بر سرِ سبزی رسید

دائرۂ خیمہ بسیری قطار — ابر فرود آمدہ در مرغزار

بس کہ دراں گلشنِ مینونشاں — شاہ شد از ابرِ کرم دُر فشاں

ہر کہ دریں سبزہ نظر در گرفت — قطرہ طلب کرد و گہر بر گرفت (صفحہ ۵۲)

اِن اشعار سے معلوم ہوتا ہی کہ اس زمانے میں "سیری" سبزہ زار تھا۔ کوئی تیرہ یا چودہ برس بعد علاء الدین نے حملۂ مغل کے وقت دہلی سے نکلکر اسی میدان میں جنگ کی تھی اور فتحمند ہونے پر بطور فالِ نیک اپنے دارالسلطنت کے لیے اس موقع کو انتخاب کیا تھا۔ اس کے جانشین کیقباد نے حصار و عماراتِ سیری کی تکمیل کی۔ اور اس کا نام "دارالخلافہ" رکھا۔ یہ حالات مفصّل طور پر امیر خسرو نے مثنوی نہ سپہر میں لکھی ہیں

حوالی شہر میں تلپٹ، اندپٹ اور افغان پور کا بھی ذکر کیا ہی۔

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ — آبِ گہر صفوت و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در سدِ کوہ آئینۂ زآبِ حیات
شہر گر از وے نبود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش
در تہ آبش ز صفا ریگِ خُرد — کور تواند بدلِ شب شمرد
سیل وے آہنگ بکہسار کرد — کوہ تبر دامنے اقرار کرد
چوں مد و جزر شش ز نشیب و فراز — زآب ز کوہ آمدہ و رفتہ باز
چوترہ و قصر بلندش در آب — گشت ازاں ساغرِ صافی حباب
رود بے زو شدہ تا آب جوں — جوں زپئے آب از دجتہ عون
گرد وے از اہلِ تماشا گروہ — دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ (صفحہ ۳۲-۳۳)

اِن اشعار سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ حوض جس کو سلطان التمش نے ۶۲۷ھ ۱۲۲۹ء میں، تعمیر کیا تھا دو پہاڑوں کے بیچ میں واقع تھا اور اس کی موجیں دامان کوہ سے ٹکراتی تھیں تمام شہر کو میٹھا پانی یہیں سے دستیاب ہوتا تھا۔ دریاے جمنا سے اُس حوض تک بہت سے نالے نکالے گئے تھے۔ پانی ایسا صاف شفاف تھا کہ تہ کی ریگ دکھائی دیتی تھی۔ بیچ حوض میں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر ایک عمارت بھی قایم تھی۔ شہر کے لوگ تفریح طبع کے لیے یہاں آتے اور دامنِ کوہ پر خیمہ زن ہوتے تھے۔

علاء الدین کے زمانہ میں اس حوض کی مرمت ہوئی تھی اور بیچ میں ایک خوشنما گنبد تعمیر کرا دیا گیا تھا۔ قران السعدین کے بیان سے یہ امر ثابت ہوتا ہی کہ اس گنبد سے پہلے

میمنہ بر تلپتہ زد یکسرہ — بود میان اندپتہ میسرہ
پیل گراں سنگ بہ بہاپور بود — قلب چو دریاش درآمد بجود
پیش بہاپور بہ قدرِ سہ میل — سنگ گراں سرشدہ از پای پیل (صفحہ ۵۲)

لشکر شاہی کا سیدھا بازو تلپیٹ میں، اُلٹا اندپٹ میں اور بہاپور میں قلب لشکر تھا۔ اندپٹ وہ موقع ہے جہاں بعد میں فیروز شاہ تغلق نے اپنے دارالسلطنت کا مرکز اور محل شاہی تعمیر کیا تھا۔

تلپیٹ کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ "تلپیٹ دہلی سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ہے"۔ اب بھی اس نام کا ایک پُرانا گاؤں متھرا کی سڑک کے پاس ضلع دہلی میں دہلی سے کوئی تیرہ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس زمانے کی تاریخوں میں اس کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ دہلی سے پورب کو آتے جاتے جمنا کو پار کرتے وقت یہ مقام ملتا ہے۔

بہاپور: اس کا محل وقوع خسرو کے بیان سے اس طرح تحقیق ہوتا ہے کہ وہ اندپٹ اور تلپیٹ کے بیچ میں تھا۔ بدایونی نے دو جگہ اس کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو اُس موقع پر جب کیقباد کے مرنے سے پہلے جلال الدین خلجی نے شمس الدین کیکاؤس کو (جسے اہالی دہلی نے تخت نشین کر دیا تھا) بہارپور میں جہاں جلال الدین خود مقیم تھا نظر بند کر لیا۔ اور دوسرے اس موقع پر جب کیقباد کے قتل ہونے کے بعد بہاپور میں کیکاؤس کو تخت نشین کیا گیا۔

"شہرِ نو" (کلوکھری) روانہ ہو کر بادشاہ نے پہلی منزل حُدودِ تلپیٹ و افغان پور پر

میں کی ہے

کوچ سپہ کردشہ از شہرِ نو	داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دُور	بود حدِ تلپت و افغان پور
یافت سراپردہ در آن جا مقام	دشت در آمد ز سنہا بدام (صفحہ ۸۹)

افغان پور کا محلِ وقوع بدایونی نے تغلق آباد سے تین کوس بیان کیا ہے یہیں پر بنگال سے واپس ہوتے ہوئے محمد تغلق نے اپنے باپ غیاث الدین تغلق کا اُس محل میں استقبال کیا تھا جو غیاث الدین پر گر کر اُس کی موت کا موجب ہوا۔

(دیکھو ابن بطوطہ اور بدایونی)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان پور تغلق آباد سے تین کوس مشرق کی طرف واقع تھا جو جمنا کو عبور کرنے کے بعد تغلق آباد کے راستہ میں پڑتا تھا۔

اِن مضافات کے محلِ وقوع کو سمجھنے کے لیے ہم جداگانہ ایک سرسری خاکہ اُس وقت کی دہلی کا دیتے ہیں۔ (دیکھو نقشہ مقابل صفحہ ہٰذا)

(۴)

قران السعدین کا سلسلۂ تواریخ و شہور و سنین

خسرو نے قران السعدین میں کیقباد کی تخت نشینی کا سال ۶۸۶ھ بیان کیا ہے۔ لیکن خلافِ عادت جلوس کی تاریخ اور مہینہ نہیں دیا۔ دوسری مثنویوں مثلاً نہ سپہر، فتح الفتوح تغلق نامہ وغیرہ میں وہ نہ صرف تاریخ اور دن دیتے ہیں بلکہ ساعت اور زائچہ

نقشہ دہلی قدیم مع مضافات بعہد معزالدین کیقباد (سنہ ۶۸۶–۶۸۹ھ)

(۳) بنابریں باقی مثنوی کے تمام واقعات ذوالقعدہ ۶۸۵ھ اور جلوس کیقباد ۶۸۶ھ کے مابین ہوئے۔

(۴) بادشاہ اخیر ذی الحجہ میں دہلی سے کلوکھری گیا تھا، اور وسط ربیع الاوّل میں لشکر کی روانگی جانب اَوَدھ ہوئی تھی۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالسلطنت سے کیقباد ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں اور لشکر وسط ربیع الاوّل ۶۸۷ھ میں روانہ ہوا۔

(۵) جیسا کہ اُنھوں نے منظوم خط میں بیان کیا ہے دو مہینے کے سفر کے بعد لشکر اَوَدھ پہنچا۔ اس حساب سے لشکر کا پہنچنا وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں ہوا یہی مہینہ قران السعدین کے خاص واقعہ یعنی ملاقات کا سمجھنا چاہیئے۔

قران السعدین میں ملاقات کے طالع و وقت وغیرہ کے بیان میں (دیکھو صفحہ ۱۶۷) حسب ذیل شعر بھی درج ہے۔

تیرہ شبے دمہ گرد دں بخواب

ماہِ زمیں منتظرِ آفتاب (صفحہ ۱۶۸)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اخیر جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں وقوع میں آیا۔

(۶) میں جلوسِ کیقباد کی تاریخ ۶۸۶ھ کے نصف اوّل میں قرار دیتا ہوں اس لیے کہ ذی الحجہ ۶۸۶ھ سے پہلے قصرِ شاہی کلوکھری میں تعمیر ہو چکا تھا اور ناصرالدین محمود بلبن کی وفات اور کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر لکھنوتی (بنگال) سے

تک بیان کر دیتے ہیں۔ مثنوی کے واقعات کے متعلق بجز دو مقامات کے اُنھوں نے کہیں پر سنہ نہیں دیا۔ حالانکہ بعض جگہ مہینوں کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ واقعات کے ساتھ موسموں اور فصلوں کی کیفیت بیان کی ہے۔

سالِ جلوس کے علاوہ جو دوسرا سنہ اُنھوں نے بیان کیا ہے وہ مثنوی کے ختم ہونے کی تاریخ یعنی رمضان ۶۸۶ھ ہے ؎

ساختہ گشت از روشِ خامۂ — از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ

در رمضاں شد بسعادت تمام — یافت قراں نامۂ سعدین نام

آنچہ بتاریخ زہجرت گزشت — بود سنہِ شش صد ہشتاد وہشت (صفحہ ۲۳۰)

دوسرے واقعات کی تاریخ کا سلسلہ اسی تاریخ کے ذریعہ سے اس طرح قائم ہوتا ہے۔

(۱) خسرو نے یہ مثنوی اَوَدھ سے لوٹ کر رمضان ۶۸۶ھ میں چھ مہینے کی محنت کے بعد لکھی۔

(۲) اُن کا دہلی پہنچنا ماہِ ذیقعدہ میں ہوا ؎

ہمچو مہِ عید خوش و شاد وہر
در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر (صفحہ ۲۲۲)

مثنوی کی تصنیف میں جو چھ مہینے صرف ہوئے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے اس مہینے سے ذوالقعدہ ۶۸۵ھ مقصود ہے۔

ایک ماہ کے سفر کے بعد خسروؔ اَوَدھ سے دہلی واپس ہوئے ؎

یک مہِ کامل بہ کشیدم عناں

راہ چنیں بود کشش آں چناں (صفحہ ۲۲۲)

اب اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ جمادی الاولیٰ ۶۸۵ھ ہی میں اَوَدھ پہنچ گئے تھے اور اخیر شوال ۶۸۷ھ میں وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو اُن کے قیام اَوَدھ کی مدت زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے ہوتی ہی۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی صورت حسب ذیل ہی۔

جیسا کہ خسرو نے دیباچہ غرّۃ الکمال میں بیان کیا ہی کیقباد کی تخت نشینی کے وقت اُنھوں نے عزلت نشینی ترک کرکے حاتم خاں خان جہاں کی ملازمت اختیار کرلی تھی۔ ایک اور جگہ لکھا ہی کہ جس وقت کیقباد نے اَوَدھ سے مراجعت کرتے ہوئے خان جہاں کو اقطاع اَوَدھ حوالہ کئے تو خسرو خان جہاں کے ساتھ سابق تعلق کی بنا پر اَوَدھ جانے پر مجبور ہو گئے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ جلوس معزی اوائل ۶۸۶ھ کے وقت سے خان جہاں اَوَدھ میں تھا، تو خسرو کا تقریبًا دو سال تک اَوَدھ رہنا ثابت ہوجاتا ہی۔ اگرچہ یہ امر مسلّم ہی کہ وہ اخیر دفعہ دہلی واپس آنے سے آٹھ مہینے پہلے (ممکن ہی کہ محض چند روز کیلئے) دہلی آئے ہوئے تھے۔

چلکر اَوَدھ پر لشکر کشی کر چکا تھا۔ ان واقعات کے لیے میرے خیال میں کئی مہینے درکار ہیں۔

اِس مثنوی میں خود اپنے متعلق امیر خسرو کا بیان غور طلب ہے وہ لکھتے ہیں کہ وہ دربارِ معزی میں باریاب ہونے سے پیشتر اَوَدھ میں چھ مہینے رہے ؎

باعَلَمِ فتح دراں راہِ دوَر	سایہ فشاں شد بحدِ کنتپور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز	گشت باقطاعِ اَوَدھ سرفراز
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں	کرد کرم زانچہ بُد بیش ازاں
در اَوَدھم بردبہ لطفے چناں	کیست کہ از لطف تباید عناں
غربت از احسانش چنانم گزشت	رکم وطنِ اصل فراموش گشت
در اَوَدھ از بخششِ او تا دو سال	ہیچ غم و نالہ نبود از منال
من نیئے شرمِ خداوندِ خویش	رفتہ زجائے خود و پیوندِ خویش (صفحہ ۲۲۱)

اس بیان سے ظاہرا یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ دو برس تک مسلسل دہلی سے جدا اَوَدھ میں خان جہاں کے ساتھ رہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ جیسا کہ اُس منظوم خط سے جس کے اشعار اوپر نقل کیے جا چکے ہیں معلوم ہوگا وہ ربیع الاوّل ۶۸۷ھ میں لشکرِ شاہی کے ہمراہ دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں دہلی واپس آ گئے تھے۔ لشکرِ شاہی دو مہینے کی مسافت کر بعد وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں اَوَدھ پہنچا اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے

امیر خورد اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ نظام الدین حضرت شیخ فرید الدین کے مرید ہو کر دہلی تشریف لائے ہیں وہ امیر خسرو کے نانا راوت عرض (عماد الملک) کے مکان میں دو برس تک مقیم رہے ہیں (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۸) یہ زمانہ امیر خسرو کی آغاز شاعری کا تھا۔ جو نظم لکھتے تھے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے چنانچہ خسرو نے طرز صفاہانیان پر غزل سرائی شیخ کی فرمایش سے شروع کی تھی (سیر الاولیا صفحہ ۳۰۱)

الغرض یہ گمان تو صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس مثنوی یا اس پہلی مثنویوں میں مدح شیخ کا موجود نہ ہونا عدم تعلقات کا اظہار کرتا ہی لیکن اس فرو گزاشت کی کوئی نہایت قوی وجہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتی یہ ہو سکتا ہی کہ چونکہ خمسہ کا آغاز شیخ کی بشارت روحانی سے ہوا تھا (دیکھو مطلع الانوار خلوت سوم) سب سے پہلے منقبت شیخ کا التزام کرنے کا خیال اُسی وقت سے پیدا ہوا اور چونکہ خسرو کا وفور عقیدت اور رسوخ روز افزوں ترقی کرتا رہا اس لیے یہ التزام اخیر تک قایم رہا۔

(۶)

مثنوی قران السعدین کا ایک شعر تاریخی دلچسپی رکھتا ہی۔ خسرو نے کشتی کی تعریف میں لکھا ہی ؎

ماہِ نوی کاصل وے از سال خاست
گشت یکے ماہ بدہ سال راست (صفحہ ۱۴۵)

(۵)

خسرو کی اکثر مثنویوں میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد سلطان المشایخ حضرت شیخ نظام الدینؒ کی تعریف ہوتی ہے۔ خمسہ کی تمام مثنویوں اور عشیقہ اور نہ سپہر میں یہ التزام ہے۔ تغلق نامے کا ابتدائی حصّہ موجود نہیں ہے۔ اُس میں بھی اغلباً مدح شیخ ہوگی۔ خمسہ سے پہلے کی مثنویوں میں البتہ یہ التزام نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ قرآن السّعدین میں شیخ کی مدح موجود نہیں ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ قران السعدین اور اُس سے پہلی مثنویوں کی تصنیف کے وقت خسرو کے تعلقات شیخ رحمہ اللہ سے پیدا نہیں ہوئے تھے؟

یہ قیاس واقعات کے قطعاً خلاف ہے۔ تحفۃ الصغر میں جو امیر کا پہلا دیوان ہے اور جس میں بیس برس تک کا کلام پایا جاتا ہے، شیخ کی تعریف میں ایک نہایت عمدہ ترکیب بند اور رباعیات اور قطعات موجود ہیں۔ وسط الحیوٰۃ میں بھی مدحِ شیخ میں قصائد وغیرہ ہیں۔

علاوہ اس داخلی سند کے معتبر ترین تاریخی شواہد سے بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ شیخ کے ساتھ امیر خسرو کے تعلقات کی ابتدا عنفوانِ شباب سے ہوئی اس بارے میں سب سے زیادہ قابلِ وثوق بیانات سیر الاولیاء کے مصنف سید محمد مبارک کرمانی (المعروف بہ امیر خورد) کے ہیں جو تقریباً معاصر مورخ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے آباؤ اجداد کے حضرت شیخ اور امیر خسرو کے ساتھ نہایت گہرے مخلصانہ اور معتقدانہ تعلقات تھے۔

ن کو تبدیل کرنے میں حصّہ لیا۔ تاریخ جہاں ایک طرف بڑے آدمی بناتی ہو وہاں دوسری طرف بڑے آدمی تاریخ بناتے ہیں۔

خسرو دونوں لحاظ سے ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ اس دور کے صحیح نمایندہ ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کی تاریخ پر اُن کا گہرا اثر پڑا ہی۔

دنیا کے بڑے آدمی اچھے ستاروں کے اجتماع کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ خسرو نے بھی کسی ایسی ہی گھڑی جنم لیا تھا۔ جس عہد میں پیدا ہوئے اُس کی "ترکیب ثلاثہ" اپنے ساتھ لیے ہوئے آئے اور اُن کی شاعری تمام آبائی قومی اور ملکی اثرات سے مل کر پیدا ہوئی۔ اُن کے باپ خالص ترک تھے، لیکن اُن کی ماں عماد الملک "راوت" کی بیٹی اور نسلاً ہندی تھیں۔ اُن کے باپ کا سایہ صغر سنی ہی میں اُن کے سر سے اُٹھ گیا اور اُنھوں نے اپنی ماں کی گود اور نانا کی سرپرستی میں نشو و نما پائی۔ یہی وجہ ہی کہ اُن کی شاعری سراسر ایسے جذبات اور خیالات سے معمور ہی جنھیں وطن اور گھر کے اثرات کے علاوہ ماں کی جانب سے ورثۂ طبعی قرار دیا جا سکتا ہی۔ اُنکی آبائی زبان ترکی تھی اور قومی اور علمی زبان فارسی جو اُس عہد میں ہندوستان کے مُسلمانوں میں مشترک زبان کے طور پر بولی اور لکھی جاتی تھی۔ لیکن خسروؒ کی مادری زبان ہندوستانی تھی، جسے وہ اسقدر عزیز رکھتے اور وقتاً فوقتاً اپنے شاعرانہ جذبات کے اظہار کا آلہ بناتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کی شاعری بحیثیتِ مجموعی ہندوستان کے اُس دلچسپ دور کا آئینہ ہی جس وقت

کہتے ہیں کہ جس وقت مولنا جامی نے اس شعر کو دیکھا تو انھیں سال اور ماہ کے معنی سمجھنے میں بہت کچھ تردد ہوا۔ بالآخر اُنھوں نے اس شعر کی تفسیر میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور بحث کا خاتمہ اس پر کیا کہ :-

"چیزے خواستہ کہ بزبانِ ہند مخصوص باشد"

نفائس المآثر کا مصنّف کہتا ہی کہ جب سلطان حسین مرزا کے زمانے میں شیخ جمالی دہلوی خراسان گئے تو اُن کی ملاقات مولانا جامی سے بھی ہوئی۔ مولانا نے اس شعر کے معنی شیخ سے دریافت کیے تو شیخ نے کہا کہ "سال" دراصل ایک لکڑی کا نام ہی جس سے ہندوستان میں کشتی بنائی جاتی ہی[1]۔

خسرو نے اور بھی جابجا ہندی الفاظ کا آزادی سے اپنے یہاں استعمال کیا ہی اور اُن سے طرح طرح کے لطایف اور صنایع و بدایع پیدا کیے ہیں بالخصوص اس قسم کے الفاظ سے بکثرت مُفید ایہام نکالے ہیں[2]۔

یہ قصّہ ہمیں خسرو کی شاعری کی ایک اہم اور سبق آموز خصوصیت یاد دلاتا ہی جس کو یہاں مختصر طور پر بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہی۔

دنیا کے بڑے آدمیوں کے حالات کا مُطالعہ کرتے وقت (خواہ وہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں) یہ دیکھا جاتا ہی کہ کہاں تک وہ اپنے حالات ماحول کا ماحصل تھے اور کس حد تک اُنھوں نے بذاتِ خود گرد و پیش کے حالات پر اثر ڈالنے اور

[1] [illegible] قصّہ ہفت آسمان میں لکھا ہی (دیکھو صفحہ ۲)، [2] مثلاً خزائن الفتوح میں ہندی اسمار اور اعلام کو تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے اس قسم کی پُر لطف صنعتوں کا استعمال کیا ہی ۱۲

سمجھ کر "قران السعدین" قرار دیا اسی طرح ملک کا پریشان شیرازہ آپس کی محبت سے یکجا ہو سکتا ہے۔ اُس وقت کے لیے قران السّعدین سے خسرو کی یہ غزل بطور "پیامِ اُمید" سُن رکھنی چاہیئے۔ جن سچے اور پاکیزہ انسانی جذبات کی ان اشعار میں ترجمانی کی گئی ہے اُن کی صحیح قدر اُسی وقت ہو سکتی ہے جب ہم اُن سے اخوت و یگانگت کو مضبوط کرنے اور محبت و رواداری کو ترقی دینے میں مدد لیں، جس کے ساتھ مستقبلِ وطن کی اُمیدیں اُس وابستہ ہیں ؎

خورم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد	آرزو مند نگارے بہ نگارے برسد
دیدہ بر رہ کہ چو گُل بند دو نبو دخبرش	گرچہ در دیدہ زنوکِ مژہ خارے برسد
لذّتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند	جانِ بیکار رسیدہ باز بکارے برسد
گرچہ در دیدہ کشد ہیچ غبارش نبود	ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد
لذّتِ وصل نداند مگر آں سوختہ	کہ پس از دُوریِ بسیار بیارے برسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آں مُرغِ اسیر	کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد

خسروا یارِ تو گرمی نرسد خود می کوش
بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ آرے برسد
(صفحہ ۱۹۲)

سیّد حسن برنی

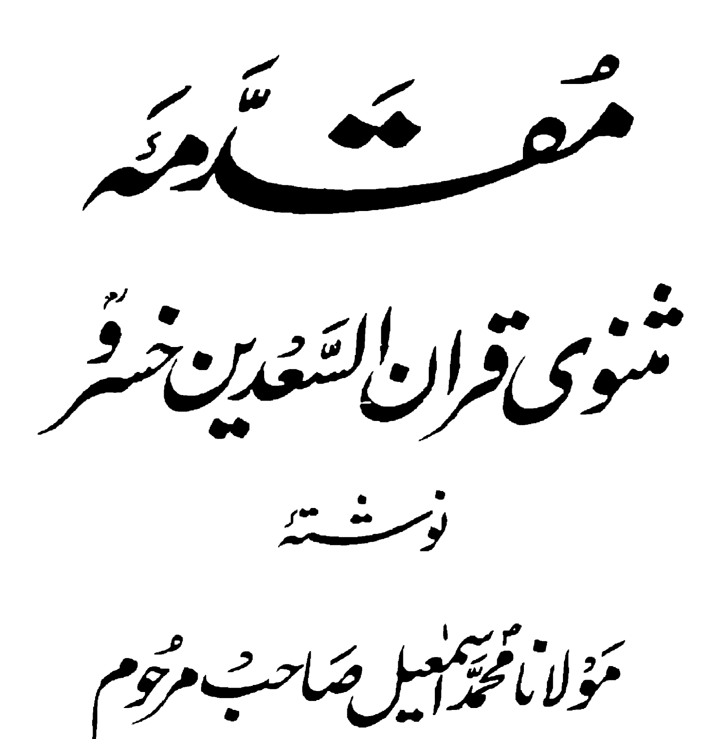
(کاتب سید محمد علی ترمذی)

ملک کے مختلف عناصر میں امتزاج و اختلاط ہو رہا تھا اور اہلِ ملک کے لیے زبان، جذبات، اور خیالات کی آمیزش اور موافقت کی شاہراہ تیار ہو رہی تھی۔

ملک کی اس مشترک تہذیب کی ترقی میں خسرو کا خاص حصّہ ہے۔ وہ وطن کی محبّت کو ایمان سمجھتے تھے اس حق کو انھوں نے خوب ادا کیا ہے اور حب الوطنی کے جذبات کو ہر طرح مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح خیالات اور زبان کی آمیزش سے مشترک زبان کی بنیادیں جمانے اور اتحادِ خیالات پیدا کرنے میں جو حصّہ لیا ہے وہ کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔

جو سوت آج سے سات سو برس پہلے پہیلیاں اور گیت ہو کر پھوٹا تھا وہ آج سمندر ہو گیا ہے اور اس برِ اعظم کی تسخیر کے لیے موجیں مار رہا ہے۔ جو سُریلے راگ مسعود سعد سلمان اور خسرو نے ملکی زبان میں نکالے تھے وہ میر اور غالب، درد اور سودا، انیس اور میر حسن کے چہچہے بن گئے ہیں۔ جو آواز اس ہندوستانی شاعر نے ملک کی حمایت اور محبّت میں بلند کی تھی وہ آج تمام ملک کی صدا ہو گئی ہے اور آوازِ بازگشت کے طور پر حالی اور اقبال کے دلکش نغموں میں سنائی دیتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو تاریخ کے صحیح رجحانات کو پہچانتا اور اُن کی تائید اور ترقی میں ساعی ہو کر بعد کی نسلوں میں اپنا نام ہمیشہ کے لیے نیکی اور محبت کے ساتھ یاد کیے جانے کے واسطے چھوڑ جاتا ہے۔

آؤ اس تمہید کو ختم کرنے سے پہلے مثنوی قران السعدین کے اخلاقی نتیجہ پر غور کریں۔ جس طرح باپ اور بیٹے میں اختلاف کے بعد صلح ہو گئی جسے شاعر نے مبارک



نقطۂ ہر حرف بزیبِ تریں
مردمکِ چشمِ معانی لقیتیں
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع
لیک گزشتہ زسمٰوتِ سبع

(از مثنوی قران السعدین)

فہرست مضامین

مقدمہ

قران السعدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقَدَّمَہ

تقریبِ نظم و وجہ تسمیہ

امیر خسروؒ دہلوی کی مثنویات میں یہ سب سے پہلی مثنوی ہے جس میں سلطان معزالدین کیقباد اور اُس کے باپ کی ملاقات کا قصّہ خود سلطانِ موصوف کے حکم سے ۶۸۸ھ میں امیر صاحب نے نظم کیا۔ اور مضمون کی مناسبت سے اس کا نام قِرانُ السعدین رکھا۔

لفظ قِران کے لُغوی معنی تو اِتّصال یا ملاپ کے ہیں مگر نجوم کی اصطلاح میں آفتاب کے سوا باقی سیّاروں میں سے دو سیّاروں کا ایک جا نظر آنا اُن کا قران کہلاتا ہے اور مشتری و زہرہ کو اہلِ تنجیم سعدِ اکبر و سعدِ اصغر سمجھتے ہیں اس لیے ان دونوں کے قِران کو قِرانُ السّعدین کہتے ہیں۔ تو شاعر نے دو بادشاہوں کی ملاقات کو کہ مُلک و مِلّت کے لیے موجبِ سعادت تھی تشبیہاً قِرانُ السعدین

(۴) سلطان علاء الدین بن مسعود بن رکن الدین فیروز سنہ ۶۴۰ھ

(۵) سلطان ناصر الدین محمود بن التمش سنہ ۶۴۴ھ

سلطان غیاث الدین بلبن

بلبن بندگانِ شمسی میں سے تھا۔ اس نے اپنی قابلیت سے اعلیٰ مناصب پائے۔ اور سلطان شمس الدین کی دامادی[1] کا فخر بھی حاصل تھا۔ اصل و نسب کے لحاظ سے وہ تُرکِ افراسیابی تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود بن التمش کے عہد میں بیس سال تک وزیرِ سلطنت رہا۔ اور اس سلطان کی وفات کے بعد سنہ ۶۶۴ھ میں وہی ملک و سلطنت کا وارث ہوا۔

غیاث الدین کے دو بیٹے تھے:۔

بڑا سلطان محمود خاں المخاطب بہ قاآن ملک یہ ولی عہد سلطنت بھی تھا اور مغول چنگیزی کی یورش روکنے کیلیے اقطاع ملتان و سندھ کی حکمرانی اُس کے سپرد کی گئی تھی۔

چھوٹا بیٹا بغرا خاں تھا جو اقطاع سامانہ[2] و سنام کی حکومت پر متعیّن تھا۔

قِران السعدین کے دو سیّاروں میں سے ایک بغرا خاں ہے۔ لہٰذا اس کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے۔

سلطان ناصر الدین بغرا خاں

عہد بلبنی میں لکھنوتی[3] دار الصّدر بنگال کا حاکم طغرل باغی ہو کر خود مختار بن بیٹھا تو سلطان بلبن ایک

---

[1] سلطان غیاث الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ ماں کی طرف سے سلطان شمس الدین التمش اور قطب الدین ایبک تک پہنچتا ہے ۱۲

[2] فی الحال ریاست پٹیالہ ملک پنجاب کے علاقہ شرح صدر شامل ہیں ۱۲ [3] شرقی بنگال میں ایک شہر تھا جو مدت تک حکام و سلاطین بنگال کا دار السلطنت رہا ... اب اُس کے کھنڈر پُرانی آبادی کی یادگار ہیں ۱۲

سے موسوم کیا۔ پس یہ نام کنایہ ہے اصل قصہ سے۔

کچھ ابتدائی کیفیت امیر صاحب نے معزالدین کی تخت نشینی اور موسم سرما کے عیش و عشرت کا ذکر کرکے قصہ یوں شروع کیا ہے کہ:۔

"یکایک شاہِ شرق کی فوج کشی کا غلغلہ بلند ہوا"

اُس زمانہ میں جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ لیکن آج ساڑھے چھ سو برس کے بعد تاریخ داں کے سوا کس کو معلوم ہے کہ معزالدین اور شاہِ شرق کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ کس خاندان سے تھے؟ لہٰذا کچھ ابتدائی کیفیت بھی یاد رکھنی چاہیئے تاکہ اس قصہ کا سروبُن سمجھ میں آجائے

سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان فتح کرکے دہلی کو دارالملک بنایا۔ اور قطب الدین ایبک کو دلّی میں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان غوری کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک یہاں کا خود مختار سلطان ہوگیا۔ قطب الدین کی وفات کے بعد اُس کا داماد شمس الدین التمش تخت و تاج کا وارث ہوا۔ التمش کی وفات کے بعد اُس کی اولاد میں تیس سال تک سلطنت رہی۔ اور اس قلیل مدت میں پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے:۔

(۱) سلطان رکن الدین فیروز بن التمش ۶۳۳ھ

(۲) سلطان رضیہ بیگم بنت التمش ۶۳۴ھ

(۳) سلطان معزالدین۔ بہرام شاہ بن التمش ۶۳۷ھ

بعد آیا تو دلّی کی دربارداری اور باپ کی خدمت گزاری میں جی نہ لگا۔ ان دنوں سلطان کی حالت بھی علاج معالجہ سے کچھ سنبھل گئی تھی اور تخت کا جلد خالی ہو جانا مشتبہ نظر آتا تھا۔ لہٰذا بغرا خاں ایک روز شکار کے بہانے سے نکلا اور بے اذن شاہی لکھنوتی کی راہ لی۔ شہزادے کی اس کج ادائی اور بے مہری نے اُس پیرِ غم زدہ کے دل پر ایک چرکا لگایا جس کا درد خانِ شہید[۱] کے داغ سے بھی زیادہ پُر الم تھا۔

گو بغرا خاں پر لگا کر بنگال کے شوق میں اُڑا چلا گیا لیکن تقدیر کا فتویٰ لگ چکا ہے کہ وہ عن قریب بنگالہ سے واپس آئیگا اور اسی قسم کے صدمات اُس کو بھی اپنے بیٹے کے سلوک سے اُٹھانے پڑینگے۔

بعد ازیں سلطان بلبن نے شہزادہ کیخسرو کو جو اپنے باپ کی بجائے اقطاع مُلتان کا حاکم بنا دیا گیا تھا دلّی میں طلب کر لیا۔ اور مرنے سے تین روز پہلے اپنے مُعتمد اعیانِ دولت کو خلوت میں بُلا کر وصیّت فرمائی کہ "میرے بعد کیخسرو تخت نشین کیا جائے" اور دوسرے پوتے کیقباد کی نسبت حکم دیا کہ "وہ اپنے باپ بغرا خاں کے پاس لکھنوتی پہنچا دیا جائے"۔

اَب ہم قِران السّعدین کے دوسرے سیّارے کیقباد کے احوال کی تصویر پیش کرتے ہیں:-

---

[۱] لقب ہے شہزادہ سلطان محمد خاں کا جو اُس کی شہادت کے بعد مشہور ہوا ۱۲

بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے جمع کر کے دلّی سے چلا۔ اور سامانہ سے شہزادہ بغرا خاں کو بھی مع اُس کی افواجِ خاصہ کے اس مہم پر اپنے ہمراہ لے گیا۔ طغرل باغی کے قتل اور اُس کے اعوان و انصار کے استیصال کے بعد بلبن نے شہزادہ بغرا خاں کو لوازمِ سلطنت عطا فرما کر ناصر الدین محمود کے لقب سے لکھنوتی کا مستقل سلطان بنا دیا۔ اور تین سال میں اس مہم سے فارغ ہو کر دلّی واپس چلا آیا۔

اس وقت سلطان بلبن کے دونوں بیٹے تو دلّی سے باہر غربی و شرقی حدود میں برسرِ حکومت تھے مگر دو پوتے یعنی کیخسرو فرزند سلطان محمّد خاں اور کیقباد پسر ناصر الدین بغرا خاں سلطان کی زیرِ نظر دلّی میں تعلیم و تربیت پا رہے تھے۔ چند سال کے بعد ۶۸۳ھ کی آخر تاریخ کو یہ حادثۂ عظیم پیش آیا کہ ولی عہد سلطنت سلطان محمّد خاں والیِ ملتان لشکرِ مغل کے مقابلے میں شہید ہو گیا۔ اِس لائق شہزادے کی موت نے بوڑھے باپ کا دِل بٹھا دیا اور صاحب فِراش بنا دیا۔ یہاں تک کہ اُمیدِ زیست منقطع ہونے لگی تو ناچار چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا خاں کو لکھنوتی سے طلب فرمایا کہ اُس کے دیدار سے خان شہید کا غم غلط کرے اور جب سفرِ ناگزیر پیش آئے تو تاج و تخت کا وارث پاس موجود ہو۔ مگر شہزادہ بغرا خاں بنگالہ کی خود مختار حکومت اور وہاں کی حشمت و دولت پر ایسا فریفتہ تھا کہ عرصہ تک باپ کے حکم ٹالتا رہا اور تاکیدِ مزید کے

کا نانا اور غیاث الدین کیقباد کا دادا تھا۔

کیقباد کی عیّاشی بلبن جیسے دین دار سپاہی منش بادشاہ کے زمانہ میں تو کیقباد کی مجال نہ تھی کہ حدِ اعتدال سے قدم باہر رکھتا مگر مکتب سے اُٹھتے ہی ایک زبردست سلطنت زیرِ فرمان پائی تو جذباتِ نفسانی کو قابو میں نہ رکھ سکا عیش و عشرت اور بدمستی و ہوا پرستی میں ایسا مستغرق ہوا کہ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔

اُس کی مجالسِ عیش و طرب کے لیے کیلو کھڑی میں جمنا کے کنارے ایک نیا قصر تعمیر کیا گیا۔ اُس قصر کے گرداگرد شاہد و ساقی، مطرب، نقال لطیفہ گو، مسخرے، بازی گر، دور دست ممالک سے آ آ کر آباد ہو گئے۔ اور شاہی مجالس کو اندرسبھا کا نمونہ بنا دیا۔

کیقباد کی بے اعتدالیوں کا سیلاب اتنا بڑھا کہ جماعتِ ملوک و امرا سے گذر کر طبقاتِ عوام تک سرایت کر گیا۔ اس زمانہ میں دلّی کے در و دیوار نے رندی و بے قیدی کا ایسا تماشا دیکھا جس کا خیال باندھنا بھی سلاطینِ ماضی کے عہد میں دشوار تھا۔ حضرت خسروؒ نے اُس کا اظہار اس غزل میں کیا ہے

غزل

اے دہلی! و لے بتانِ سادہ ‌‌‌‌ ‌ پگ بستہ و ریشہ کج نہادہ[۱]

---

[۱] یہ دوسرا مصرعہ بعض ثقات سے یوں سُنا گیا ہے ع پگ بستہ و کج کلہ نہادہ ۱۲

کیقباد کی تخت نشینی سلطان بلبن کے مرتے ہی اعیان و ملوک نے اُس کی وصیّت کو طاقِ نسیان پر رکھدیا اور اپنی اغراض کے لحاظ سے بادشاہ کا انتخاب کرنے لگے۔ زمرۂ اعیان و ارکان میں ملک الامرا فخرالدین کوتوال شہر نہایت با اثر شخص تھا اور خان شہید سے کدورت رکھتا تھا۔ اس لیے اُس کے بیٹے کیخسرو کی تخت نشینی میں مزاحم ہوا۔ اور اُس کی تندمزاجی سے لوگوں کو ڈرایا اور کیخسرو کو مجبور کیا کہ اپنے اقطاع ملتان و سندھ کی حکومت پر فوراً روانہ ہو جائے اور کیقباد کو کہ ایک حلیم و سلیم شہزادہ ۱۷-۱۸ سال کا ناتجربہ کار نوجوان تھا اس کے سر پر تاجِ سلطنت رکھا گیا اور سلطان معزالدین اُس کا لقب ہوا۔ چنانچہ خسرو فرماتے ہیں:-

برسرِ شاں شاہِ جواں بخت زاد | تاجورِ پاک گہر کیقباد
کرد چو در شش صد و ہشتاد و شش | برسرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش
گنج بر اں گونہ بصحرا فگند | کز کرم آوازہ بدریا فگند

اور کیقباد کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے کہ:-

شمسِ جہانگیر جدِ با فرش | اظہرِ من شمس جدِ دیگرش
ناصرِ حق شاہِ فرشتہ سرشت | خوئے خوشش نسخۂ باغِ بہشت
جدِ سوم شاہ غیاثِ اُمم | حاکمِ فرماں زعرب تا عجم

یعنی شمس الدین التمش کیقباد کے باپ کا نانا اور ناصرالدین محمود بن التمش کیقباد

بادشاہ کی غفلت شعاری نے اُس کے دل میں یہ طمعِ خام پیدا کر دی کہ اِس بدمست نوجوان کا کام تمام کر کے تاج و تخت کا مالک خود بن جائے۔

بغرا خاں کی طرف سے ملک نظام الدین کو کچھ اندیشہ نہ تھا۔ وہ دلّی سے کالے کوسوں دور تھا۔ مگر کیخسرو (جو بلبن کی آخری وصیّت کے لحاظ سے حق دار سلطنت بھی تھا) اُس کی نظر میں کھٹکتا تھا۔ چنانچہ اوّل اُس نے اِسی بیچارہ پر ہاتھ صاف کیا۔ بادشاہ کی طرف سے ایک دوستانہ فرمان طلب اُس کے نام بھجوایا۔ کیخسرو نے اس حکم کی تعمیل کی اور ملتان سے چل کر رہتک تک پہونچا تھا کہ ملک نظام الدین نے قاتل بھیجکر اُس کو قتل کرا دیا۔

بعد ازاں بندگانِ بلبنی جو مناصبِ اعلےٰ پر ممتاز تھے اُن میں سے بعض کو قتل اور بعض کو ذلیل و خوار کیا۔ اور مقیّد کر کے دور دور کے قلعوں میں بھیج دیا نومسلم مغل کہ بندگانِ بلبنی سے قرابت رکھتے تھے اُن کو تہ تیغ کیا۔ یہ تمام مظالم ملک نظام الدین نے کیقباد کو اغوا کر کے اس غرض سے کرائے کہ بلبنی خاندان کے خیر طلب اور کیقباد کے حامی و مددگار باقی نہ رہیں۔ مگر نادان بادشاہ اِن کھُلی بدخواہیوں کو بھی خیر خواہی سمجھتا رہا۔ بات یہ تھی کہ وہ کوتوال شہر اور اس کے گروہ کو اپنا معاون و محسن جانتا تھا۔

ناصر الدین کی فوج کشی

جب سلطان ناصر الدین کو لکھنوتی میں یہ افسوس ناک خبریں پہونچیں تو سخت صدمہ ہوا۔ اوّل اُس نے فرزند ناخلف کو مکتوبات

خوں خورد نِ شاں آشکار است | گرچہ نہاں خورند بادہ
فرماں نبرند زاں کہ ہستند | از غایتِ نازِ خود مرادہ
جائے کہ برہ کنند گل گشت | در کوچہ دمد گلِ پیادہ
آسیبِ صبا رسید بر دوش | دستار چہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بدنبال | خونابہ ز دیدگاں کشادہ
ایشاں ہمہ بادِ حسن در سر | دینہا ہمہ سر بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلماں | زیں ہندوگانِ شوخ و سادہ

بربستۂ شاں بموئے مرغول
خسرو چو سگے ست در قلادہ

امیر خسروؔ نے مقطعِ غزل میں ابنائے روزگار کی حقیقتِ حال کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ عینِ بلاغت ہے۔

ملک نظام الدین کا اقتدار کیقباد کی عیش پسند طبیعت سے بہت بعید تھا کہ وہ مشاغلِ کامرانی کو چھوڑ کر ملک رانی کی طرف توجہ کرتا۔ یہ درد سر اُس نے ملک الامرا کوتوال کے داماد ملک نظام الدین نامدار کو سپرد کر دیا تھا وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

اِس میں شک نہیں کہ وہ مدبر و منتظم سردار تھا۔ مگر خود غرض و بد باطن بھی تھا۔

لے وہ پھول جن کی ڈنڈیاں اونچی نہیں ہوتی ہیں۔ اونچی ڈنڈے والے پھول گلِ سوار کہلاتے ہیں ۱۲

ب بہار میں آیا- اور بہار سے چل کر اودھ پر قبضہ کیا[لہ]۔

یافت خبر خسروِ مشرق پناہ　　　ناصرِ حق- وارثِ ایں تخت گاہ
کافسرِ او را پسر انباز گشت　　　ویں شرف از وے بہ پسر باز گشت
خشم بسر کرد و علم بر کشید　　　ساختۂ کیں شد و لشکر کشید
تند چو باد آمد ازاں خارخاے　　　از پئے گلگشت بسوے بہار
راند ازاں جا- بہ اودھ باد پاے　　　باد ہمی ماند ز سیرش بجاے
شہر اودھ را ہمہ زاں دست برد　　　غارتِ ترکانش بہ یغما سپرد
ویں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ　　　کز پئے او راند سپہ در سپاہ

جب ناصرالدین کا لشکر اودھ کی طرف آرہا تھا تو کیقباد دلی میں بیٹھا
حسب عادت رقص و سرود اور ساقی و شراب کے مزے اُڑا رہا تھا۔

شہ بچنیں وقت بر آہنگِ مے　　　رخشِ طرب کرد رواں پی بہ پے
بادہ ہمی خورد و نمی خورد غم　　　عیش ہمی کرد و نمی کرد کم
ریختہ ساقی مئے رنگیں بجام　　　مے ز لبِ شاہ رسیدہ بکام
ناگہ ازاں جا کہ جفای جہاں ست　ق　قاعدۂ دولتِ شاہنشہاں ست
گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق　　　تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق
ناصرِ دین و شہ کشور کشاے　　　تیغ بر آورد و بکیں کرد راے

لہ خسرو کے قول کی تائید تاریخ مبارک شاہی سے ہوتی ہے ۱۲

شفقت آمیز لکھے۔ اشارات وکنایات میں غفلت سے بیدار کرنا چاہا۔ مگر جہاں عیش وبدمستی کے بادل گرج رہے ہوں وہاں حضرتِ ناصح کی صدائے بے ہنگام کون سنتا ہے؟

ناچار ناصرالدین نے ملاقات کی خواہش کی۔ طرفین سے قاصدوں کی معرفت یہ امر طے ہوگیا کہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے دارالسلطنت، سے جریدہ چل کر شہر اودھ میں ملاقات کریں۔ اس ملاقات سے ناصرالدین کا یہ مقصد تھا کہ بیٹے کو بررو نصیحت کرے۔ ممکن ہے کہ وہ راہ راست پر آجائے۔

لیکن ملک نظام الدین کے مشورے سے کیقباد کی جلو میں ایک بڑے لشکر کے چلنے کا سامان شروع ہوا تو ناصرالدین بھی لاؤلشکر لے کر آیا۔ یہ قول مورخین کا ہے[۱]۔

حضرت خسرو نے مثنوی میں ابتدائی حالات کچھ نہیں لکھے اور نہ اُن کو اِن قصّوں کے لکھنے کی چنداں ضرورت تھی۔ اُن کو تو کیقباد کی فرمایش پوری کرنی تھی۔

وہ مثنوی میں کیقباد کی تخت نشینی اور عیش ونشاط کا ذکر کرکے ناصرالدین کی لشکر کشی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

ناصرالدین دلّی کے تخت وتاج کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اِس لئے لکھنوتی سے

---

[۱] تاریخ برنی صفحہ ۱۴۱

کر کے تیاری کی تکمیل تک قصر کیلوکھڑی میں واپس آگیا۔چنانچہ خسرو کہتے ہیں:۔

کرد اشارت کہ دلیرانِ رزم | ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم
جمع شدند از اُمرائے دیار | از ملک و خان و شہ و شہریار
تیغ زنانِ ہمہ اقلیمِ ہند | نیزہ گذارانِ نواحیِ سند
روزِ دوشنبہ۔بگہِ چاشت گاہ | درمہِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ
رایتِ منصور ببالا کشید | ماہِ[۵۱] علم سر بہ ثریا کشید
نصب شد اعلام مبارک وصول | کرد سراپردہ بہ سیری[۵۲] نزول
میمنہ بر تلپٹہ[۵۳] نزدیک سرہ | بود میاں اندپٹہ[۵۴] میسرہ
داورِ جمشید نسب کیقباد | تاجِ کیاں بر سرِ والا نہاد
رخش طلب کرد شہِ تاجور | رفت زیک تخت بہ تختِ دگر
عزم بروں کرد شکار افگناں | بر دلِ خورشید غبار افگناں
بود چو خورشیدِ ولایت فروز | گشت کناں تا بگہ نیمروز
رفت بکیلوکھڑی و داد عون | از مددِ دست چو دریائے جون[۵۵]
قصر شد از فرّشہ ارجمند | چون فلک از منزلت خود بلند

---

۵۱ ماہ علم نشان ہلال جو پھریرے پر ہوتا ہے ۱۲ ۵۲ نواح دہلی میں ایک گانوں تھا ۱۲

۵۳ دہلی سے پانچ چھ کوس پر ایک مشہور پرگنہ تھا ۱۲

۵۴ نواح دہلی میں ایک قصبہ تھا جو اب داخل ازک شہر دہلی ہے ۱۲

۵۵ دریائے جمن کو سنسکرت میں جون بولتے ہیں (بفتح واو) یہاں اس کے تلفظ میں تصرف کیا گیا ہے ۱۲

راند ز لکھنوتی و دریاے ہند ۔۔۔ تا سپہش گرد برآرد ز سند

بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود ۔۔۔ کآبِ فرو میل بہ بالا نمود

قوتِ سیلے نبود تا برود ۔۔۔ آب بہ بالا نرود از فرود

سوئے سوادِ اودھ آمد چو باد ۔۔۔ گرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

چند ہزارش ز سوارانِ کار ۔۔۔ تیغ زن و کینہ کش و نامدار

آمد اقصاے اودھ در گرفت ۔۔۔ واں ہمہ اقلیم سراسر گرفت

نیست جز ایں در شب و روزش سخن ۔۔۔ کیں منم اسکندرِ دارا شکن

مردمکِ دیدہ من کیقباد ۔۔۔ کافسر جد فرّ بزرگیش داد

گرچہ جہانگیر شد و تاجدار ۔۔۔ نیست جہاندیدہ تر از من بکار

تختِ پدر کز پئے پاے من ست ۔۔۔ ہر ہمہ داند کہ جاے من ست

حاصل ازیں حادثہ کامد پدر ۔۔۔ شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

دلّی میں ترتیب لشکر ناصرالدین کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو دلّی میں بھی کوچ کی تیاریاں اور ترتیبِ لشکر کا سامان ہونے لگا۔ شاہی جھنڈا کھولا گیا اور قصبہ سیری میں جو دلّی کے قریب تھا ڈیرے خیمے لگا دیے گئے اور لشکر کے دائیں بازو کا کیمپ قصبۂ تلپٹ میں اور بائیں بازو کا قصبہ اندپت میں ڈالا گیا اور شاہی ہاتھیوں کا پڑاؤ موضع بہاپور[1] میں تھا۔

ایک روز سلطان معزالدین بھی برسم شکار باہر نکلا اور لشکرگاہ کو ملاحظہ

---

[1] نواحِ دہلی میں ایک گانون تھا (از شرح نور العین) ۱۲

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ ‏ ‏ ‏ کرد رواں سوے مخالف سپاہ
ناحیہ بر ناحیہ راندند تند ‏ ‏ ‏ بود صبا پیشِ چنیں سیر کند
از قدمِ شومِ مغل آں بلاد ‏ ‏ ‏ نام و نشانے ز عمارت نداد
از حدِ سامانہ تا لاہنور (لاہور ۱۲) ‏ ‏ ‏ ہیچ عمارت نہ۔ مگر در قصور[۵]
لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید ‏ ‏ ‏ بود زمیں تشنہ۔ کہ دریا رسید
یافت خبر کافرِ ناخوب کیش ‏ ‏ ‏ تیز تراز تیر بروں شد ز کیش
تن ز غنیمت بہزیمت سپرد ‏ ‏ ‏ بردنِ جاں را بغنیمت شمرد
یاربک اندر پئے شاں کینہ خواہ ‏ ‏ ‏ تیغ زناں قطع ہمی کرد راہ
لشکرِ اسلام کہ دنبالہ کرد ‏ ‏ ‏ کوہ ز خونریز پُراز لالہ کرد
خانِ جہانگیر کہ آں فتح یافت ‏ ‏ ‏ فرخ و فیروز عناں باز تافت
بست اسیرانِ مغل را قطار ‏ ‏ ‏ داد بداں چند شترِ دل مہار

کیقباد کی بزم آرائیاں

لشکر کی تیاری کا کام سرداران لشکر کے ذمّے تھا جس کی تکمیل میں سردی کا موسم گذر گیا۔ مگر رنگیلے کیقباد کو اپنے مشاغل شوق کے لئے کافی فرصت تھی۔ اُس کے قصرِ عشرت میں موسم سرما کا ایک لمحہ بیکار نہیں گیا بدستور ہنگامۂ نشاط کی گرما گرمی رہی۔ یہاں تک کہ نوروز کا موسم آگیا۔ پھر تو قصرِ معزی میں اور بھی دھوم دھام کے

---

[۵] نواح لاہور میں ایک پرگنہ ہے۔ مگر یہاں قصور سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک عمارت کو نقصان پہونچا تھا ۱۲

ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ

دلّی میں لشکر کے کوچ کا سازو سامان مہیّا کیا جا رہا تھا کہ اسی اثنا میں ملک پنجاب پر حملہ مغل کی خبر آئی۔ اس فتنے کے تدارک کی غرض سے تیس ہزار سوار کی جمعیت لے کر باربک[1] سلطانی نہایت سرعت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سامانہ سے لاہور تک تمام بستیاں مغلوں کی غارت گری نے برباد کر دی تھیں۔

مغلوں کو افواج شاہی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ باربک نے کچھ دُور تک غنیم کا تعاقب کر کے بعض کو قتل کیا اور جو مغل زندہ گرفتار ہوے اُن کو لے کر دلّی کی طرف مراجعت کی۔ اس واقعہ کی کیفیت حضرت خسرو نے اشعار ذیل میں بیان کی ہے :-

نامہ کشے چند چو تیر از کمیں — آمد و بوسید چو پیکاں زمیں
کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم — سوے فرو راند بر آہنگِ رزم
لشکر انبوہ چو ذرّاتِ ریگ — جوش بر آورد چو آبے بدیگ
مردمِ آں خطّہ فرو شد بخاک — گرد بر آورد از ایشاں ہلاک
شہ کہ ز گمراہی آں گمرہاں — یافت چنیں آگہی از آگہاں
گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار — نامزدِ مغل شود سی ہزار
بر سرِ شاں باربکِ تیغ زن — خان جہاں چابک و لشکر شکن

---

[1] باربک کا نام سلطان شاہک تھا اور اس مہم پر نامزد کرتے وقت خان جہاں خطاب عطا کیا تھا ۱۲

ہمراہ لشکر چلیں یا نہ چلیں مگر مشیر دولت نے یہی صلاح دی کہ بادشاہ کا چلنا ضروری ہے۔

مصلحتِ ملک زرائے درست ۔۔۔ ہر چہ صواب ست ہمی باز جست
خود کمرِ کینہ کند استوار ۔۔۔ یا زپئے رزم فرستد سوار
کار شناسے کہ در آں راز بود ۔۔۔ پرن ز تدبیر بینداخت زود
گفت ز چندیں سپہ کینہ خواہ ۔۔۔ آں نرود کز تنِ تنہائے شاہ

غرض وسط ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا۔ اور پہلی منزل تلپٹ اور افغان پور کے حدود میں ہوئی۔

در وسطِ ماہِ ربیع نخست ۔۔۔ عزم سفر کرد بمشرق درست
کوس عزیمت زد شہریار ۔۔۔ لرزہ در آورد بروئیں حصار
کوچ سپہ کرد۔ شہ از شہرِ نو ۔۔۔ داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دور ۔۔۔ بود حدِ تلپت و افغان پور
یافت سراپردہ در آں جا مقام ۔۔۔ دشت در آمد ز رسنہا بدام

مہم مغل سے باربک کی مراجعت

سلطانی لشکر کا پہلا ہی کوچ تھا کہ خان جہاں باربک جو مغلوں کی مہم سر کرکے آرہا تھا اس مقام پر حضور سلطانی میں حاضر ہوا۔ اِس فتح کا بڑا جشن منایا گیا۔

لشکرِ کافر کُشِ بالا ورد ۔۔۔ از عقبِ کوچ در آمد چو گرد

جشن ہوئے۔ اور بادہ پیمائی کا زور و شور رہا:۔

موسمِ نوروز و ہوائے شراب ||| شاہِ جہاں مست و مخالف خراب
بادہ ہمی خورد و ہمی بود شاد ||| شاد ہمی کرد جہاں راز داد
ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر ||| برد بسے دامنِ پُر سیم و زر
نغمہ زنش زہرۂ پردہ شناس ||| نغمہ زنی کرد بچندیں سپاس
یافتہ در گوشِ ہمایونش جائے ||| این غزل از نغمۂ بربط سرائے

غزل

گل امروز آخرِ شب مست برخاست ||| بجامِ لالہ مجلس را بیاراست
نشستہ سبزہ زیں سو در چپِ گل ||| ستادہ سروزاں سو جانبِ راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن ||| بہر سوئے ہمی اُفتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفتہ بایار ||| بنامِ ایزد چو ماہے بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوئے خسروؔ ||| برآمد از دلم فریاد بے خواست

خسرو نے گل و نرگس اور سبزہ و سرو کے تخیل میں کیقباد کی بزم مستانہ کا رنگ ڈھنگ خوب دکھایا ہے۔

کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانب اودھ

جاڑا گذرا نوروز ہو چکا۔ اب گرمی کا موسم تھا کہ لشکر کیل کانٹے سے دُرست ہو کر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ سلامت اپنا عشرت کدہ چھوڑتے ہوئے کسمسائے کہ خود بدولت

اُس نواح کے ملوک و اُمرا میں سے ملک چھجو خان کڑہ اور خان اودھ یہہ دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ باربک کے لشکر سے آملے۔

باربک و تیغ زنانِ سپاہ	طبل زناں پیش گرفتند راہ
کوچ بکوچ از شدنِ بی درنگ	لشکرِ شاں رفت گذارای گنگ
گرم بآب سرُو در رسید	در سرُو رفت و عناں درکشید
پیش درآمد ز بزرگانِ پیش	چند ملک باسپہ و سازِ خویش
خانِ کڑہ چھجوے کشورکشاے	کز لبِ خاناں کرہ بستے بپاے
خانِ اودھ نیز بفرمانِ شاہ	کرد بیک جاے فراواں سپاہ
باربک و شاں ہمہ یک جا شدند	ساختۂ کار مہیّا شدند
لشکرِ شاں پر ز صفِ باشکوہ	برلبِ آبِ سرُو شد گروہ

جلد ۱۲ — دریای سرجو ۱۲

ناصرالدین کا باربک کو پیام

دریا کے اُس پار سلطان ناصرالدین کا لشکر پڑا تھا۔ اُس کو خبر ملی کہ فوجوں کا یہ جماؤ لڑائی کے ارادہ سے ہوا ہے تو وہ بہت برہم ہوا اور فوراً شمس الدین دبیر کو کہ اُس کا میر منشی تھا باربک کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ تو ہمارے خاندان کا نمک خوار قدیم ہی اس وقت ہمارے نمک سے کیوں دست کش ہوتا ہے ؟ تو خود جانتا ہے کہ اس ملک کا وارث کون ہے ؟ کوئی غیر میری جگہہ لیتا تو اُس کی گردن ہوتی اور میری تلوار۔ مگر میرا فرزند میری غیبت میں تخت نشین ہوا تو "دلِ ما شاد چشمِ ما روشن"

باربک آمد ز مصافِ مغل | بستہ گلو ہائے مغل را بہ غل
شاہ براں مژدۂ دولت کہ یافت | بادہ طلب کرد و بہ مجلس شتافت
خوردمے و گنج بہ محتاج داد | بس گہر و زر کہ بتاراج داد

اسیران مغل کا قتل

دوسرے دن اسیران مغل اور مال غنیمت سلطان کے روبرو پیش ہوا۔ قیدیوں میں سے امیران صدہ[۱] کو ہاتھیوں سے کچلوا دیا اور سپاہیوں کو شہر میں بھیجکر تشہیر کرایا۔ دن اس مشغلے میں کٹ گیا رات کو پھر وہی دور ساغر چلا:۔

چوں تنہ چند ز میرِ صدہ | دستِ اجل داد بدام ودد ہ
آنچہ دگر ماند شہنشاہِ دہر | کرد رواں از پئے تشہیرِ شہر
چوں فلک از شیشۂ خود گاہِ شام | جام فرو برد ز دَورِ مدام
نورِ نشاط از افقِ جام تافت | شہ زمے وصلِ زلبش کام یافت

باربک کی روانگی بطور ہراول

دو روز بعد لشکر آگے بڑھا۔ اور دو کوچ کے بعد جمنا کو عبور کر کے جیور[۲] میں مقام ہوا اُس مقام سے باربک بحکم شاہی ایک دستہ فوج کا لے کر بطور ہراول لشکر کے آگے آگے روانہ ہوا اور گنگا پار اُتر کر قطع مراحل کرتا دریائے سرجو کے قریب جا پہونچا اور سلطانی لشکر کے انتظار میں وہاں ٹھیر گیا۔

---

[۱] امیر صدہ وہ سردار جس کے زیر حکم سو سپاہی ہوتے تھے ۱۲
[۲] جیور ایک قصبہ ہے مضافات ضلع بلند شہر میں جمنا کے قریب ۱۲

لیک چو ہم چشمِ من ایں نور برد — چشم خود از خود نتواں دور برد
ہر کہ فرستادۂ آں درگہ است — بندۂ موروثِ درِ ایں شہ است
گر سپہم بر تو رساند گزند — جانِ من ست آنکہ بما نشد نژند
ورنہ تو در قلبِ من آید غبار — ہم تو شوی در رخِ من شرمسار
باش کہ تا در رسد آں کینہ کوش — مہرِ مرا بیند و ماند خموش

بار بک کا جواب سلطان ناصرالدین کو

اس پیام کا جواب باربک نے یہ دیا کہ میں اپنے آقا کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور اس کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے مامور ہوں۔ اگر کوئی اور مقابل ہوگا تو تلوار سے جواب دوں گا۔ ہاں اگر حضور کو دیکھوں گا تو ڈر کے مارے نہیں بلکہ تعظیماً ہٹ جاؤں گا۔

یہ جواب سن کر ناصرالدین ٹھنڈا ہو گیا۔

خانِ سپہ باربکِ تیز ہوش — کرد چو زاں گونہ پیامے بگوش
در خورِ آں داد جوابے سرہ — سختہ بمیزانِ ادب یک سرہ
گفت کزیں بندۂ حضرت پناہ — سجدۂ تعظیم رساں پیشِ شاہ
من کہ فرستادۂ شاہِ خودم — بر خطِ اخلاص گواہِ خودم
نام زدم کرد کہ در ہر دیار — دشمن او راند ہم زینہار
گرد گرے پیشِ من آید بہ تیغ — تیغ خورد از من و از خود دریغ

اُس کا نوکر ہمارا نوکر ہے۔ اگر نوکر آقا سے لڑے تو خلقت کیا کہے گی: میں تجھ کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ ملزم وہ ہے جس نے تجھ کو بھیجا ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر تو نے شکست کھائی تو صدمہ کس کو پہونچے گا؟ میرے بیٹے کو۔ اگر مجکو شکست ہوئی تو خود تیرا کالا مونہہ ہوگا۔ کیقباد کے آنے تک صبر کر وہ خود دیکھ لے گا کہ مجکو اس سے کس قدر محبت ہے۔

تیغ زنِ مشرق ازاں سوئے آب | تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
از غضب افگند و بابرو گرہ | وز پئے کیں کرد کماں را بزہ
جست رسولے کہ گذارد پیام | ہرچہ بگویند۔ بگوید تمام
دید کہ کس نیست ز برناؤ پیر | درخور این کار چو شمسِ دبیر
پیش طلب کرد و پیامے کہ خواست | سوئے مخالف ز کرشی کرد راست

اے کہ بہ پیش آمدی از راہِ دور | کیں نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردۂ از خوانِ ما | دست چہ داری زنمکدانِ ما
ہست نمک در ہمہ مذہب حلال | ور تو حرامش کنی اینک وبال
گر پسر از غیبت من ملک یافت | روے نخواہد ز پدر باز تافت
ہم تو کزیں راز ترا آگہی ست | وارثِ ایں ملک ندانی کہ کیست؟
گرد گرے در محلِ من بُدے | تیغِ منش بر سرو گردن بُدے

تافتہ از گرمی خود آفتاب ‏ — ‏ تابشِ او کرد جہاں را بتاب
شب شدہ چون روز دی اندر گداز ‏ — ‏ روز چو شب ہاے زمستاں دراز
خون برگِ مرد ز یوں آمدہ ‏ — ‏ خوے شد واز پوست بروں آمدہ
شہ بگہِ کوچ ہمی شد چو شیر ‏ — ‏ چتر بسر کردہ و توسن بزیر
لشکر ازیں گونہ جہاں می نوشت ‏ — ‏ ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت
تا علمِ شہ باودھ در رسید ‏ — ‏ از پئے دہلی عوضے شد پدید
نصب شد اعلامِ شہنشاہِ دہر ‏ — ‏ برلبِ گھگر بحوالی شہر
گھگر ازیں سو بسرِ دُزاں طرف ‏ — ‏ از تفِ لشکر بلب آوردہ کف

کیقباد کا لب دریا جانا اور کشتی کا ڈبونا

روزِ دگر شاہ برآئینِ گشت ‏ — ‏ آمد وزاں سوے اودھ برگذشت
کرد صفے برلبِ آبِ رواں ‏ — ‏ سودہ بہم پہلوے ہر پہلواں
تیغ زنِ مشرق ازاں سوے آب ‏ — ‏ ق ‏ — ‏ کرد چو روشن کہ رسید آفتاب
برلبِ آب آمد و آراست صف ‏ — ‏ تافت دو خورشید ز ہر دو طرف
چشمِ پدر بہرِ جگر گوشہ تر ‏ — ‏ گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر
دید چو شہ سیلِ مژہ بیکراں ‏ — ‏ حاجبِ خود کرد بکشتی رواں
گفت بحاجب کہ ازیں چشمِ تر ‏ — ‏ مردمکِ چشم مرا دہ خبر
حاجب فرزانہ از آنجا شتاب ‏ — ‏ شست بکشتی و رواں شد چو آب

ورز تو از دور بہ بینم حضور | گر نہ گریزم۔ شوم از راہ دور
عطف کنم۔ لیک نہ از بیم کس | از پے تعظیمِ شکوہِ تو بس
رفت فرستادہ زراہِ نہفت | ہرچہ کہ بشنید زشہ باز گفت
شہ چو خلافے زمخالف ندید | زانچہ ہمی گفت۔ زباں درکشید

سلطان معزالدین کیقباد اودھ میں پہونچا

اب آفتاب جوزا میں آگیا۔ تڑاقے کی گرمی پڑنے لگی۔ دن بڑھ گیا رات چھوٹی ہوگئی۔ نازپروردہ کیقباد گھوڑے پر سوار ہے۔ سر پر چتر شاہی سایہ فگن ہے۔ پھر بھی بدن سے پسینہ ٹپکتا ہے۔ مگر سنگ آمد وسخت آمد۔ کڑی منزلیں طے کرتا اودھ میں آپہونچا حوالی شہر میں ڈیرے خیمے لگائے گئے۔ ایک طرف گھاگرہ ندی ہے دوسری طرف سرجو۔

اگلے دن کیقباد سیر وگشت کے لئے نکلا اور سرجو کے کنارے پہونچا جہاں سے سلطان ناصرالدین کی خیمہ گاہ نظر آتی تھی۔ باپ کو بیٹے کے آنے کی خبر ملی تو وہ بھی لب دریا آکھڑا ہوا۔ بیٹے کو دیکھ کر محبت کی گھٹا اُمڈی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے۔ فوراً ایک کشتی میں سوار کرکے اپنا حاجب بھیجا کہ اشتیاق دیدار ظاہر کرے۔ ادھر سے یہ مدارات ہوئی کہ کشتی کو ہدف تیر بنا کر ڈبو دیا۔ حاجب بمشکل جان بچا کر بھاگا۔

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت | رفت دراں خانہ دروں جا گرفت

چارہ ندانم کہ دریں کار چیست؟ | بخت کہ داند کہ دریں یار کیست؟
بود بحیرت کہ چو شب بگذرد | وز دگر چارہ چہ پیش آورد؟
تا بسحر بود بگفت و شنید | کز شبِ زایندہ چہ آید پدید؟

باپ بیٹوں کے سلام پیام

جب دن نکل آیا تو ایک معتمد کو زبانی پیام دیکر دریا پار بیٹے کے پاس بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کئی بار پیامبروں کی آمد و شد جاری رہی۔

پیامِ پدر

کز پدر اوّل برسانش سلام | و آخرش آئینِ دعا کن تمام
کاے خلف! از رہِ مخالف بتاب | تیغ بیفگن کہ منم آفتاب
از پدرم کے رسد ایں فن بتو؟ | از پدرِ من بمن۔ از من بتو
ورز بدآموز شد ایں رہ پدید | گفتِ بدآموز نباید شنید
گرچہ کنی دعوی و آتش ولیک | نیک بدانم کہ ندانی تو نیک
چوں تو شب و روز ادب افزوں کنی | بے ادبی با چو منے چوں کنی
بر سرِ خواں آے کہ ہم توشۂ | یا دنمک کن کہ جگر گوشۂ

جوابِ پسر

گفت بحاجب کہ بشہ باز گوے | خدمتِ من گوی و پس آنگہ بگوے
با منت از بہرِ تمناے مُلک | خام بود پختنِ سوداے ملک

چوں بمیانِ سرُو دررسید | پورِ معزّی زکرانش بدید
تیر برآوردہ زکیشِ خدنگ | از سرِکیں کرد کماں راچنگ
تیر کہ در کشتیِ شاں رخنہ کرد | از سرِ کشتی بہ تہ اُفتاد مرد
رفت بصد حیلہ فرستادہ باز | پیشِ شہِ شرق فروگفت راز

ناصرالدین کی پریشانی کشتی کے واقعے سے

کشتی کے واقعہ کا سبب حضرت خسرو نے ظاہر نہیں کیا۔ غالباً یہ کیقباد کے بدخواہ مشیروں کی بد آموزی کا نتیجہ تھا تاکہ ملاقات کی نوبت ہی نہ پہونچے بلکہ باپ بیٹوں میں لڑائی ٹھن جائے اِس فعلِ ناروا سے ناصرالدین کے دل پر چوٹ لگی اور غصّہ بھی آیا۔ پھر سوچا کہ مبادا! یہ نادان لڑکا مفسدوں کے اغوا سے جنگ کر بیٹھا تو اُس کو گزند پہونچے گا یا مجکو۔ بہر نوع میرے لئے سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی سوچ بچار میں صبح کر دی کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔

شاہ کہ از خونِ خود آں زخم دید | نالۂ چوں تیر ز دل برکشید
خشم ہمی گفت زکینش سخن | مہر ہمی گفت کہ ہے ہی! مکن
آنکہ چنیں ست نو ید م ا ز و | بہتر ازیں بود امیدم از و
گر پسرم راز جوانی و ناز | عزم بر آں شد کہ شود رزم ساز ق
حیلہ چہ سازم؟ بچنیں کارِ تنگ | با پسرِ خویش کہ کردہ است جنگ؟

کاے برخمِ چشم جفا کردہ باز! — دیدۂ مہر تو بر ویم فراز
با ہمہ ایں قوّت و جوشِ سپاہ — نیستم اندر پئے آزارِ شاہ
گر گہر صلح پذیرد نظام — حلقہ بگوشم برضائے تمام
نسب ۲
تیرِ تو گر خواست بجانم رسید — من نکشم۔ تا بتوانم کشید
گر بگہر تاج ستانِ توام — عیب مکن گو ہرِ کانِ توام
تخت جہاں بہرِ تو برپای کرد — لیک برآں تخت مرا جای کرد
خواست یکی خواستہ لیکن نیافت — آنکہ نمی خواست۔ بزُر خود شتافت
وربیقیں در دلِ تو آں ہواست — بندۂ فرمانم و فرماں تراست
تاج زمن می طلبی چرخ سائے — بر سرم آ۔ تا کنمت زیرِ پائے

اِس مطیعانہ جواب کو سُن کر باپ نے بھی استمالت اختیار کی۔

پیامِ پدر

اے زنسب گشتہ سزائے سریر! — ور پسرے ہمچو پدر بے نظیر
چشمِ منی! ہیچ غبارے میار — دیدہ نشاید کہ بود پُر غبار
تا تو ندانی کہ دریں جستجوے — از پئے ملک ست مرا گفتگوے
گرچہ توانم ز تو ایں پایہ بُرد — از تو ستانم۔ بکہ خواہم سپرد
باش بنامم کہ بنامِ توام — زندہ وُ نا زندہ بنامِ توام
دیدہ کہ نا دیدۂ دیدارِ تست — دیدہ و نا دیدہ گرفتارِ تست

پختۂ آخر! دمِ خاماں مزن | من زتو زادم۔ نہ تو زادی ز من
ملک بمیراث نیابد کسے | تا نزند تیغِ دو دستی بسے
نیستم آں طفل کہ دیدی نخست | بالغِ ملکم بہ بلاغت درست
خرد مخوانم کہ ز دورِ زمن | داد خدا دورِ بزرگی بمن
جز تو کسے گر دمِ ایں در زدے | سرزنشِ تیغِ منش سر زدے
لیک توئی چوں بہ پئے ایں سریر | من ندہم۔ گر تو توانی بگیر

پیامِ پدر

اے سر از آئینِ وفا تافتہ! | وز تو دلم تافتگی یافتہ!
گرچہ بغیبت شدہ کینہ توز | رنجہ چہ داری بحضورم ہنوز
با چو منے دور کن از سر منی | چوں بصفت من توام و تو منی
تیغ مکش۔ تا نشوی شرمسار | از من اگر نیست۔ ز خود شرم دار
تخت رہا کن کہ سزای تو نیست | تا منم۔ ایں پایہ بپای تو نیست
گر کمرِ کینہ کنی استوار | پیشِ تو بیش از تو در آیم بکار
در بہ دارا کشد ایں گفت و گوی | نیز نتابم ز وفاے تو روے
لیک بشرطے کہ دریں رائے من | جاے پدر گیرم و تو جاے من

جوابِ پسر

داد جوابے ادب آمیختہ | تعبیہ ہاے عجب آمیختہ

تماشگی ۱۲

کرد نشاطے و رامش گراں — مجلسے آراست گراں تا گراں

ہر کہ دراں بزم سخن ساز گشت — دامن پُر گوہر و زر باز گشت

روی بہ کاؤسِ کے آورد و گفت — تا شود آں ماہ بخورشید جفت

سوے برادر شود آراستہ — با سپہ و کوکبۂ و خواستہ

جُست پئے ہدیہ نصیحت گراں — دیدہ فرد زِ ہمہ قیمت گراں

جامۂ ہندی کہ ندانند نام — از تُنکے تن بنماید تمام

مانند پیچیدہ بنا خن نہاں — باز کشائیش بپوشد جہاں

عود بجز وار۔ قرنفل بمن — خرمنے از نافۂ مشکِ ختن

عنبر و کافورِ معنبر سرشت — صندلِ خالص چو درختِ بہشت

سر بفلک بردہ بسے زندہ پیل — کوہ گراں را بقیامت دلیل

داد بشہزادہ و کردش رواں — ساختہ با کوکبۂ خسرواں

اور شہزادہ کیکاؤس کو سمجھا دیا کہ ہماری طرف سے بڑے بھائی جان کو دعا کے بعد یوں کہنا:۔

اے غمِ تو کردہ بجانم اثر — تو زمن و حالتِ من بے خبر

صبرِ من از دوریِ تو رفت دور — مرحمتے کن کہ بمانم صبور

من کہ صبوری نتوانم ز تو — واے! کہ محروم بمانم ز تو

ه ایک ہندوستانی کپڑا ہے جس کا نام نہیں معلوم۔ ایسا مہین ہے جس میں بدن نظر آتا ہے ۱۲

ه لپیٹو تو ذرا سا ہو جائے کھولو تو اتنا بڑا تھان کہ دنیا بھر کو ڈھانک لے۔ غالباً ململ ڈھاکہ ۱۲

نیست بنزدیکِ من از بیش و کم — بیشتر از دوریٔ تو ہیچ غم

بہرِ خدا صورتِ خویشم نمائے — روئے مگرداں و بترس از خدائے

جواب پسر

اے شہِ مشرق شدہ چوں آفتاب — وز تو جہاں در حدِ مغرب بتاب

گرہمہ بر ماہ رسد افسرم — ہم بتہِ پائے تو باشد سرم

سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ — فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ

رو تو چو خورشید ز مشرق برآے — من بسیمِ اسکندرِ مغرب کشائے

تا تو بمشرق بوے و من بغرب — حربہ خورد (کافی ہوں ۱۲) ہر کہ درآید بحرب

در بملاقات رہی رائے تست — افسرِ من خدمتِ پائے تست

نیست مرا آن محل و آں شکوہ — کز سرِ خود سایہ فشانم بکوہ

ور فگند رائے تو بر بندہ تاب — ذرہ شوم پیشِ چناں آفتاب

غرض ملاقات کا مژدہ سن کر ناصر الدین کی باچھیں کھل گئیں۔ بہت خوش ہوا مجلس طرب آراستہ کی اور متوسلین کو انعام واکرام دے کر شاد کیا۔

ناصر الدین کی طرف سے کیکاؤس کا جانا

پھر اپنے فرزند اصغر کیکاؤس کو بلایا اور بڑی شان و تزک سے بہت تحائف، اسلحہ اور ہاتھی دیکر کیقباد کی خدمت میں روانہ کیا۔

باد شہِ شرق کہ آں مژدہ یافت — روشن (چو خورشید ز مشرق) بتافت

کیقباد کی طرف سے کیومرث کا آنا

دوسرے دن کیقباد نے اپنے فرزند کیومرث کو دادا جان کی خدمت میں تحف وہدایا دے کر روانہ کیا۔ چونکہ یہ بچہ تھا عارض کو اُس کے ساتھ بھیجا۔

جب شہزادۂ کیومرث مع جلوس دریا پار پہونچا تو دادا جان کی طرف سے بڑی آؤبھگت ہوئی۔

کارگزاراں ہمہ رفتند پیشر	سجدہ کناں پیشِ خداوندِ خویشر
پیشِ عناں بانگِ رواروزدند	سکۂ نو بر درمِ نو زدند
رفت خراماں مَلکِ ارجمند	تا درِ دہلیز بہ پشتِ سمند
روے چو گل سود بہ پشتِ زمیں	گشت زمیں پُر سمن و یاسمیں
حرمتِ آں خسرو شہ دیں پناہ	داشت بر آئینِ بزرگاں نگاہ
کرد چو نورش بدل و دیدہ جای	گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پاے
عارض از آئینِ ادب پروری	بود کمر بستہ بخدمت گری
تا نظرِ شاہ برآں سوے تافت	خدمتِ عارض محلِ عرض یافت

جب تک ناصرالدین پوتے کو پیار کرتا رہا عارض سلطنت دست بستہ کھڑا رہا۔ جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے عرضِ معروض کا موقع پایا اور شاہانہ تحفے جو نذر کے لئے ہمراہ لایا تھا پیش کئے۔ اور کیقباد نے پیام کے ب میں جو کچھ عرض کیا تھا سنا دیا۔

آمدنم نزبپئے ایں کار بود | کافسر واقلیم توانم ربود
تشنۂ دیدارِ توام روز و شب | شربتِ خود باز نگیرم زلب
شاد کن ایں جانِ غم اندیش را | روے نما منتظرِ خویش را
تحفۂ حالِ دلِ ریشم بخواں | یا بمن آ۔ یا برِ خویشم بخواں

جب کاؤس کی سواری دریا سے پار اُتر چکی تو کیقباد کو اطلاع کی گئی کہ چھوٹا شہزادہ قدمبوسی کے لئے آتا ہے۔ اُس نے دربار آراستہ کیا۔ اور بہت سی فوج سرداروں کے ہمراہ بھیجکر بڑی دھوم سے اُس کا استقبال کرایا۔ دہلیز شاہی پر پہونچکر شہزادہ گھوڑے سے اوتر پڑا اور جو پیشکش لایا تھا پیش کیا اور جو باتیں شاہ بابا نے سمجھادی تھیں بڑے بھائی سے عرض کر دیں۔ کیقباد بھائی سے ملکر بہت مسرور رہوا۔ اور اُس کی خاطر و مُدارات میں بزمِ طرب آراستہ کی:-

شاہ بر ویش چو نظر کرد چست | دید درآں آئینہ خود را درست
گرم فروجست زتختِ بلند | کرد بآگوش تنِ ارجمند
داشت بآغوشِ خودش تا بدیر | سیر نشد۔ چوں شود از عمر سیر؟
باخودش از فرش براورنگ بُرد | تختِ کیاں باز کیاں راسپرد
گاہ زدیدہ بہ نثارش گرفت | گاہ دوبارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر برُرخِ زیباش کرد | گاہ دل از مہر شکیباش کرد
پُرسش از اندازہ زغایت گزشت | حدِّ نوازش زنہایت گزشت

اب تک سراپردۂ سلطانی شہر اودھ سے اوپر کی جانب ایک تنگ میدان میں نصب تھا۔ اُس کا موقع فوراً شہر سے نیچے کی طرف تبدیل کر دیا جہاں میدان بھی وسیع تھا اور دریا کا پاٹ کم ہونے کی وجہ سے کشتی کی آمد و شد آسان تھی۔ اِس عمدہ موقع پر کارکنانِ دولت نے ایک شان دار دربار دونوں بادشاہوں کی ملاقات کے لئے لب دریا ترتیب دیا۔

ناصرالدین کا آنا اور ملاقات

چونکہ گرمی کے دن تھے، ناصرالدین دن ڈھلنے کے بعد جب کہ دھوپ کی تیزی کم ہو گئی تھی کشتی میں سوار ہو کر چلا معزالدین کیقباد اپنے شاہانہ دربار میں اورنگ سلطنت پر بیٹھا باپ کی آمد کا منتظر تھا۔

جس وقت باپ کو آتے دیکھا بے اختیار تخت سے اُتر برہنہ پا دوڑا، اور قدمبوسی کے لئے جھکا۔ باپ نے فوراً گلے لگا لیا۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر دیر تک زار زار روتے رہے:۔

روز چو آخر شد و گرما گذشت | چشمۂ خور[۱] خواست نے دریا گذشت
تاجورِ شرق برآہنگِ آب | کرد طلب کشتیِ گردوں رکاب
کشتیِ شہ تیز تر از تیر گشت | در زدنِ چشم ز دریا گذشت
راست کہ شد برلبِ دریا رسید | گوہرِ خود برلبِ دریا بدید

[۱] چشمۂ خور = آفتاب۔ اور دریا کنایہ ہے آسمان سے ۱۲

جواب پسر (عارض کی زبانی)

آنچہ دلِ شاہ بداں مائل ست | راے مرا نیز ہماں در دل ست
آمدم اینک بہزاراں نیاز | تا کنم ایں دیدہ بروے تو باز
بود زمن پرسشِ شاہِ زمن | کامدن از خود طلبی ۔ یا زمن؟
من بدر شہ بسر آیم دواں ق | چوں پسراں بر پدرِ مہرباں
شرط چناں ست کہ در بحر و بر | چشمہ کند برلبِ دریا گذر
لیک سزد ۔ گر شہِ دریا نشاں | بر سرِ ایں چشمہ شود دُر فشاں

ناصرالدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ

ناصرالدین نے خوش ہو کر عارض کو خلعت و انعام عطا کیا ۔ اور کیومرث کو بہت سے نادر تحفے اور ایک ہاتھی مع عماری زرّین دیا ۔ اور وعدہ کیا کہ ہم کل صبح ضرور ملاقات کے لئے آئیں گے ۔ اِس کے بعد کیومرث اور عارض اپنے خیمہ گاہ کو واپس گئے ۔

وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ | جنبشِ خورشید شود سوے ماہ
منزلِ سعدین شود برجِ تخت | مجمعِ بحرین شود روے تخت
خرّم و خوش عارض و فرزندِ شاہ | باز نوشتند سوے خانہ راہ

کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں

عارض کی زبانی ناصرالدین کے آنے کی خبر سنتے ہی کیقباد کے دائرہ دولت میں دربار کی تیاریاں شروع ہو گئیں ۔

کے روبرو کھڑا ہو گیا۔

خسرو نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ باپ کا یہ فعل اُمرا کے لئے ہدایت تھی کہ تم کو بادشاہ کی تعظیم و خدمت اس طرح کرنی چاہیئے۔ باپ کے حکم کی تعمیل کر کے فوراً ہی کیقباد تخت سے اُتر آیا اور اُمراے دربار نے دونوں بادشاہوں پر زر و گوہر نثار کیا اور جو خلقت باہر کھڑی تھی اُن میں لٹا دیا:۔

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش	شرطِ ادب دید زاندازہ بیش
گفت کہ یک آرزویم در دل ست	ق منّۃ للّٰہ! کہ کنوں حاصل ست
آنکہ بدستِ خودت اے نیکبخت!	دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بغیبت چو شدی بر سریر	من نہ بُدم تا شدمے دستگیر
با پسر ایں نکتہ چو لختے براند	دست گرفت و بسریرش نشاند
خود بنعال آمد و بربست دست	ماندزاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نہاں	آگہی داد بکار آگہاں
گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید	نشست و فرود آمد و پیشش دوید
چوں خلفاں شرطِ وفامی نمود	خواہشِ عذرے بسزا می نمود
دولتیاں ہر طرفے بستہ صف	کردہ طبقہاے جواہر بکف
لعل و زبرجد کہ در آویختند	بر دو سر افراز ہمی ریختند

رسم نثار و تصدّق کے بعد دربار ختم ہو گیا اور سلطان ناصر الدین جشن کشتی

خواست کہ از سوزِ دل بعیتر آں | ہر چہ از کشتی دگیرد کنار
صبر ہمی خواست ۔ نمی آمدش | گریہ نمی خواست ۔ ہمی آمدش
بود بریں سوے معزِ جہاں | ساختہ بر جاے ادب چوں شہاں
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت | شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آوردہ میل | تشنہ واز دیدہ ہمی راند سیل
یکد گرا آوردہ با آغوش تنگ | ہر دو نمودند زمانے درنگ

رونے کے بعد ہوش آیا تو تخت پر اجلاس کرنے کے لئے ایک دوسرے سے اصرار کرنے لگے :۔

از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند | ہمد گر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر با پدر اینک سریر | جاے تو ومن بندۂ فرماں پذیر
باز پدر گفت کہ این ظن مبر | کز پسر افسر بر باید پدر
باز پسر گفت کہ بالا خرام | کز تو بر د پایۂ تختِ تو نام
باز پدر گفت کہ اے تاجدار ! | تخت ترا بہ کہ توئی بختیار

ناصرالدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا

الغرض بہت سی حیص بیص کے بعد باپ نے کہا کہ میں تیری تخت نشینی کے وقت موجود نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھاتا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ یہ رسم خود ادا کروں۔ اتنا کہہ کر بیٹے کو تخت پر بٹھا ہی دیا۔ اور خود ہاتھ باندھ کر تخت

رفت شتابندہ باورنگ گاہ | کرد رواں جملہ فرمانِ شاہ
الغرض آں پیل وہماں تاج وتخت | ق کاں نرسد جز بجہاندارِ بخت
دید شہنشہ چو مہیّا بہ پیش | روے کرم کرد بہ دلبندِ خویش
گفت کہ ایں افسر وایں پیل وگاہ | بہرِ ترا داشتہ بودم نگاہ
نیست مرا بہتر ازیں ہیچ چیز | تا دہمت از دیدہ بچشمم عزیز

یہ ہدیہ دیکر ناصرالدین نے بیٹے سے فرمایش کی کہ میری آرزو یہ ہے کہ میرے باپ کی دو یادگار چیزیں جو تجکو پہونچی ہیں ایک تو چترِ سپید ایک کلاہ سیاہ یہ پہلے اپنے سر پر رکھ پھر مجکو دے ڈال۔ دوسرے روز کیقباد نے اِس فرمایش کی تعمیل کی۔ جو شخص یہ چیزیں لے کر آیا تھا ناصرالدین نے اُس کو انعام دیا:۔

گفت بفرزند کہ درخوردِ شاہ | چترِ سپید آرو کلاہِ سیاہ
تاجور آں چتر وکلاہِ سیاہ | کرد مہیا دَرواں سوے شاہ
ہر دو فرستاد بحکمِ شہی | بر شہِ شرق آں دو نشانِ مہی
شاہ شد از دیدنِ آں تحفہ شاد | بستد وبوسید وبسر بر نہاد
داد بآرندۂ آں ہر دو چیز | خلعتِ خاص وزرِ بسیار نیز

ناصرالدین کی نصیحتیں فرزند دلبند کو

ایک شب پھر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ناصرالدین نے فرزند دلبند کو از راہ دل سوزی بہت سی نصیحتیں کیں جن کی نظم میں خسروِ شعرا نے کمال سخن گستری

میں آیا تھا اُسی میں سوار ہو کر خوش و خرّم اپنی فرودگاہ پر واپس آگیا:۔

چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کرد ۔ زاں شرف آفاق پر آوازہ کرد

گفت کہ امروز بس ست ایں قدر ۔ روزِ دگر جلوۂ ملکے دگر

زیں نمط از کام چو پرداز گشت ۔ فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت

مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں

یہ درباری ملاقات تو آئینِ شاہانہ کے بموجب اِس بات کا اعلان تھا کہ سلطان ناصر الدین نے معز الدین کیقباد کی تخت نشینی باضابطہ تسلیم کر لی اور دونوں بادشاہ متحد ہو گئے۔

دوسرے روز تحف و ہدایا کا مبادلہ اور خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں کیقباد نے نہایت بیش بہا گھوڑے بطور پیشکش بھیجے اور رات کے وقت باپ کی ضیافت بڑی دھوم سے کی۔

اِس ضیافت کا بیان خسرو نے خوب جی لگا کر کیا ہے اور بزمِ معزی کی ہر ایک چیز کے اوصاف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔

جب آب و طعام اور رقص و سرود سے فارغ ہو چکے تو سلطان ناصر الدین نے ایک ملازم خاص کو بھیجکر تاج و تخت اور ایک ہاتھی اپنی خیمہ گاہ سے طلب فرمایا اور تحفۃً فرزند دلبند کو عطا کیا:۔

گفت بخاصاں زیکے شاہِ شرق ۔ تا رود از آب گذارا چو برق

آورد و پیش کشد از خصاص ۔ تختِ زر و تاجِ زر و پیلِ خاص

باشد اگر سوے مہمیت روے — رخصتِ تدبیر شناساں بجوے

گر شودت خصم بتدبیر رام[تابع ۱۲] — تیغ نشاید کہ کشی از نیام

حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد — خویشتنت خرد بباید شمرد

جد چو ترا داد کم و بیشِ خویش — بیش و کم ازوے نہ کمی و نہ بیش

بیش کن آنہا کہ زیزداں بود — کم کن ازانہا کہ نہ فرماں بود

چشمِ رعایت ز رعیّت مگیر — تا بودت ملک عمارت پذیر

عدل بود مایۂ امن و اماں — بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں

دادگری کن کہ ز تاثیرِ داد — بس درِ دولت کہ توانی کشاد

تا بزمانے کہ تو باد ابسے — نشنود آوازِ تظلّم کسے

دولتِ دنیا کہ مسلّم تراست — جانبِ دیں کوش کہ آں ہم تراست

دولتِ جاوید نبردہ است کس — نامِ نکو دولتِ جاوید بس

پیشہ نکوئی کن و از بد بترس — از بدِ کس نے ـ ز بدِ خود بترس

نیت خیرت اگر امروز خاست — وعدہ بفردا مفگن ـ کاں خطاست

یافتی از کشتِ ازل خوشۂ — راست کن از بہرِ ابد توشۂ

ترسِ خداوندِ جہاں کن بدل — تا ز خداوند نمانی خجل

کار چناں کن کہ بہنگامِ کار — از درِ یزداں نشوی شرمسار

چوں بوغا جہد کنی در جہاد — باش گراں جنبش و دیر ایستاد

کی داد دی ہے :-

چوں سخن رفت بسے داوری — دَور در آمد بہ نصیحت گری
داد نخستش بدعاے پناہ — کایزدت از حادثہ دار د نگاہ!
ریخت پس آں گاہ بمہرِ تمام — داروے تلخش ز نصیحت بہ کام
کاے پسر! از ملک و جوانی مناز — ناز بدو کن کہ شد او بے نیاز
خشم بہ ہر جرم میاور بکس — ز آتشِ سوزندہ نگہدار خس
چوں بگنہ معترف آید کسے — عفو نکو تر ز سیاست بسے
در حقِ آں کش بر خود داشتی — دیر خصومت شو و زود آشتی
ھر کہ زند در رہ اخلاص گام — کار برو کن بعنایت تمام
واں کہ بر آرد بخلافت سرے — سر بزنش پیش کہ گیرد برے
خُرد مبیں دشمنِ بد زہرہ را — آب دہ از زہرۂ او دہرہ را
دشمنِ خود خُرد نباید شمرد — در تہہِ دنداں چہ کند سنگِ خُرد؟
گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہِ تست — ہم بکَن آں خار کہ در راہِ تست
دشمن اگر دوست نماید بپوست — فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست
جاے مدہ دشمنِ کیں توز را — گوش مکن گفتِ بدآموز را
خاص کن آں را کہ خِرد ہست بیش — راہ مدہ بے خبراں را بخویش
گرچہ دلت ہست فراست شناس — گفتِ کساں نیز ہمی دار پاس

کیا گیا تھا جا بیٹھے۔

تنہائی کا وقت تھا مصالح ملک داری کی نسبت کچھ راز کی باتیں ہوئیں۔ باپ نے بیٹے کو سمجھایا کہ فلاں شخص تیرے چمنِ دولت میں زہریلا کانٹا ہے اُس کو جلد نکال کر پھینک دے اور فلاں شخص کو اپنا مشیر بنا۔ بیٹے نے باپ کی یہ نصیحت دل و جان سے سُنی اور گرہ باندھی پھر دونوں رخصتی معانقہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور باپ نے رو رو کر اپنا دردِ دل سنایا (ان خیالات کی ترجمانی طوطیِ ہند نے اپنے اشعار میں نہایت سوز و گداز سے کی ہے) آخر کار معانقہ کیا اور آنسو بہاتا اپنی کشتی پر سوار ہو گیا اُدھر کشتی چلی اِدھر کیقباد چیخیں مار مار کر رونے لگا جب کشتی نظر سے اوجھل ہو گئی تو گھوڑے پر سوار ہو اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوا خیمہ کے پردے چھُڑوا دیئے لوگوں کا آنا جانا بند کیا اور باپ کی یاد میں دن بھر پڑا روتا رہا۔

شب چو وداعِ مہ و سیّارہ کرد	صبح دم از مہر قبا پارہ کرد
کوکبۂ شرق سوے شرق تافت	لشکرِ مغرب سوے مغرب شتافت
سرورِ مشرق بوداعِ پسر	گریہ کناں کرد ز دریا گذر
خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ	چوترہ بایستہ آرام گاہ
خلوت ازیں گونہ کہ محرم نبود	ہیچ کس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بُد از مصلحتِ ملک راز	یک بدگر ہر دو نمودند باز

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک	صحبتِ آلودہ رہا کن بخاک
ہوش براں نہ کہ شوے ہوشیار	تا کہ بغفلت نزود روزگار
غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ	خوابِ شباں ست بلاے رمہ
شاہ بود از پئے پاسِ جہاں	خواب نشاید کہ کند پاسباں
چوں تو خوری بادہ کا فور بو	پس غمِ گیتی کہ خورد؟ خود بگو
پیشۂ تقویٰ است پسندیدہ فر	از ہمہ وز شاہ پسندیدہ تر
چوں ہمہ کس خدمتِ سلطاں کنند	ہر چہ ز سلطاں نگرند آں کنند
کوششِ پوشیدہ کن اندر شراب	تا نشود رکنِ شریعت خراب
شاہ بدیں گونہ بفرزندِ خویش	داد بسے زادِ نو۔ از پندِ خویش

ناصرالدین نے رو رو کر یہ نصیحتیں تمام کیں۔ آدھی رات ہوگئی تھی۔ قیام گاہ کو مراجعت فرمائی اور کہا کہ کل کوچ کا ارادہ ہے آخری وقت ملاقات کے لئے صبح پھر آؤں گا۔

وداعی ملاقات جدائی کی گھڑی آپہونچی۔ صبح دم دونوں لشکروں کا کوچ شروع ہوگیا۔ ڈیرے خیمے لدنے لگے ایک نے مشرق کی اور دوسرے نے مغرب کی راہ لی۔

ناصرالدین رخصتی ملاقات کے لئے دریا پار اترا۔ یہاں کیقباد پہلے ہی سے باپ کے انتظار میں کمر بستہ کھڑا تھا۔ دونوں ایک چبوترہ پر (جو اس ملاقات کے لئے مخصوص

آه! که صبر از دل و تن می رود   خونِ من از دیدهٔ من می رود

چوں شغبِ ناله ز غایت گذشت   گریه و زاری ز نهایت گذشت

یک نفسے زاں نمط از هوش رفت   کش سرِ فرزند ز آغوش رفت

واں خلفِ پاک هم از دردِ دل   خاکِ ره از گریه همی کرد گل

بسته دل و جاں بوفاے پدر   دیده همی سود بپاے پدر

اشک فشاناں بدلِ دردناک   مردمکِ دیده فتاده بخاک

هر دو بجاں شیفتهٔ یک دگر   دوخته بودند نظر با نظر

روے بهم کرده چنیں تا بدیر   هیچ نگشتند ز دیدار سیر

عاقبت الامر در آں اتفاق   چونکه ندیدند گزیر از فراق

هر دو رخِ خوں شده عنّاب رنگ   یک دگر آغوش گرفتند تنگ

رفت پدر پاے بکشتی نهاد   دیده رواں از مژه طوفاں کشاد

گریه کناں با دلِ بریانِ خویش   کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش

او شده زیں سو پسرِ دردمند   آه برآورد ببانگِ بلند

گریه همی کرد زمانے دراز   سوے پدر داشته چشمِ نیاز

رانده همی از مژه سیلابِ خوں   تا ز نظر کشتیِ شه شد بروں

دید چو خالی محل از شاهِ خویش   رخش رواں کرد به بنگاهِ خویش

رفت به لشکر درِ خرگاه بست   و آمد و شد را ز میاں راه بست

کاں چمن از خار[1] تہی کردنی ست   واں گلِ رنگیں بکف آوردنی ست

در حقِ ایں شو بکرم رہنموں   واں دگرے را بزمیں ریزخوں

آں ہمہ گفتارِ پدر کیقباد   دل نتواں گفت کہ درجاں نہاد

از پس آں ہر دو بپا خاستند   عذرِ بدو نیک ہمی خواستند

خستہ پدر از دلِ پرخون وریش   دست درآورد بدلبندِ خویش

نالہ ہمی کرد کہ اے جانِ من   جاں نہ از آنِ دگرے زانِ من

چوں تو شدی دل زکہ جوید ترا   دیں بکہ گویم؟ کہ بگوید ترا

بے خبرم بہرِ تو شب تا بروز   گر خبرت نیست چنینم مسوز

سوختہ شد جانِ غم اندوختہ   تا چہ شود؟ حالِ منِ سوختہ

کاش نبودی دو سہ روزی وصال   تا نشدے دیدہ اسیرِ خیال

اے زتو در دیدہ تاریک نور!   مردمیِ کن مشو از دیدہ دور

صبر مفرما کہ صبوریم نیست   دور ز تو طاقتِ دوریم نیست

گرچہ ترا ہم کششے در دل ست   آنچہ کہ من می کشم آں مشکل ست

چند کنی از پے رفتن شتاب   یک دمے از سوختگاں رو متاب

با تو اگر ہمرہیم مشکل ست   اشکِ منت ہمرہِ صد منزل ست

خامہ من زیں پس و تحریرِ دُر   اشکِ رواں بیکِ بیاباں نورد

---

[1] حضرت خسرو کے حسنِ اخلاق نے اُس شخص کا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مگر مورخین نے بالاتفاق بیان کیا ہے کہ ناصرالدین کی یہ آخری نصیحت ملک نظام الدین داربک کی نسبت تھی جو غصبِ سلطنت کی فکر میں تھا ۱۲

پائے ستوراں بزمیں در شدہ — گاوِ زمیں راسُمِ شاں سر شدہ
بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ — تنگی جو بود و فراخی کاہ

سلطان کیقباد دلّی پہونچا

سلطانی لشکر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دلی پہونچا تو کوکبۂ شاہی بڑی شان و شوکت سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ ہاتھی گھوڑے سوار پیادے تیغ زن تیر انداز نیزہ بردار علم بردار جلو میں۔ رایت دولت کا پرچم اُڑتا ہوا سلطانِ جم جاہ گھوڑے پر سوار۔ سر پر چتر سیاہ کا سایہ گرداگرد برہنہ تلواریں قطار در قطار۔ اِس دہوم سے سواری درِ دولت پر پہونچی۔ رخشِ سلطانی کے قدموں پر بہت سا زر و جواہر نثار کیا گیا۔ نقارے پر چوب پڑی شادیانے بجنے لگے مطربوں نے مبارک باد کا راگ الاپا۔ رقاصوں نے ناچنا شروع کیا۔ حضور والا گھوڑے کی باگ روکے یہ تماشا دیکھتے ہوے آہستہ آہستہ چل کر دولت خانے میں جا اُترے اُس وقت فرقِ مبارک پر رسمِ نثار ادا ہوئی زمین پر زر و گوہر کا فرش ہو گیا۔ بخیر و عافیت سفر سے واپس آنے کی خوشی میں کئی دن تک شاہانہ جشن کئے انعام و اکرام اور خیرات و مبرّات میں خزانے لٹا دیے۔

رخشِ طلب کردشہِ کام گار — شد بگہِ چاشت بدولت سوار
از روشِ پیل گراں تاکراں — سر بسرِ اندامِ زمیں شد گراں
صفِّ سیاہ از علمِ سرخ و زرد — نسخۂ[1] دیباچۂ نوروز کرد

---

[1] نسخہ کردن = نقل کرنا ۱۲

جامہ بغنیر یا دو فغاں می درید | جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید

کیقباد کی مراجعت دلّی کو

اودھ سے سلطان معزالدین کیقباد کے لشکر کا کوچ عین برسات کے موسم میں ہوا۔ آسمان پر گھٹا کا شامیانہ جنگل سبزہ زار دھان کے کھیت لہلہے باغوں میں آموں کی کثرت ندی نالے چڑھے ہوے۔ راہ رستے پانی کا تختہ بنے ہوے۔ گنگا کی گھاٹ تک یہی کیفیت تھی۔ کیچڑ پانی کی وجہ سے لشکر کے اونٹ گھوڑوں کی جان آفت میں تھی۔ منزل پر پہونچکر گھاس چارہ تو افراط سے ملتا لیکن دانہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب | چشمۂ خورشید فرو شد بآب
ابر سراپردہ ببالا کشید | سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید
تندیِ سیلاب ز بالاے کوہ | از شغب آورد زمیں را ستوہ
برق بہر سوے بتابے دگر | دشت بہر جوے بآبے دگر
شالی سرسبز ندانم زچیست | کآب گذشتش ز سر آنگاہ زیست
غوطۂ مرغابیِ رعنا بجوے | از سرِ طوفاں شدہ پایاب جوے[1]
آبِ رواں گشتہ بہر سایۂ | یافتہ از میوہ زمیں مایۂ
ابر دُر افشاں بسِشہِ دریا نوال | ابر کشِ خود راند بدار الجلال
آب فراخی ہمہ رہ تا بہ گنگ | آمدہ لشکر ہمہ از آب تنگ

---

[1] پایاب جوے۔ مرکب قافیہ ہے لفظ پایاب اور جوے بمعنی جوئیندہ ۱۲

کے بعد سلطان ناصرالدین کی وہ نصیحت جو بوقت وداع کی تھی

درحقِ ایں تو بجرم رہنموں	واں دگرے را بزمیں ریز خوں

یاد رکھی اور اس پر عمل کیا۔ بعض سرداروں کو قید کر دیا بعض دامن کوہ کی طرف بھاگ کر آوارہ ہو گئے۔

فیروز خاں خلجی کو شایستہ خاں کا خطاب دے کر اقطاع برن (بلند شہر) سپرد کئے گئے[1]۔

ملک نظام الدین اقطاع ملتان کے لئے نامزد ہوا۔ وہ بھی اس تغیر کی لِم سمجھ گیا جانے میں لیت ولعل کرتا رہا بعض مقربوں نے سلطان کے اشارہ سے کوئی چیز پلا کر اُس کا کام تمام کر دیا[1]۔

یہ شخص بڑا مدبر اور کارداں سردار تھا۔ مگر سلطنت کی ہوس اُس کے حق میں آخرکار زہر کا گھونٹ بن گئی۔

خسرو کی ملازمت کا حال بر سبیل اجمال

امیر صاحب دور معزی سے پہلے ملوک وخوانین کے ندیم اور درباری شاعر رہ چکے تھے اور ان کے کمال سخنوری کا شہرہ ایران و توران تک پہونچ لیا تھا۔

وہ اوّل اوّل ملک چھجّو کے ندیم دلی میں رہے پھر شہزادہ بغرا خاں کے ندیم سامانہ میں رہے اور اُس کے ہمراہ سفر بنگال کیا۔ جب یہ شہزادہ سلطانِ لکھنوتی بنایا

---

[1] تاریخ برنی وبدایونی ۱۲

شہ بتہِ چتر سیہ می چمید | اوّلِ شب صبح دوم می دمید
تیغ بہ پیرامنِ چترش قطار | ابر یکے قطرۂ آبش ہزار
بو د بیک جاے صفِ تیغ و تیر | ہم چو نیستاں بلبِ آب گیر
بانگِ روا رو کہ برآمد بلند | غلغلہ در گنبدِ گردوں فگند
کوکبۂ چوں فلک آراستہ | گردِ ظفر تا بہ فلک خاستہ
شاہ بدروازۂ دولت شتافت | داد بدروازہ کشادے کہ یافت
توسنِ شہ راز نثار ہنگناں | گشت مکلّل بجواہر عناں
کوس خبر کرد بگوش از خروش | وز خبرش بیخبری یافت گوش
نغمۂ مطرب زگلو گاہِ ساز | گوشِ نیوشندہ ہمی کرد باز
ماہوشاں چرخ زناں پای کوب | گشتہ بمو از رہِ شہ خاکروب
شاہ بنظّارۂ آں کارگاہ | نرم تریں راند فرس را براہ
نرم ہمی راند و عناں می کشید | تا بشرف خانۂ دولت رسید
بسکہ فشانند زہر سو نثار | فرشِ زمیں شد ز دُرِ شاہوار
جشنِ فریدون و طرب گاہِ جم | تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم
از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج | خواستہ می داد وہمی بُرد رنج

ملک نظام الدین کا انجام

امیر صاحب نے تو کیقباد کو دلّی پہونچا کر مثنوی کا قصّہ ختم کر دیا ہے مگر تواریخ[1] سے ثابت ہی کہ کیقباد نے دلی پہونچنے

[1] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

بانگِ ندیمانِ قصیدہ سرا　　بازرسانیدہ سخن بر سما

اس مجلس میں کہ دونوں بادشاہ و ملوک و اُمرا موجود تھے شعرا نے اپنے قصیدے سنائے غالباً طوطیِ ہند نے بھی اپنا قصیدہ سنایا ہوگا۔ اس قصیدہ کے منتخب اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

قصیدہ

زہے! ملک خوش چوں دو سلطاں یکے شد　　زہے عہد خوش چوں دو پیماں یکے شد

دو چیز از دو سو سر برآورد از در　　زمیں زاں دو ابرِ دُر افشاں یکے شد

پسر بادشاہ و پدر نیز سلطاں　　کنوں ملک بیں چوں دو سلطاں یکے شد

زبہرِ جہاں داری و بادشاہی　　جہاں را دو شاہِ جہاناں یکے شد

یکے ناصرِ عہد محمود سلطاں　　کہ فرمانش در چار ارکاں یکے شد

دگر شہ معزّ جہاں کیقبادے　　کہ در ضبطش ایران و توراں یکے شد

بدیو و پری گوے اے باد! کاینک　　دو وارث بملکِ سلیماں یکے شد

کنوں روے در چیں نیارند ترکاں　　بہندوستاں چوں دو خاقاں یکے شد

بروں شد دوئی از سرِ ترک و ہندو　　کہ ہندوستاں با خراساں یکے شد

بصد میہمانی صلا داد عالم　　چو بر خوانِ شاہی دو مہماں یکے شد

خان جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت ملی	امیر صاحب اِسی مثنوی میں فرماتے

گیا تو امیر صاحب ترک ملازمت کر کے دلّی واپس چلے آئے بعد ازاں قاآنِ ملک سلطان محمد خاں کے پاس دربار ملتان میں رہے جس معرکے میں سلطان محمد خاں شہید ہوا خسرو اسیر مغل ہو گئے اس قید سے کسی طرح رہا ہو کر دلّی آئے پھر اپنی والدہ اور عزیزوں کے ساتھ پٹیالی چلے گئے اور وہاں اُس زمانے تک مقیم رہے کہ سلطان معزالدین کیقباد تخت نشین ہوا اور اُس نے امیر صاحب کو دلّی بلایا لیکن اس اندیشہ سے کہ ملک نظام الدین ان کا مخالف تھا دربار معزّی میں جانا خلاف مصلحت سمجھا اور اس خطرہ سے بچنے کے لئے حاتم خاں خان جہاں کے پاس چلے گئے اور اُس کی ندیمی اختیار کر لی۔

حاتم خاں خان جہاں سلطان بلبن کا مولازادہ اور نامور سردار تھا۔ یہ امر تحقیق نہیں ہوا کہ جس وقت خسرو خانِ جہاں کے دربار میں گئے تو وہ کہاں تھا؟ اور کس عہدہ پر تھا؟ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ اودھ ہی میں کسی عہدہ پر تھا اور اودھ کے مجمع میں وہ اور اُس کے ساتھ خسرو بھی موجود تھے قصائدِ خسرو میں ایک قصیدہ ہے جو دربار اودھ کی تہنیت میں انشا کیا گیا ہے اِس قصیدہ سے بھی خانجہاں اور خسرو کا اس موقع پر موجود ہونا قرینِ قیاس ہے۔

سلطان ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں امیر صاحب فرماتے ہیں۔

صفِّ حریفاں ز دو جانب قطار | ہر یک از ایشاں ملک نامدار

یں بیقرار تھا مگر خانِ جہاں کے احسانات نے اُن کے لب پر مُہر خاموشی لگا رکھی تھی۔

آخر کار خان جہاں سے والدہ کی تاکید اور اپنی حالت عرض کی اُس نے بخوشی دل جانے کی اجازت دیدی اور دو کشتیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی بطور زادِ راہ پیش کیں۔

من زپئے شرمِ خداوندِ خویش | رفتہ زجائے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیرزنِ سبحہ سنج | ماندہ بدہلی ز فراقتم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار | سوختہ ز داغِ منِ خام کار
در غم و زاری زجدا ماندنم | نامہ نویساں زپئے خواندنم
گرچہ دلم ہم زغمش بود ریش | چندگہے راہ ندادم بخویش
چوں کششِ سینہ زغایت گذشت | ق | باعثۂ دل زنہایت گذشت
حالِ خود و نامۂ امّید وار | باز نمودم بخداوندگار
داد اجازت برضائے تمام | تا نہم اندر رہِ مقصود گام
خسروِ رہم زاں کفِ دریا اثر | گرم رواں کرد دو کشتیِ زر
تا زچناں بخششِ مفلس پناہ | شکر کناں پائے نہادم براہ

خسرو کی روانگی اور دلی پہونچنا | اب خسرو کمرِ ہمت باندھ کر اودھ سے چل کھڑے ہوئے۔ غم مادر زادِ سفر ہے اور شوقِ وطن بدرقۂ راہ چلتے چلتے ایک مہینے

ہیں کہ جب لشکر کیقباد اودھ سے واپس چلا اور کنت پور کی حد میں پہونچا تو خان جہان کو اقطاع اودھ کی حکومت عطا ہوئی خسرو تو پہلے ہی سے اُس کے ملازم تھے اور وہ ان کا بڑا قدر دان ومحسن تھا اِس لئے اُس کے ساتھ اودھ میں رہنا پڑا۔

با عَلَمِ فتح دراں راہِ دور	سایہ فشاں شد بحدِ کنت پور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز	گشت باقطاعِ اودھ سرفراز
از کفِ جود و کرمِ حق شناس	کرد فراہم سپہِ بے قیاس
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں	کرد کرم آنچہ کہ بد پیش ازاں
تا زچناں بخششِ خاطر فریب	بندہ شدم لازمۂ آں رکیب
در او دم بُرد ز لطفے چناں	کیست کہ از لطف بتابد عناں؟
غربت از احسانش چنانم گذشت	کم وطنِ اصل فراموش گشت
در اودھ از بخششِ او تا دو سال[۱]	ہیچ غم و نالہ نبود از منال[۱۲]

خسرو کی رخصت دربار خان جہاں سے

امیر صاحب کو وطن سے جدا ہوے قریب دو سال کے ہو گئے تھے مادر مہربان اُن کے فراق میں بے تاب تھیں پیہم خطوط بھیجتی تھیں کہ جلد آو۔ اُن کا دل بھی وطن کی یاد

---

[۱] اِس شعر میں قیام اودھ دو سال بیان کیا ہے لیکن یہ عرصہ کیقباد کی روانگی کے بعد سے اگر شمار کیا جاے تو حساب بالکل غلط بیٹھتا ہے۔ البتہ ۶۸۶ھ سے دو سال شمار ہوسکتے ہیں جبکہ خسرو خان جہاں کی ملازمت میں داخل ہوئے ہیں ۱۲

خسرو دربار معزی میں

خسروِ شعرا کو دلّی پہونچے دو ہی دن گذرے تھے کہ سلطان معزالدین کیقباد کو اُن کے آنے کی خبر لگی فوراً حاجب سلطانی دوڑا آیا کہ چلئے حضور نے یاد فرمایا ہے۔

یہ اُٹھے اور چلنے کی تیاری میں مصروف ہوئے اسی روا روی میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی مرتب کرلیا۔

مجلس خانۂ سلطانی میں پہونچکر آداب بجالائے مگر دل میں دھکڑ پکڑ تھی (شاید اس خیال سے کہ پٹیالی میں جو فرمانِ طلب پہونچا تھا اُس کی تعمیل نہیں کی تھی) خیر! قصیدہ جیب سے نکالا اور بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔

قصیدہ

منت ایزد را کہ شہ بر تختِ سلطانی نشست ۔۔۔ در دماغِ سلطنت بادِ سلیمانی نشست

شہ معزالدین والدّنیا کہ از دیوانِ غیب ۔۔۔ نامِ او بر نامۂ دولت بعنوانی نشست

کیقباد آں گوہرِ تاجِ کیاں کز زخمِ تیغ ۔۔۔ باج از ایراں بستد و بر تختِ تورانی نشست

بخت را بنمود کایں پیشانیِ دولت کراست؟ ۔۔۔ تاج زرینش کہ بر بالاے پیشانی نشست

قصہ دریا نگر بر گوہرِ والاے خویش ۔۔۔ تا بگستاخی چرا بر تاجِ سلطانی نشست

بر سرش چوں سائباں شد چتر می گفت آسماں ۔۔۔ سایہ را دیدی کہ با خورشیدِ نورانی نشست

تیر نتواند بعالم دیدن اکنوں آفتاب ۔۔۔ چوں ز چترش عالمے در ظلِّ سلطانی نشست

انس و جاں از مہر گردوں در خیالِ افتادہ اند ۔۔۔ مہرِ او تا در خیالِ انسی و جانی نشست

میں دلّی پہونچے وطن کے درو دیوار کو دیکھکر اور دوست آشناؤں سے ملکر دل باغ باغ ہوا۔

پیاری اماں کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اُس غم زدہ نے رو رو کر پیار کیا کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی۔ بیٹے کے بخیر و عافیت پہونچنے کی منت مان رکھی تھی اب مراد پوری ہوئی تو وہ منّت بھی پوری کی۔

شوق کشاں کرد گریبانِ من — گریہ زدہ دست بدامانِ من
حالِ خوں کرد غمِ مادرم — زاد ہمیں بود براہ اندرم
قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز — بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز
یک مہِ کامل بکشیدم عناں — راہ چنیں بود دوش آنچناں
ہم چو مہِ عید خوش و شاد بہر — در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر
خندہ زناں ہمچو گلِ بوستاں — چشم کشادم برخِ دوستاں
مرغِ خزاں دیدہ بہ بُستاں رسید — تشنہ بسر چشمۂ حیواں رسید
مُردہ دل از حالِ پریشانِ خویش — زندہ شد از دیدنِ خویشانِ خویش
دیدہ نہادم بہزاران نیاز — بر قدمِ مادرِ آزرم ساز
مہربان ۱۲
مادرِ من خستۂ تیمارِ من — ق چوں نظر افگند بدیدارِ من
پردہ ز روئے شفقت برگرفت — اشک فشاناں سرِ من در گرفت
داد سکونے دلِ آشفتہ را — کرد وفا نذرِ پذیرفتہ را

خاستم و برگِ شدن ساختم　　محمدتے تازہ بپرداختم
رفتم و رُخسارہ نہادم بخاک　　تن ادب آموز و دل اندیشناک
نقشِ طرازیدہ (قصیدہ مدحیہ) کشادم زبند　　کردمش انشاء (پڑھنا) و بہ بانگِ بلند
شہ چو دُرِ چیدۂ من دیدہ تر　　مُہرہ بچید از نُدمائے دگر
داد باحسان رہی بر درم　　جامگی (تنخواہ) خاص و دو بدرہ درم

کیقباد کی فرمایش جب بادشاہ اپنے بذل و کرم سے خسرو کو ممنون کر چکا تو اِن کے کمال سخنوری کی ستایش کے بعد کہا کہ تمہارے فن سے ہماری بھی ایک غرض متعلّق ہے اگر تم فکرِ سخن کرو تو ہماری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ پھر ہم بھی اس کا اتنا صِلہ دیں گے کہ آیندہ طلبِ مال و زر سے بے نیاز ہو جاؤگے۔ خسرو نے عرض کیا کہ حضور والا! میں تو یہی ٹوٹی پھوٹی فارسی جانتا ہوں اگر اس سے وہ غرض پوری ہو سکے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا سلطان نے کہا "میری خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف گوارا کر کے میری اور میرے باپ کی ملاقات کا حال اور جو ماجرا میرے اور اُن کے درمیان گذرا ہے ایسی سحر بیانی سے نظم کرو کہ باپ کی مفارقت جس وقت مجکو پریشان کرے وہ نظم پڑھ کر دل کو تسلّی دے لیا کروں"
اتنا کہہ کر خازنِ دولت کو اشارہ کیا وہ خسرو کو اپنے ساتھ لے گیا اور اشرفیاں اور خلعتِ شاہانہ دیا۔

گفت کہ "اے ختمِ سخن پروراں!　　ریزہ خورِ خوانچۂ تو دیگراں

تا غبار بادپائش چشمِ جاں را سرمہ داد | خاک را بر منتِ ہر دیدہ تابانی نشست
از زبانِ تیغ تا از بہرِ سر ہا شانہ ساخت | در سرِ ہر کس کہ بد موئے پریشانی نشست
روز ہیجا از خیالِ ناوکِ ترکانِ او | نیستانی در دلِ شیرِ نیستانی نشست
در دلِ بدخواہ پیکانش کہ از خوں لعل گشت | گوئیا در سنگِ خارا لعلِ پیکانی نشست
ابر دستا! داد در دستت خدا تیغے چو آب | تا غبارِ کافر از راہِ مسلمانی نشست
چوں بہ تختِ سلطنت بنشستی از حکمِ ازل | تا ابد بنشیں کہ آنجا ہم تو میدانی نشست
زاں کمرہائے مرصع کز تو پر بستند خلق | ہر بزرگے تا کمر در گوہرِ کانی نشست
ابر صد بار آبروئے خویش را بر خاک ریخت | پیشِ ابرِ دستِ تو کاندر دُر افشانی نشست
بر درِ قصرِ چو فردوسِ تو رضوانِ بہشت | شاخِ طوبیٰ را عصا کردہ بدربانی نشست
دید قصرِ شاہ را با برجِ جوزا ہمسر | بندۂ خسرو چوں عطارد در ثنا خوانی نشست

چشمِ تو بیدارِ دولت باد تا از عونِ بخت!
جملہ بیداراں بخسپند و تو بتوانی نشست

بادشاہ کو ان کا کلام ایسا پسند آیا کہ تمام شعرائے دربار اُس کی نظر میں ھیکے پڑ گئے از راہ بندہ پروری اِن کا وظیفہ مقرر کیا اور دو بدرے درم کے نقد عنایت فرمائے اور اپنے ندیمانِ خاص کے زمرے میں منسلک کر لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

بعد دو روزے کہ رسیدم زراہ | زآمدنم زود خبر شد بشاہ
حاجبے آمد بشتابِ بندگی | داد نویدم بصفتِ بندگی

کنج عزلت اختیار کیا اور سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ یار و مددگار تھے تو یہی قلم دوات اور کاغذ۔ ۳۶ سال کی عمر تھی اور فکر سخن کا دریا جوش و خروش پر۔ تین مہینے تک شب و روز محنت کر کے مثنوی کا خاکہ کھینچ لیا اور تین مہینے اس کی کتابت و آرایش و پیرایش میں صرف کئے۔ غرض کہ چھ مہینے میں اس مثنوی کو سلطان معزالدین کیقباد کے مطالعہ کے قابل بنا دیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور سنہ ۶۸۸ھ۔

از درِ شہ با ہمہ شرمندگی — آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ از بارِ گہر گردنم — فرض شدہ خدمتِ شہ کردنم
گوشہ گرفتم ورقِ دل بدست — عقل سراسیمہ و اندیشہ مست
روے نہاں کردم از ابنای جنس — نے علیم بلکہ خود از جنّ و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود — آتشِ طبعم بقلم داد دود
چوں بتوکّل شدم اندیشہ سنج — سینۂ خاکیم بروں داد گنج
ہمّتِ مردانہ بہ بستم بکار — ریختم از خامہ دُرِ شاہوار
بازنیاسود قلم تا سہ ماہ — روز و شب از نقش سپید و سیاہ
تا ز دلِ کم ہنر و طبعِ سست — راست شد این چند خطِ نادرست
ساختہ گشت از روشِ خامۂ — از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ
در رمضان شد بسعادت تمام — یافت قِران نامۂ سعدین نام
آنچہ بتاریخ ز ہجرت گذشت — بود سنہ شش صد و ہشتاد و ہشت

از دلِ پاکت کہ ہنر پرورست | ہمت ما را طلبے در سرست
گر تو دریں فن کنی اندیشہ چیست | از تو شود خواستۂ من درست
خواستہ چنداں کہ رسانم ز گنج | کز پئے خواہش نبری ہیچ رنج"
گفتمش "اے تاجورِ جم جناب! | بخت ندیدہ چو تو شاہے بخواب
من کہ بُوم داعی مدحت طراز | تا چو توے را بمن آید نیاز
باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے | ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
حاصلم از طبع گرۂ و فکرِ سست | نیست مگر پارسیِ نادُرست
گر غرضِ شاہ برآید بداں | دولتِ من روے نماید بداں"
گفت "چناں بایدم اے سحر سنج! | کز پئے من روے نہ پیچی ز رنج
جسمِ سخن را بہنر جاں دہی | شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی
نظم کنی جملہ بسحرِ زباں | قصۂ من با پدرِ مہرباں
تا اگرم ہجر در آرد زپاے | آیدم از خواندنِ آں دل بجاے"
ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود | از نظرِ لطف اشارت نمود
بُرد مرا خازنِ دولت چو باد | مُہرِ زر و خلعت شاہا نیم داد

تصنیف مثنوی چونکہ یہ الطافِ شاہانہ بغیر سابقہ خدمت تھے اِس لئے خسرو شرمندۂ احسان ہوکر بارگاہ سلطانی سے اپنے گھر آئے اب تو جو خدمت سپرد ہوئی تھی اُس کی بجا آوری فرض ہوگئی۔

تین ہزار نو سو چوالیس بیتیں ہیں۔ ناظرین سے درخواست کی ہے کہ ان میں سے کوئی بیت کم نکریں کیونکہ اس شخص کو بڑی تکلیف ہوتی ہے جس کا فرزند گم ہو جاتا ہے:۔

من چو نکردم عددش از نخست	گم شد و سرمایہ نماندش درست
گشت ضرورت کہ کنونش بعقد	بستم ودادم بامینانِ نقد
تا چو دریں بنگری اے ہوشمند!	بیش و کمش باز شناسی کہ چند
ورز جمل باز کشائی شمار	نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار
خواہمش از خامہ زنانِ گزیں	آنکہ نگردد رقمے کم ازیں
زانکہ خراشیدۂ مردم بود	آہ کسے اگرش خلفش گم بود

اس بیان سے یہ بھی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خاتمہ اختتام مثنوی سے ایک مدّت بعد لکھا گیا ہے۔

وصف نگاری وصف اشیا کی نسبت کہتے ہیں کہ "کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ صفات اشیا بیان کر کے اُس کا نام مجمعِ اوصاف رکھوں طرز سخن میں یہ ایک نئی ایجاد ہو گی چنانچہ اس مثنوی کے ضمن میں وہ خیال پورا کیا ہے آیندہ اِس مضمون پر قلم اُٹھانے کا ارادہ نہیں ہے"

بود در اندیشۂ من چندگاہ	کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آبش دہم	مجمعِ اوصاف خطابش دہم

سالِ من امروز اگر بر رسی — راست بگویم ہمہ شش بود و سی [۳۶]
زیں نمط آراستہ بکرے چو ماہ — باد قبولِ دلِ دانائے شاہ

خاتمۂ مثنوی خسرو نے اس مثنوی کا ایک طولانی خاتمہ لکھا ہے جو مختلف مضامین پر مشتمل ہی۔ اُس کے مطالعہ سے اس مثنوی کی نسبت اور حضرت خسرو کی عادات و اخلاق کے بارے میں بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان معلومات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:۔

اپنی محنت اس مثنوی کی تصنیف میں خسرو نے جو محنت اٹھائی ہے اُس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ یہ مضامین میں نے خون جگر پی کر اور پیشانی کا پسینہ بہا کر پیدا کئے یہ مجھکو ایسے عزیز ہیں کہ کبھی ان کو جگر میں رکھتا ہوں کبھی پیشانی پر جگہہ دیتا ہوں۔

کس چہ شناسد کہ چہ خوں خوردہ ام — کایں گہر از حقّہ برآوردہ ام
ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہُر — از خوے پیشانی و خونِ جگر
تا ہم از فکرتِ پہنانیش — گہہ بجگر گاہ بہ پیشانیش

تعداد اشعار مثنوی اس مثنوی کے اشعار کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے اوّل بار گنتی نہیں کی تھی اُن میں سے کسی قدر کم ہوگئے ہیں اب حساب کرکے امانت دار لوگوں کو ایک مثنوی سپرد کردی ہے اُس کے مقابلہ سے کمی و بیشی کا اندازہ ہوسکے گا۔

گرچہ شہ از بہرِ چنیں نامۂ | داد مرا گرمیٔ ہنگامۂ
نز پئے آں شد قلمِ سحر سنج | کز پئے ایں مار نشینم بہ گنج
من کہ نہادم ز سخن گنجِ پاک | گنج زر اندر نظرم چیست؟ خاک
گر دہدم تاجورِ سربلند | دُر نتواں باز بدریا فگند
ور نہ دہد زآنِ خودم رائگاں | رنجہ نکردم چو تہی مائگاں
یک جو ازیں فن چو بداماں نہم | دہ کنم آں را و بصد تن دہم
شیرم و رنج از پئے یاراں برم | نے چو سگِ خانہ کہ تنہا خورم
ایں ہمہ شربت نہ بداں کردہ ام | کآب ز دریاے کرم خوردہ ام
ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر | کس نفشاند بدو سہ بدرہ زر
ور دہدم گنجِ فریدوں و جم | ہدیہ یک حرف بود۔ بلکہ کم

اس بیان سے منکشف ہوتا ہے کہ جس وقت تک یہ خاتمہ لکھا گیا سلطان نے حسب وعدہ اس مثنوی کا صلہ نہیں دیا تھا مگر خسرو نے فردوسی کی طرح مذمت کا زہر نہیں اُگلا بلکہ صرف اپنا استغنا ظاہر کیا ہے۔

دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ خسرو میں صفت ایثار اعلیٰ درجے کی تھی فکر سخن کی محنت دوسروں کے فائدہ کی غرض سے گوارا کیا کرتے تھے۔

دزدانِ معنیٰ کی شکایت

پھر کہتے ہیں کہ "وصف نگاری میں جو میں نے تازہ مضامین پیدا کیے وہ میری ہی افکار کا نتیجہ ہیں اگلے شعرا کی تقلید نہیں ہے

باز تمامِ صفتِ ہر چہ ہست | شرح دہم معرفتِ ہر چہ ہست
طرزِ سخن را روشِ نو دہم | سکّۂ ایں ملک بخسرو دہم
آنچہ ز سر جوشِ دلِ نقشبند | ق | معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موے بمویش بہنر بیختم | پختہ و سنجیدہ در و ریختم
زیں پس اگر عمر بود چند گاہ | ق | کم ہوس آید بسفید و سیاہ
رنگِ زیادت ندہم خامہ را | سادہ تریں نقش کنم نامہ را
کانچہ ہمی شد بدلم خار خار | یافت دریں گلشنِ رنگیں نگار

صلۂ مثنوی سے استغنا

اس مثنوی کے صلہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ "بادشاہ نے صلۂ وافر کا وعدہ کرکے مجکو اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ مگر میں نے اُسکی طمع میں یہ مثنوی نہیں لکھی ہے میرا سخن بجاے خود ایک خزانہ ہے اُس کے سامنے گنجِ زر کی کیا حقیقت ہے اگر بادشاہ کچھ عطا کرے گا تو میں لے لوں گا۔ ندے گا تو مجھ کو کچھ پرواہ نہیں۔ شاعری کی بدولت مجھ کو جو صلہ ملتا ہے اُس کو وہ چند کرکے مستحقین میں تقسیم کر دیتا ہوں"

"اوّل مرتبہ جو بادشاہ نے کرم کیا تھا وہ بھی اس محنت کا معاوضہ نہیں ہوسکتا سب جانتے ہیں کہ اتنے موتی دو تین بدرہ زر کے مقابلے میں کون دیتا ہے۔ اگر سلطان مجھکو فریدوں و جمشید کا ساخزانہ بھی عطا فرماے تو میرے ایک حرف کا صلہ نہو گا میرا اصلی مقصد تو بقاے نام ہے جو کوئی اس مثنوی کو دیکھے گا مجکو یاد کریگا۔

آنکہ ورا ور سخن آوازہ بیش ۔۔۔ زخم زناں بروے زاندازہ خویش
ہر گل و خارے کہ رسد زیں خناں ۔۔۔ بے خوش ازاں گردم و نی رنجہ زاں
ہر چہ ستایش کندم مرد ہوش ۔۔۔ گرچہ بود راست نیارم بگوش
زانکہ چو زیں فن بعبر ورا و فتم ۔۔۔ ترسم ازیں مرتبہ دور او فتم
چرب زبانی نبود سود مند ۔۔۔ طفل بود کش بفریبی بہ قند
آنکہ شناسندہ ایں گوہر ست ۔۔۔ گر ہمہ نفریں کندم در خور ست

حسّاد کا ذکر — خسرو کی شہرت اور کلام کی خوبی دیکھ کر جو لوگ جلے مرتے تھے اُن کا ذکر بھی نہایت ٹھنڈے دل اور حکیمانہ انداز سے کیا ہے۔

باز کسے را کہ حسد رہ زند ۔۔۔ زخمہ دریں رہ نہ یکے دہ زند
گر مثل صد ہنر آرم زغیب ۔۔۔ ہیچ نگاہے نکند جز بعیب
صد سخنِ راست نگیرد بہیچ ۔۔۔ یک رقم کژ کند انگشت پیچ
گر بہ ازیں ہست گہر سفتنش ۔۔۔ عیب بود عیب کساں گفتنش
ور کم ازیں مایہ رسیدش زغیب ۔۔۔ طفلِ رہِ ماست ز طفلاں چہ عیب؟

مدح گوئی سے بیزاری اور محتشمانِ زمانہ کی شکایت — خسرو شعرائے دَورِ معزّی کے اُمرا پر سختی کے ساتھ لے دے کی ہے۔ مگر کسی خاص شخص پر حملہ نہیں کیا بلکہ عام شکایت ہے۔

تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ اِس عہد میں اکابر و معارف اور شریف النّفس اُمرا

مگر میں تازہ مضامین زبان پر لانے سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ لوگ سنتے ہی چوری کر لیتے ہیں اور لطف یہ کہ خود مجھ سے ہی اُس کی داد چاہتے ہیں میں شرماتا ہوں اور ان کی تعریف کر دیتا ہوں مگر وہ چور ہو کر بھی ذرا نہیں شرماتے "

هر صفتے را که برانگیختم | شعبدۂ تازه درو ریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس | در نزدم دست بحلوائے کس
دزد نیم خانہ بُرِ دیگرے | خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
هر چه که از دل دُرِ مکنوں کشم | زہرۂ آں نیست کہ بیروں کشم
زانکه نگہہ می کنم از هر کراں | ایمنیم نیست زغارت گراں
دزدِ متاعِ من و با من بجوش | شاں بزباں آوری و من خموش
نقدِ مرا پیشِ من آرند راست | من کنم احسنت کز آنِ شماست
شرم ندارند و بخوانند گرم | با من و من هیچ نگویم ز شرم
طرفه که شان دزدِ من از شرم پاک | حاجب کالا من و من شرم ناک

معارضین کا ذکر خسرو نے اپنے معارضین کا ذکر نہایت سنجیدگی و تحمّل کے ساتھ کیا ہے :-

آنکہ بنقصانِ خیالِ منند | جملہ گواہانِ کمالِ منند
بر هنر آید همه را گفت و بس | بے هنراں را نکند یاد کس
در سخن افتد همه را پیچ پیچ | چوں سخنے نیست چگویند؟ هیچ

پشت بخویم نہ پناہے زکس | چوں بخداوند کنم روے و بس

مثنویاتِ نظامی کی ثنا و صفت

امیر صاحب خواجہ نظامی گنجوی کو صنف مثنوی کا اُستاد کامل مانتے ہیں اُن کی مثنویات کی خوبیوں کے معترف ہیں اور اپنے لئے بہتر طریقہ نظامی کی تقلید خیال کرتے ہیں

در ہوسِ مثنویت در دل ست | حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست

در روشے کز تو نیاید مرو | گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر | وز دُرِ او سر بسر آفاق پر

پختہ ازو شد چو معانی تمام | خام بود پختنِ سوداے خام

بگذر ازیں خانہ کہ جاے تو نیست | ویں رہِ باریک بہ پاے تو نیست

گفتۂ او را شنو و گوش باش | گفتِ مرا بشنو و خاموش باش

سحر ورانے کہ درو دیدہ اند | خاموشیِ خویش پسندیدہ اند

مثنوی او راست ثناے بگو | بشنوش از دور و دعاے بگو

در ہوست می نگذارد عناں | می کشدت دل بخیالِ چناں

کوششِ آں کن کہ دریں راہ تنگ | زاں گلِ تر بوے دہندت نہ رنگ

سوزِ سخن را نہ بہ خامی طلب | پختگیش ہم ز نظامی طلب

وملوک عزلت گزیں ہو گئے تھے۔ سفلے دون ہمّت اور جاہ طلب بادشاہ کے مقرب اور کاروبار میں دخیل تھے یہ صاف گوئی خسرو کی دلیری اور اخلاقی جرات کی بیّن دلیل ہے۔

گرمی دل نیست چو حاصل مرا — سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تا کے دریں شیوہ بہ ننگے شوم — بے غرض آماج خدنگے شوم
نام گدائے کنم اسکندرے — خلعت عیسٰی فگنم بر خرے
محتشمانند دریں روزگار — مس بہ زراندودہ ناقص عیار
کوردل از دولت وکوتہ نظر — دولتِ شاں از دلِ شاں کورتر
گوش گرانے ہمہ ناموس جوے — سفلہ وش ودوں صفت وتنگ خوے
بے کرمے نام فروشی کنند — بے گہرے مرتبہ کوشی کنند
خوردہ بدرویشں نیاز ندیش — بیش رسانند بد انجا کہ بیش
گر برسانند (مثل) بر گدائے — یک درمے دہ طلبند از خدائے

پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:-

ایں سخن چند کہ بیخو است ست — شاعری نیست ہمہ راست ست
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ — جز بخدا یا بدرِ بادشاہ
ہر چہ نگفتم ز کسے باک نیست — زہر نخوردم غم تریاک نیست
نیّت آں دارم ازیں پس بہ راز — کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

امیر صاحب خود اپنی طرف سے خطاب کرتے ہیں :-

لیک اگر پندِ من آری بگوش ۔۔۔ مصلحت آن ست کہ مانی خموش
چل شد و در پنجہ ست آمد نشست ۔۔۔ پیش ببیں بیش کہ اُفتی بہ پست
نوبتِ تو بہ است گرانی مکن ۔۔۔ روئے بہ پیری ست جوانی مکن

لیکن اِس خاتمہ کا آخر صفحہ (جہاں اس مثنوی کی نسبت چند دعائیں مانگی ہیں اور سلطان کیقباد کے حضور میں اُس کی مقبولیت اور شہرت کی توقع ظاہر کی ہے) خاتمہ کی نسبت پھر اُلجھن پیدا کرتا ہے :-

بارخدایا ! منِ غافل بہ راز ۔۔۔ ق ۔۔۔ ایں ورقِ سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمالِ من ست ۔۔۔ عاقبت الامر و بالِ من ست
عفو کن آن را کہ رضائے تو نیست ۔۔۔ توبہ دہ از ہر چہ برائے تو نیست
چوں ز تو شد ایں ہمہ ناچیز چیز ۔۔۔ ہم تو کنی در دلِ خلقے عزیز
عیب شناساں بہ کمین من اند ۔۔۔ بے ہنراں حملہ بہ کینِ من اند
تو بکرم عیبِ منِ عیب کوش ۔۔۔ در نظرِ عیب شناساں بپوش
بو کہ برآرد بہ چنیں نامہ نام ۔۔۔ بر درِ شہ خدمتِ من والسلام

یہ اخیر شعر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ابھی سلطان کیقباد زندہ ہے - تو یہ اُسی زمانے کی تحریر ہے جب کہ مثنوی لکھی گئی ہے -

اِن اختلافات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خاتمہ کا آخر حصہ مثنوی کے

سوزِ تکلف خس و خاکستر ست　　چاشنیِ سوختگاں دیگر ست

غزلِ سعدی کی ثنا وصفت

امیر صاحب صنفِ غزل میں سعدی کے معتقد و مدّاح اور مقلّد ہیں۔

در غزلت یادِ جوانی دهد　　وز خوشیِ طبع نشانی دهد

تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند　　ہر چہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند

نوبتِ سعدی کہ مبادا کہن !　　شرم نداری کہ بگوئی سخن

اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ

اگر مصنّف نے کچھ تصریح نہ کی ہو تو عام دستور کی مطابق یہی خیال کیا جاے گا کہ خاتمۂ کتاب اور اصل کتاب کی تسوید کا ایک ہی زمانہ ہے۔ لیکن (تعداد اشعار مثنوی) کے عنوان میں ہم اپنا شبہ ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ خاتمہ مثنوی سے ایک عرصہ بعد کا معلوم ہوتا ہے۔

آگے چل کر ذیل کے اشعار صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت خسرو کی عمر چالیس ۴۰ سے گذر کر پچاس ۵۰ تک پہونچ گئی ہے مثنوی کہی تھی چھتیس ۳۶ سال کی عمر میں۔ تو خاتمہ چودہ برس بعد کا ہوا۔

مثنوی کا صلۂ موعود دینے سے باز رکھا۔ اگر دیا ہوتا تو خسرو علیہ الرحمۃ اُس کا ذکر شکریہ کے ساتھ دیباچہ غرۃ الکمال میں ضرور کرتے جہاں سلطان کیقباد کی وفات کا تذکرہ کیا ہی۔

کلام پر ایک نظر

اب تک ہم نے اس مثنوی کے اصل قصے اور اُس کے متعلقات پر نظر کی ہی۔ ابھی اس مثنوی کی نظم و ترتیب اور محاسن کلام کا مطالعہ کرنا باقی ہی یہ کام اب شروع کرتی ہیں وما توفیقی الا باللہ

خصائص مثنوی اس مثنوی کی ترتیب میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن سے شعراے عجم کی مثنویات خالی ہیں لیکن یہ خصوصیات لوازم مثنوی میں شمار نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ یہ خسروؒ کی جدت آفرینی ہی کہ اس مثنوی کو دلآویز بنانے کی غرض سے اختیار کی ہی۔

(۱) نظم عنوان (۲) تضمین غزل (۳) وصف اشیا

نظم عنوان مثنوی میں اکثر قصص، تاریخ، اخلاق، تصوف یا کوئی خاص بیان کیا جاتا ہی اور جب مضمون طویل ہوتا ہی تو اُس کی تقسیم فصول و ابواب یا داستانوں میں کیجاتی ہی اور ہر فصل یا داستان کا عنوان نثر میں ہوتا ہی۔ یہ قدیم دستور ہی۔ مگر خسرو نے اس مثنوی میں ہر داستان کا عنوان بھی نظم کیا ہی۔ اگر کل اشعار عنوان جمع کیجئے تو ایک قصیدہ ۷۳ شعر کا مرتب ہو جائے گا جس کی بحر مثنوی کی بحر سے مختلف ہی اور بحر ایسی اختیار کی ہی جس میں مضمون عنوان کی گنجائش بخوبی ہوسکتی ہی چند

ساتھ ساتھ لکھا گیا اور پہلا حصہ بعد میں اضافہ کیا ہوگا جب کہ خسرو علیہ الرحمۃ کی عمر ۵۰ سال کی ہو گئی تھی۔

کیقباد کا انجام۔ کیقباد جب اودھ سے روانہ ہوا تھا تو باپ کی نصیحتیں چند روز یاد رکھیں راگ رنگ کی تعطیل کر دی۔ تسبیح و مصلّا سنبھالا۔ مگر رباب نشاط کی فوج قاہرہ لشکر کے ہمراہ چلی آتی تھی جس نے ہفتہ عشرہ ہی میں سلطان کو مغلوب کر لیا۔ اور اثنائے سفر ہی میں توبہ ٹوٹ گئی[1] ؎

آفتِ زہد و توبہ شد ترک شرابِ خوارِ من ۔۔۔ یار گر اوست کے بود توبہ و زہد یارِ من

دلّی میں سامانِ شوق کی کیا کمی تھی۔ جو مشاغل پہلے تھے وہی اب تھے اس رندی و بادہ خواری نے عین جوانی میں اُس کو پیرِ ناتواں بنا دیا۔ عوارضِ جسمانی لاحق ہوئے۔ آخر کار لقوہ اور فالج نے حس و حرکت سے معذور کر دیا۔ کچھ عرصہ تک علاج ہوتا رہا۔

اوائل ۶۸۹ھ میں دم واپسیں آپہنچا اور اُس کی عبرت انگیز شمع زندگی گل ہو گئی اور سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے تُرکوں کے خاندان سے خلجیوں میں منتقل ہو گئی۔

یہ مثنوی کیقباد نے بڑے شوق سے تصنیف کرائی تھی۔ معلوم نہیں اس کی سیر نصیب ہوئی یا نہیں۔ غالباً مرض الموت کی تکلیفات نے اُس کو

---

[1] تاریخ برنی و بدایونی۔

شروع کر دیتے ہیں۔

تضمین غزل خواجہ نظامی سکندر نامے کی داستانوں کے آخر میں دو چار شعر خیالی ساقی کی مخاطبت میں لکھتے اور اس سے بادہ و پیمانے کی خواہش کرتے ہیں خسرو نے سلطان کیقباد کے اصلی ساقی و مغنی سے کام لیا ہی اور اسی کے ساتھ ایک حالیہ غزل بھی تضمین کی ہی۔

مثنوی میں غزل کا اضافہ:۔

دو تین غزلوں کے اشعار تو اصل قصے کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں چند دیگر غزلوں کے چیدہ اشعار مع ساقی نامہ و مغنی نامہ یہاں نقل کرتے ہیں:۔

۱۔ فصل دے یعنی موسم سرما کی صفت کے بعد ایک غزل اپنے حسب حال کہی ہی جس کے مقطع میں حسن طلب بھی ہی:۔

چاکر او گشتہ سکندر بہ رزم　　ساقیِ او خضر بہنگام بزم

بندہ زیادش بہمہ حال شاد　　وین غزل از حالِ منش دا دیاد

غزل

شد ہوا گرم کنوں آتش و خرگاہ کجاست　　بادۂ روشن و رخسارۂ دل خواہ کجاست؟

آتش اینک دل و می گریۂ خونین تنِ من　　خرگہ گرم و لے ماہ بخرگاہ کجاست؟

کتنا مضمون اس شعر میں چھپا یا ہی! یعنی میرا دلِ سوختہ آگ بن گیا ہی اور خون کے آنسو میرے لئے بجائے شراب ہیں اور میرا جسم گرم خیمہ کی مانند ہی مگر افسوس کہ

اشعار عنوان بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں ؎

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوند جہاں	بر سرِ نامہ زحید نوشتم عنواں
نامِ ایں نامہ والاست قرانِ السعدین	کز بلندیش لسعدین سپہرست قراں
در تضرع بدرِ حق کہ گنہگاراں را	داد بارانِ گنہ شوئے زغینِ غفراں
نعتِ سلطانِ رسل آنکہ مسیحا بدرش	پردہ داری ست نشستہ زپسِ شادرواں
وصفِ معراجِ پیمبر کہ لشب روشن شد	سرا سرا[1]ش ز زلفِ سیہِ مشک فشاں
۵- مدحتِ شاہ کہ نامش بفلک رفت چنانکہ	نقشِ آں داغ شدہ تنگِ تنگ زابرراں
در خطابِ شہِ عالم کہ بسلکِ خدمش	آیم و ایں گہر چند فشانم ز زباں
۶- صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم	ہست منشورِ دے از حرسہا اللہ نشاں
صفتِ مسجدِ جامع کہ چناں ست درو	شجرۂ طیبہ ہر سوے چو طوبی بجناں
صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعت سنگش	از پئے خنجرِ خورشید شدہ سنگ فشاں
۱۰ صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی	ریختہ دستِ فلک زرِ آبِ خضر صورتِ جاں

اس دسویں عنوان کے تحت میں اوّل توصفتِ شہر کی طرف بازگشت ہے جس کا بیان عنوان ہفتم میں بھی ہو چکا ہے- علاوہ بریں کئی اور مضمون بلا عنوان ہیں مثلاً صفت مردم شہر- کیقباد کی تخت نشینی- ناصرالدین کی لشکر کشی اور دیگر- اور یہ بات اور جگہ بھی پائی جاتی ہے کہ صفت نگاری کے بعد اصل قصے کو بلا عنوان

[1] اشارہ ہے اس آیۂ کریمہ کی طرف سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الخ لفظ اسریٰ جو اس آیت میں آیا ہے فعل ماضی ہے جس کا مصدر اسرا ہے جس کے معنی ہیں شب راہ رفتن- راتوں رات چلنا"

من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ ستم گشتم ‏ هنوز آں شہسوارِ من سرِ جولاں گری دارد

مسلماناں! نگہدارید بیچارہ دلِ خود را ‏ کہ تیراندازِ من مست ست و کیشِ[1] کافری دارد

توئی دیوانہ وش جاناں کہ داری سایۂ گیسو ‏ دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیب پری دارد

مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکند جانم ‏ نمی گوید "مکش" لیکن سخن در لاغری دارد

بہ بدنامی برآمد نامِ خسرو گرنہ پے دیدہ ‏ نہ یک تر دامنی دارد کہ صد دامن تری دارد

تردامنی کے معنی ہیں گناہ۔ اسی لفظ کو اُلٹ کر مقدارِ گناہ ظاہر کی ہے اور یہ کمال سخنوری ہے۔

۳۔ موسم خزاں کی صفت کے بعد ؎

چنگ نوازں بہ ہوا سرکشید ‏ چنگ نوازندہ نوا برکشید

گفت برآہنگ نمطہائے[2] تنگ ‏ ایں غزلِ نغز برآوازِ چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گُلِ گلزار برفت ‏ سرخ روئی زرخِ لالہ و گلنار برفت

(پت جھڑ کا موسم آگیا۔ گل و گلزار کا سامان رخصت ہوا۔ لالہ اور انار کے پھولوں کی سُرخی جاتی رہی)

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند ‏ صبر ہرچند کہ بود اندک و بسیار برفت

(اگرچہ دل کا خون بہت نکل چکا۔ پھر بھی تھوڑا باقی ہے۔ لیکن صبر تھوڑا بہت جو کچھ تھا وہ سب جاتا رہا یعنی بالکل نہیں رہا)

---

[1] کیش، مذہب و تیرداں۔ اس دوسرے معنی سے ایہام کیا ہے ۱۲ [2] نمط ہائے تنگ راگ کے باریک پردے ۱۲

کہ اس خیمہ کے اندر معشوق ماہرو نہیں ہے۔

دی ہمی رفت و ز بس دیدہ کہ غلطید بجا
گفت یارب کہ کجا پا نہم؟ راہ کجا ست

(وہ کل جاتا تھا اور بہت سی آنکھیں فرش رہ بنی ہوئی تھیں۔ بولا خدایا! کہاں پاؤں رکھوں؟ ان آنکھوں کے ہجوم میں تو رستہ ہی نہیں ملتا!)

مصرعۂ آخر میں جو تعجب ظاہر کیا ہے وہ نہایت پر لطف ہے ؎

ماہِ من! کور شد ایں دیدہ ز بیداری شب
آخر از زلف نہ پرسی کہ سحر گاہ کجا ست؟

(صبح کے انتظار میں رات بھر جاگتے جاگتے ہماری تو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آخر تو اپنی زلف سے کیوں نہیں پوچھتا کہ وقتِ سحر کہاں ہے؟ (یعنی) تیری زلفِ سیاہ نے یہ اندھیر ڈال رکھا ہے وہ سرکے اور تیرا رُخ تاباں کھلے تو صبح نمودار ہو)

عزمِ حج دارد خسرو ز پئے توبۂ عشق
توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجا ست؟

(خسرو کا ارادہ یہ ہے کہ حج کو جائے اور وہاں جا کر عشق سے توبہ کرے لیکن زادِ راہ تو یہی غمِ دل ہے (اس سے کیا گزارہ ہوگا) کوئی یہ تو بتا دے کہ بارگاہِ سلطانی کہاں ہے؟ (وہیں سے کچھ مانگ لونگا))

۲- جب کیقباد کے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی :-

جملۂ عالم بوفا جوئیش
خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

ایں غزل از مطربِ موزوں اصول
یافتہ در گوشِ ہمایوں قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد
دلِ من بُرد یار۔ امسال با جاں داوری دارد

اپنے آگے آگے لانا]

در بنیش کہ مست بود خفتنش مدہ | ہم ہمچنانش مست بنزدِ من آر خوش
من مستِ خوش حریفی اویم کہ آں حریف | سرخوش[1] خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش
سرو پیادہ[2] خوش بود اندر چمن ولیک | آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش
از وے خوش ست برشکنی[3] ہا براہِ ناز | وز خسروِ شکستہ فغاں ہاے زار خوش

۵- جس روز اسیران مغل کا قتل ہوا ہے اور بادشاہ نے جشن منایا ہے یہ غزل اُس قصّے کے ذیل میں تضمین کی ہے اور اشعار کا مضمون مقتولین کی زبان سے ادا کیا ہے۔

نورِ نشاط از افقِ جام تافت | شہ ز مے و مے ز لبش کام یافت
بادہمہ وقت بشادی و ناز | بادہ کش و خصم کُش و بزم ساز
گفت ہمی زہرہ بربط زنش | ایں غزلِ تر ز زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا زسر برہم | تیر بکشاے کز نظر برہم
آشکارا بکش کہ تا بارے | ہم ز سر ہم ز دردِ سر برہم
وہ کہ شب درمیاں کنم ہر دم | از تو روزے کہ اے پسر برہم

(اے لڑکے! جس روز تیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ اب تو شب درمیان ہے

---

[1] سرخوش جس کو تھوڑا نشہ ہو۔ مست جس کو زرا زیادہ نشہ ہو۔ سیہ مست جس کو بہت زیادہ نشہ ہو ۱۲

[2] سرو پیادہ چھوٹے قد کا سرو ۱۲ [3] برشکنی۔ مونھ پھیرنا۔ روٹھ جانا ۱۲

ہر چہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو — اندریں غارتِ غم۔ جملہ بیک بار برفت

(عقل کا سرمایہ جو کچھ میں نے عمر بھر میں تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا اس غم کی لوٹ میں دفعتہً سب غارت ہو گیا)

۴۔ صفتِ بہار کے تحت میں۔

شاہ دریں فصل بعشرت گری — با گل و بلبل بطرب گستری

مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست — ویں غزلش بردہ ببستے ز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش — وقتے[1] ست خوش بہار کہ وقت بہار خوش

در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا — مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش

ما ئیم و مطربے و شرابے و محرمے — جائے بزیر سایۂ شاخِ چنار خوش

اے باد! کاہلی مکن و سوے دوست رو — مارا بکن بآمدنِ آں نگار خوش

ذیل کے قطعہ بند اشعار میں بادِ صبا سے درخواست ہے کہ "تو میرے دوست کے پاس جا اور اس کو بُلا کر لا"

چیزے دگر مگوے و ہمیں گو کہ در چمن — سبزہ خوش ست و آب خوش و جوئبار خوش

گر نو ش کند ترا بجد سے کہ باز گرد — پیشش کن و بیار۔ مشو زینہار خوش

(اگر میرا محبوب تجکو بات بنا کر خوش کر دے اور کہے کہ واپس جا تو ہرگز خوش نہونا۔ بلکہ اس کو

---

[1] یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی اس کو خوش حالی نصیب ہو فعل (باد) یہاں سے محذوف ہے مثلاً "اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی"

کی نہ جنگ میں شریک ہوا۔ خدا نے گھر بیٹھے اُس بے وقوف بادشاہ کو فتح کی مسرت نصیب کی۔

۷۔ کیکاؤس اور کیقباد کی ملاقات کے بیان میں یہ غزل تضمین کی گئی ہے

ہر چہ بہ مجلس غزلِ تر زدند	جملہ بنامِ شہِ کشور زدند
بر درِ او مطرب فرخندہ فال	دور مبادا ز غزل و از غزال[1]
با خوشیٔ دل چو شود بادہ کش	زیں غزلم گوش گرامیش خوش

غزل

بباغ سایۂ بدست و آب در سایہ	ازیں سپس من و جاناں و خواب در سایہ
بسایۂ خفتہ بُدم دے کہ یار آمد و گفت	چہ خفتۂ کہ رسید آفتاب در سایہ
چو پایۂ بند تو شد جان در آفتاب مگیر	مسوز جانم و باز آفتاب در سایہ
بگفتِ خسرو بکشائے زلف تا شنید	حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

۸۔ جس دربار میں ناصر الدین اور کیقباد کی ملاقات ہوئی ہے اُس بیان کے آخر میں:۔

چنگی او عقل فزائے جہاں	عاقلۂ عیش و نشاطِ شہاں
ایں غزل از تارِ ترنم سرائے	در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

---

[1] غزال۔ جوان رعنا ۱۲

(یعنی اس وقت تو رہائی ملی) کل کی بات کل دیکھی جائیگی)

غمِ خسرو بگویمت کہ اگر　　　　از رقیبانِ بے ہنر برہم

۶- جب خان جہاں مغلوں کو ہزیمت دے کر لاہور کی طرف سے واپس آیا ہی
اور کیقباد کو فتح کا مژدہ سُنایا ہی اُس موقع پر یہ غزل تضمین کی ہی-

زاوّلِ روزش بطرب تا بشام　　　　دور نشد مے زکف و لب زجام

گاہ بہر جرعہ گہر می فشاند　　　　گاہ بہر زمزمہ زر می فشاند

(کبھی شراب کے ایک گھونٹ پر کبھی راگ کے ایک ترانے پر لوگوں کو زر و جواہر انعام دیتا تھا)

عمرِ ابد باد بعیش اندرش　　　　ویں غزل اندر لبِ خنیاگرش

غزل

دوش ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید　　　　دل بمقصودِ خود المنۃ للہ برسید

آمد آں روشنیِ چشم و باستقبالش　　　　مردمِ دیدہ دواں تا بسرِ رہ برسید

آمد آں سادہ زنخ- برمنِ بیہوش زدآب　　　　بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

گریہ بر سوزِ منش آمد و بر سوختگاں　　　　ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید

خسروا اگر سد ابلہ بہشت ایں چہ عجب　　　　عجب آں ہیں کہ بہشتے تو ابلہ برسید

مقطع کے مصرعہ اولیٰ کا مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہی اھل الجنۃ
بلہ یعنی اکثر اہلِ بہشت بھولے بھالے آدمی ہونگے۔
مصرع ثانی بادشاہ کی حالت کے مناسب ہی کہ نہ کہیں دشمن پر چڑہائی

آفتِ زہد و توبہ شد ترک شرابِ خوارِ من ؟ | یار گر او ست کے بود توبہ و زہد یارِ من ؟
چوں تو سوار بگزری دیدہ گہر فشاں کنم | خواہ قبول و خواہ رد نیست بجز ایں شارِ من ؟

۱۱۔ خاتمہ مثنوی کے آخر میں :۔

در نظرِ شاہ مبادا کہن | ایں غزلم ختم بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد ؟ | پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد ؟
ایں خطِ پر ز مہر۔ بدلبر کہ می دہد ؟ | ویں دردِ سر بمہر بدرماں کہ می برد ؟
مائیم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق | ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد ؟
گفتم بباد۔ گفت کہ " دیوانہ گشتہ " | اندوہِ موربیشِ بسلیماں کہ می برد ؟
گفتی " نگاہدار بفرمانِ خویش دل " | " دارم۔ و لے بگوے کہ فرماں کہ می برد ؟
در دا کہ دل ز خسروِ بیچارہ می رود | و آگاہ نے ز بردنِ دل آں کہ می برد

مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند

غالباً مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند لگانا حضرت خسرو نے بھاشا کی شاعری سے اخذ کیا ہے۔ حضرت کو بھاشا کی شاعری میں بھی ایسی ہی دستگاہ تھی جیسی کہ فارسی شاعری میں۔

بھاشا کا شاعر آغاز داستان میں ایک دوہا یا چوپائی یا چھند لاتا ہے اور ختم داستان پر کبھی کبھی سورٹھا موزوں کرتا ہے اور اس رنگارنگی سے اُس کا مقصد

غزل

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد — آرزو مندِ نگارے بہ نگارے برسد

لذتِ وصل ندانند مگر آں سوختۂ — کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد

قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر — کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد

خسروا! یارِ تو گرمی نہ رسد خود میگو — بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ "آرے برسد"

۹- ناصر الدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں :-

بادلِ آئینہ اسکندرش — ق — بادۂ خوں رنگ صفا پرورش

داد مرا ایں غزلِ پرخیال — بر دلِ چوں آئینۂ او جمال

غزل

ز سرِ کرشمہ یکے گزرے بسوے من کن — بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن

من از آرزوت میرم دلت ارچہ نیست با من — تبکلف ار توانی شبے آرزوے من کن

منم و دلے و دردے زغمت چو ناتوانا — بزکوٰۃِ تندرستی گزرے بسوے من کن

۱۰- کیقباد نے ایک ذر مجلسِ نشاط دھوم دھام سے آراستہ کی ہے :-

شاہِ گراں سر زمۂ خوش اثر — باد! مبادا ش گرانی بسر

دست بیک زخمۂ مطرب برود — عود گراں سر بنوائے سرود

مجلسِ او زیں غزلم گشت مست — مست و گراں سر شدہ ہر کس کہ ہست

غزل

۷۔ صفت شہر نو و قصر نو
۸۔ 〃 فصل خزاں
۹۔ 〃 فصل بہاران
۱۰۔ 〃 موسم نوروز
۱۱ 〃 چترِ سیہ
۱۲ 〃 〃 لعل
۱۳ 〃 〃 سپید
۱۴ 〃 〃 سبز
۱۵ 〃 〃 گل
۱۶ 〃 دورباش
۱۷ 〃 تیغ
۱۸ 〃 کمان
۱۹ 〃 تیر
۲۰ 〃 رایت لعل
۲۱ 〃 موسمِ گرما
۲۲ 〃 خربزہ
۲۳ 〃 کشتی
۲۴ صفتِ اسپاں
۲۵ 〃 شب
۲۶ 〃 شمع
۲۷ 〃 چراغ
۲۸ 〃 سیر بروج
۲۹ 〃 اختر و طالع
۳۰ 〃 بادہ
۳۱ 〃 قرابہ
۳۲ 〃 صراحی
۳۳ 〃 پیالہ
۳۴ 〃 ساقی
۳۵ 〃 چنگ
۳۶ 〃 رباب
۳۷ 〃 نائے
۳۸ 〃 دف
۳۹ 〃 پردہ
پردہ شناسان

تفننِ طبع ہی کہ ایک ہی مضمون پڑھتے پڑھتے جی اُکتا نہ جائے۔

حضرت امیر خسرو نے آغاز داستان کے لئے قصیدہ کا شعر اور خاتمے پر غزل کا التزام کیا ہی۔ ہمارے نزدیک یہ جدّت طرازی نہایت پر لطف و بامزہ ہی مگر اس کی تقلید یک فنے شاعر کا کام نہیں۔ جو شاعر مثنوی، قصیدہ اور غزل ان ہر سہ اصناف میں یدطولیٰ رکھتا ہو وہی خسرو کی تقلید کر سکتا ہی علاوہ بریں حضرت خسرو کو اس مثنوی کا ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہی کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں۔ بلکہ اُس کی بزم عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہی۔ انوری کی طرح خسرو کو یہ شکایت ہرگز نہ تھی کہ

نیست معشوقے سزاوارِ غزل

وصف اشیا اِس مثنوی کی تیسری خصوصیت یہ ہی کہ اصل قصہ کے ضمن میں اشیا کی وصف نگاری موقع بموقع اتنی کی گئی ہی کہ اُن اوصاف کا حجم اصل قصہ سے بھی زیادہ ہوگیا ہی۔ اس کا اندازہ ذیل کی فہرست سے بخوبی ہو سکتا ہی۔

فہرست

۱۔ صفت حضرت دہلی	۴۔ صفتِ حوض
۲۔ " جامع	۵۔ " مردم دہلی
۳۔ " منارہ	۶۔ " آتش

ایک دل آویز مضمون ہے اِس کارنامے پر حضرت خسرو نے جو فخر کیا ہے بجا ہے:۔

آنچہ ز سر جوشِ دلِ نقشبند | معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موے بمویش بہ ہنر بیختم | پختہ و سنجیدہ در و ریختم
وصفِ نزاں گونہ شد از دل بروں | کاں دگرے را بدل آید کہ چوں

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

ہر صفتے را کہ برانگیختم | شعبدۂ تازہ درو ریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس | در نہ زدم دست بدامانِ کس
نیست ز کس لولوے لالاے من | ژرف بیں دُرّتہ دریاے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست | زانِ کسے نیست از آنِ من ست

وصف نگاری کا نقص

البتہ وصف نگاری کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہوا کہ اصل قصہ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ امیر صاحب نے اس نقص کو محسوس کیا اور خاتمہ میں اس کی معذرت اس طرح فرمائی ہے کہ اصل قصہ میں کچھ جان نہ تھی اس لئے وصف نگاری کی گئی مگر اس کی وجہ سے قصہ کی غرض فوت ہوگئی۔ یہ تکلف اس لئے کیا گیا کہ مثنوی میں ایک ندرت اور خوبی پیدا ہو۔ سو یہ عیب ایسا نہیں جس کو میں نے چھپایا ہو۔ بلکہ جو سب کہیں گے وہی میں خود کہتا ہوں:۔

چوں سخن از لطف لسانے نداشت | کالبدش صورتِ جانے نداشت

۴۰ صفت مائدہ خاص
۴۱ " بیرۂ تنبول
۴۲ " نغمہ گری زنانِ مطربہ
۴۳ " تاجِ مکلّل
۴۴ " تخت
۴۵ " پیل
۴۶ صفت صبح کلاہ سیاہ چتر سپید
۴۷ " چشمۂ خورشید
۴۸ " موسم باراں
۴۹ " قلم
۵۰ " مجبرہ (یعنی دوات)
۵۱ " کاغذ

امیر صاحب کو یہ خیال تو پہلے سے مرکوزِ خاطر تھا کہ اشیا کی وصف نگاری کریں اور اس کا نام بھی مجمع اوصاف تجویز کر لیا تھا۔ اب کیقباد کی فرمائش ہوئی تو یہ قصہ نہایت مختصر۔ اس میں اتنا پھیلاؤ ممکن نہ تھا کہ ایک معقول مثنوی مرتب ہو سکے۔ کوئی عام دلچسپی کا سامان بھی اس قصہ میں نہ تھا۔ لہٰذا خسرو نے اس مثنوی کو وصف نگاری کے ذریعہ سے نگارستان بنا دیا کہ شاہ و گدا سب کے لئے موجب انبساطِ خاطر ہو۔

دلّی اور دلّی کی عمارات کا، ہندوستان کے موسموں، پھولوں، پھلوں جانوروں اور اُس زمانے کی شاہی محفلوں کے تکلفات کا ذکر ہمیشہ کے لئے

صفت مسجد جامع

مسجدِ جامع کہ ز فیضِ آلہ — زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ
آمدہ در روے ز سپہرِ کبود — فیض زیک خواندنِ قرآں فرود
غلغلِ تسبیح بگنبد دروں — رفتہ ز نہ گنبدِ بالا بروں
ہر کہ سعادت بودش رہنمای — بر درِ او سر نہد آنگاہ پای

صفت منارہ

شکلِ منارہ چو ستونے ز سنگ — از پے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ
دیدنِ او را کلہ افگند ماہ — بلکہ فتادش کہ دیدن کلاہ
از پے بر رفتنِ ہفت آسماں — کردہ زمیں تا بفلک نردباں
مسجدِ جامع ز دروں چوں بہشت — حوض ز بیروں شدہ گوہر سرشت

صفت حوض

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ — آب گہر صفوۃ و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در سدِ کوہ آئینہ زآبِ حیات

یعنی سلطان شمس الدین التمش نے یہ حوض مستحکم پہاڑ میں ایسا بنایا تھا گویا آبِ حیات کا آئینہ ہے - یہ حوض حوضِ شمسی کہلاتا تھا :-

شہر گر از وے بنود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش
ور نخورد آبِ وے اندر زمیں — کے بزمیں در نخورد آب چنیں

وصف براں گونہ فرو راندہ ام | کز غرض قصّہ فرو ماندہ ام
خالِ تکلف زدمش بر جمال | نغز نماید مگر اندر خیال
عیب چناں نیست کہ بنہفتہ ام | کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
ہست اُمیدم کہ سخن پروراں | چوں نگرند از رہِ بینش دراں
عیب یکے نیست کہ جویند باز | چوں ہمہ عیب ست چگویند باز؟

اب وصف اشیا میں سے ہم "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کرتے ہیں:-

صفتِ حضرتِ دہلی

حضرتِ دہلی کنفِ[1] دین و داد | جنتِ عدن[2] ست کہ آباد باد!
ہست چو ذاتِ[3] ارم اندر صفات | حرسہا اللہ عن الحادثات
از سہ حصارش دو جہاں یک مقام | وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام
حصنِ برونیش ز عالم بروں | عالم بیرونش بحصن اندروں
حصنِ درونیش تو گوئی مگر | چرخ بزیرست و حصارش زبر
قبہ اسلام شدہ در جہاں | بستہ او قبۂ[4] ہفت آسماں
ساکنِ او جملہ بزرگانِ ملک | گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک
تختگہِ تاجورانِ بلند | گشتہ ز اقبالِ شہاں سربلند

---

[1] کنف۔ پناہ ۱۲ [2] نام ایک بہشت کا ۱۲ [3] ایک شہر تھا قوم عاد کا۔ اس شہر کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ یعنی ارم ستونوں والا ہے جس کی مانند شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ۱۲ [4] گنبد خیمہ ۱۲

قطرہ کہ شد ز ابر چکاں بر ہوا ۔۔۔ مہرۂ بلور شدہ در ہوا
ہر کہ شبے کرد گلیمے فراز ۔۔۔ کردہ باندازۂ آں پا دراز
وآنکہ ز اندازہ برون برد پائے ۔۔۔ سردی ایام نمودہ سزائے
گرم شدہ از مددِ جامہ مرد ۔۔۔ مردم بے جامہ بجاں گشتہ سرد
دکدکِ دندانِ برہنہ تناں ۔۔۔ چوں شغبِ چوبکِ چوبک[1] زناں

صفت آتش

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد ۔۔۔ دود برآمد ز نفس ہائے سرد

یعنی چونکہ آگ نے دل میں جگہ کرلی ہی اس لئے ٹھنڈی سانس سے دھواں نکلتا ہی یہ حسن تعلیل ہی کہ سردی کے سبب سے جو منہ سے بھاپ نکلتی ہی اس کا سبب یہ قرار دیا ہی کہ دل میں آگ نے جگہ کرلی۔ اور دل میں جگہ کرنا کنایہ محبت والفت سے ہی۔

گرچہ زبردستِ عناصر[2] نشست ۔۔۔ گشت بسر ما ہمہ را زیر دست
پختہ از و گشت ہمہ دیگِ مرد ۔۔۔ دیگ بسے پخت و لے خود نخورد
گاہ بہر خانہ وطن ساختہ ۔۔۔ گاہ بسے خانہ برانداختہ
خلق بہ پیش آتش و پنبہ ز پس ۔۔۔ خود بمیاں ماندہ چنیں دید کس؟

---

[1] چوبک ایک ڈنڈا اور ایک تختہ ہوتا تھا جس کو رات کے وقت چوکیداروں کا افسر اس غرض سے بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار ہوشیار رہیں۔ سو نہ جائیں ۱۲

[2] یہ قدیم خیال ہی کہ کرۂ نار سب سے بالا ہی۔ اس کے نیچے باد۔ اس کے نیچے خاک۔ پھر آب ۱۲

اس کا پانی زمیں میں جذب نہیں ہوتا۔ ایسا پانی زمین میں جذب ہونے کے قابل کب ہے؟ اور یہ امر واقعہ ہے کہ پہاڑ کی وجہ سے اس حوض کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا بلکہ بہکر جمنا میں جاگرتا ہے

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں | چوں تہش نیست زمیں آں ببیں
حوض نہ گویم کہ حبابے زنور | نورکزو دیدۂ بد باد دور!

اس کے بعد بغیر عنوان قائم کئے شہر کی صفت پھر شروع کر دی ہے۔ اور اسی کے ضمن میں مردم شہر کی صفت ہے۔

صفتِ مردم شہر

مردم او جملہ فرشتہ سرشت | خوش دل و خوش خوے چو اہل بہشت
ہر چہ ز صنعت ہمہ عالم ست | ہست در ایشاں و زیادت ہم ست
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند | اہل سخن خود کہ شمارد کہ چند
ہر طرفے سحر بیانے نوست | ریزہ چیں کمترِ شاں خسرو ست
پنج ہزار از ملکِ نامدار | لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

صفت فصل دے

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز | داد بشب رشتہ بغایت دراز
روز چناں تنگ مجال آمدہ | کش بگہِ چاشت زوال آمدہ
بستنِ یخ بود بہر بوستان | گرچہ نہ بُد برف بہندوستاں

صفت فصل خزاں

فصل خزاں چوں بچمن خانہ ساخت | باد رواں کرد بہ گلزار تاخت
جامۂ خود کردہ بنفشہ کبود | گشت چو صوفی بر کوع و سجود
سوختہ از آتش خود لالہ زار | گشتہ درونش ز خزاں پر غبار
ہر شجر باغ ز سر تا بُنہ | ماندہ ز بے برگی خود برہنہ
نرگس بے دیدہ رواں کور روش | خار عصا بادِ خزاں کورکش
ریختنی کرد درختاں ز سر | گشتہ زمیں پُر ز درمہاے زر
بر زمیں افتادہ بسے نازنیں | لرزہ کناں بر سرِ شاں یاسمیں
گرچہ ز کہہ لالہ نہاں کرد پے | لالۂ نو ساخت شہ از جامِ مے
گرچہ چمن بود پر از برگِ زرد | شاہ زمیں در تہ دینار کرد
گرچہ کہ بر بست ہوا سیمِ آب | شاہ کشادا ز کف خود سیمِ ناب
از کرم شہ کہ عدو سوز بود | فصلِ خزاں موسم نوروز بود

صفتِ فصل بہاراں

فصل بہاراں کہ علم بر کشید | ابر سرا پردہ برا ختر کشید
سکۂ گل چوں درم شہ زدند | سکہ بصد وجہِ موجہہ زدند
جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش | غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش
گل ز کرم زر دہد آں را کہ جست | وز پئے خود جامہ نسازد درست

قصرِ نو و شہرِ نو

یہ وہ قصر اور شہر ہی جو کیقباد نے کیلوکھڑی میں جمنا کے کنارے تعمیر کرایا تھا:-

قصر نہ گویم کہ بہشتے فراخ | رو فتہ طوبےٰ درِ او را لشاخ
بامِ سفیدش بفلک سود سر | گرد بخورشید سفیدی اثر
آیئنہ گشتہ زگچِ صاف خشت | دیدہ در و صورتِ خود را بہشت
ہر چہ کہ در آیئنہ بیند جواں | پیر دراں خشت بہ بیند ہماں

(یعنی اینٹوں پر ایسا چونہ گچ کیا گیا تھا کہ بہشت اس میں اپنی صورت دیکھتا تھا اور جو کچھ جوان آیئنہ میں دیکھتا ہی بوڑھا آدمی اُن اینٹوں میں دیکھ لیتا ہی)

یہ ایک عام مثل ہی جس کو اس قصر کی اینٹوں سے مخصوص کر دیا ہی۔ مثل یہ ہی "آنچہ پیر در خشتِ خام بیند جوان در آیئنہ نہ بیند" اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ اہل تجربہ تو جھٹ پٹ بات کی تہ کو پہنچ جاتا ہی اور نا تجربہ کار غور کرنے سے بھی نہیں سمجھتا۔

ہر چہ کہ نقاش بکِلک سو کشید | عکس بدیوارِ دگر شد پدید
طرفہ عروسے شدہ آراستہ | آیئنہ از آبِ رواں خواستہ

(یہ قصر و شہر نو تو بنی سنوری ہوئی دُلہن ہی اور جمنا کا پانی اُس کا آیئنہ ہی یعنی جمنا میں اس کا عکس پڑ رہا ہی)

کافرِ تاتار بروں از ہزار — گرد دگر گونہ بر اشتر سوار

روے چو آتش کلہ از پشمِ میش — آتشِ سوزاں شدہ با پشمِ خویش

سر تراشیدہ ز بہرِ قلم[۱] — زاں قلم انگیختہ خذلاں[۲] رقم

رخنہ شدہ طشتِ مس از زخمِ تنگ — دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

زشت تر از زنگ شدہ بوے شاں — پست تر از پشت شدہ روے شاں

چہرۂ شاں دبّہ[۳] نم یافتہ — جاے بجا کنجلک[۴] و خم یافتہ

بینیِ پُر رخنہ چو گورے خراب — یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب

موے ز بینی شدہ برلب فراز — سبلتِ[۵] شاں گشتہ بغایت دراز

کردہ زنخ شاں ز محاسن[۶] کنار — اہلِ زنخ را بہ محاسن چہ کار

از شپشاں[۷] سینہ سپید و سیاہ — کاشتہ کنجد[۸] بزمینِ تباہ

برتنِ شاں از سپشِ بے شمار — پشت چو کیمخت شدہ دانہ دار

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد — ہر ہمہ دندانِ[۹] خرد بے خرد

شتہ تعجب زاں ہمہ روہاے زشت — کایزد شاں ز آتشِ دوزخ سرشت

دیوِ سپید آمدہ ہر یک بروے — خلق بہ لاحول ز ہر جا بسوے

۱؎ کاٹے جانے کے لئے ۱۲ ۲؎ بے بہرگی ۔ بے نصیبی ۱۲ ۳؎ کپہ ۱۲ ۴؎ سلوٹ ۱۲
۵؎ مونچھ ۱۲ ۶؎ بال ۱۲ ۷؎ جوں ۱۲ ۸؎ تل ۱۲ ۹؎ کنایہ ہے احمق سے ۱۲

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ او آب شد از تابِ مہر
ہر گلِ بالا کہ دہد بوستاں — بیشتر ے ہست ز ہندوستاں
ویں گلِ ہندی کہ چمن کرد راست — نے بخراسان کہ بعالم نہ خاست
کیوڑہ ہر برگ چو سیمِ سپید — عود ازو سوختہ چوں مشک بید
ماندہ چو در جامہ شمیمش مقیم — جامہ نماند کہ بماند شمیم
یک گلِ بیل و دہِ دیگر دروں — گل ز گل و گل ز گل آید بروں
مولسری خُرد و بُزرگ از ہنر — خُرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور
بوے وے آں را کہ بمغز آرمید — بوے دگر گل کہ تواند کشید؟
چند نہ در شہر کہ در روم و روس — جمع شود بر سرِ شاہ و عروس
طرفہ گل چنپہ بعالم کہ دید؟ — کانِ زمرد کہ زر آمد پدید
کشت ز سرشف گلِ زرد وام داد — گل بزمیں گونۂ زر وام داد

زرد رنگ ۱۲ — قرض ۱۲

ہجوِ مغل

جب کہ بادشاہ کے سامنے اسیرانِ مغل پیش کئے گئے ہیں تو اُس موقع پر حضرت خسرو نے مغلوں کی ہجو دل کھول کر کی ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مغلوں نے اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا تھا اور مدت ہاے دراز تک اُن کے متواتر حملے ہندوستان پر بھی ہوتے رہے اس لئے مسلمانوں کو اُس قوم سے سخت نفرت تھی۔

ماہِ نوے[۱] کاصلِ وے از سال خاست | یک مہ نو گشت بدہ سال راست
ہم چو کماں پرخم و تیر از میاں | تیر ستادہ است کمانش رواں

(نو ۱۲ — نام درخت ۱۲)

پیشتر از مرغ پَرد در کشاد | بیشتر از باد رود روز باد
گرچہ بدریا گزرد بیش و کم | آب نباشد مگرش تا شکم
بگزرد از آب و سوارش بخواب | غرق نگردد چوں سوارانِ آب
باسبکی بار تواند کشید | از سبکاں بار کشیدن کہ دید؟

صفتِ اسپاں

تیز تگانے ہمہ تازی نژاد | چوں دمہ[۱] آتش و انبانِ[۲] باد
تیز تک و گوش چو پیکاں پدید | بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟
از ہنر آراستہ پا تا بفرق | گاہِ روش ابر، جستن چو برق
کوہ گراں لیک گراں سنگ نے | یک تکِ شاں جز بدو فرسنگ نے
از تکِ شاں یک رہ صرصر زدہ | باد بدیوار بسے سر زدہ
آبِ رواں از پئے صحرا گشت | باد صبا از پئے گلگشتِ دشت
پیکرِ آں راہ نوردانِ پاک | بادِ مجسم شدہ بر روئے خاک
تیزیِ خنگانِ[۳] محیط آزموں[۴] | آب بر از فلکِ نیل گوں

---

[۱] لوہاروں کی تانبے کی دھونکنی ۱۲ [۲] لوہاروں کی چمڑے کی دھونکنی ۱۲ [۳] سپید گھوڑا ۱۲
[۴] کادہ لگانے والا ۱۲

صفتِ موسمِ گرما

ہر دم صبحے کہ دما دم گرفت | آتشِ خورشید بعالم گرفت
شب شدہ چوں روزدے اندر گداز | روز چو شبہائے زمستاں دراز
خلق کشاں در پئے سایہ رخت | سایہ گریزاں بہ پناہِ درخت
جانبِ سایہ شدہ مردم دواں | سایہ بدنبالہ مردم رواں
خون برگِ مرد زبوں آمدہ | خوے شدہ از پوست بروں آمدہ
پائے مسافر برہِ گرم و دور | زآبلہ برقبہ چونانِ تنور
زآتشِ گرما کہ شد از سر جواں | آہوئے صحرا شدہ آہوئے خواں
باد زنہ باد بدستِ ہمہ | وز دمِ او باد بدستِ ہمہ
بر سرِ ہر میوہ زتابِ تموز[1] | مرغ شدہ پختہ خورد خام سوز

صفتِ خربزہ

خربزہ گوئی کہ بصحرا ؤ کشت | گوئے ربود از ثمراتِ بہشت
از مزہ گرد آمدہ درشے نبات | خام خضر۔ پختہ چو آبِ حیات

صفتِ کشتی

ساختہ از حکمتِ کار آگہاں | خانۂ گرد ندہ بگردِ جہاں
نادرۂ حکمِ خدائے حکیم | خانۂ رواں خانگیانش مقیم

---

[1] وہ موسم جس میں آفتاب بہت تیز ہوتا ہے ۱۲

روے چو در حملہ نہد گاہ کیں | زاد میاں حاملہ گردد زمیں
چوں جرسش در روش آواز داد | گنبدِ گردندہ صدا باز داد
بانگِ بلندش زدہ بار عد کوس | ابرِ بلندش بقدم داد بوس

ق

ہست سہ چیز آنکہ چو آرند پیش | بیش کشد دل چو ببینند بیش
بوزنہ و طفلِ سخنگوے و پیل | دیدہ ام ایں را بتجارب دلیل

(یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو جتنا زیادہ دیکھو اتنی ہی دلچسپی زیادہ ہوتی ہی - بندر باتیں کرتا ہوا بچہ اور ہاتھی - مجکو یہ بات تجربہ سے ٹھیک ثابت ہوئی ہی)

مقاماتِ مثنوی شعرا کا دستور ہی کہ مثنوی کے بعض مقامات پر زورِ طبع صرف کرتے اور اپنے فن کا کمال دکھاتے ہیں مثلاً حمد، نعت، معراج، مناجات، ثناے ممدوح، رزم، بزم، سراپا، وصال، فراق، چنانچہ خود مصنف رح نے بعض مقامات کی نسبت فخریہ کہا ہی -

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر | از خوے پیشانی و خونِ جگر
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز | ہمچو بلالے ست ببانگِ نماز
ہر رقمِ نعت رموزش عجیب | چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب
ہر غزلے دستۂ عشاق کش | پیش کہ بکشد ز دروں پردہ پیش
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع | بلکہ گزشتہ ز سماواتِ سبع

صفت بیرۂ تنبول

نادرہ برگے چو گلِ بوستاں | خوب ترین نعمتِ ہندوستاں
طرفہ نباتے کہ چو شد در دہن | خونش چو حیواں بدر آید زتن
خوردنِ آں بوے دہن کم کند | سستی دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد۔ گرسنہ در دم شود | گرسنہ را گرسنگی کم شود

(شکم سیر شخص پان کھاے تو بھوک لگاتا ہی اور بھوکا کھاے تو بھوک کو کم کرتا ہی)

سرخیِ رویش زسہ خدمت گرش | چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش | کہنہ شود بیش کند آبِ خویش

(اگرچہ نئے پان کی آبداری زیادہ ہوتی ہی مگر پرانے کی آب اور بھی زیادہ ہوتی ہی)

برگ کہ باشد بدرختاں فراخ | زود شود خشک چو افتد زشاخ
برگِ عجب بیں کہ گسستہ زبر | ازپسِ شش ماہ بود تازہ تر

صفت پیل

پیل چو کوہے کہ بود بے ستون | چار ستوں۔ زیر کہِ بےستوں
پیچش خرطوم بسانِ کمند | اژدرے[1] افتادہ زکوہِ بلند
در زمیں آنجا کہ سرا فراختہ | مار زسر۔ غار زپا ساختہ
کشتی عاج ست تو گوئی رواں | گشتہ دو گوشش زدو سو بادباں

---

[1] نام ہی ایک خاص پہاڑ کا ۱۲

ہستی ما نزدِ خرد اندکے ست وان ہمہ با نیستی ما یکے ست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہے اور وہ بھی ہماری نیستی کے برابر ہے)

یعنی ہماری ہستی عارضی ہے حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے نیستی کی برابر ہے۔

من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست؟

(میری ہستی سراسر نیستی ہے۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہے؟)

یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہے جو صفات و اسماے الٰہیّہ کا مظہر ہے۔ اس لئے بظاہر موجود نظر آتا ہے۔ لیکن وجودِ حقیقی جو لوثِ عدم سے مُنزّہ ہے وہ ایک عارضی موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نیست شناسندۂ ہستی مگر آنکہ درانیست ز ہستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہے تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی و حقیقی ہو)

مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ اپنا شناسا آپ ہے۔

ثابتِ مطلق بصفاتِ احد زندۂ باقی بہ بقاے ابد

(ذاتِ خدا ثابت ہے بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت یگانہ ہے اس کی حیات و بقا ابدی ہے)

بود در اوّل کس از و پیش نے ماند در آخر کس از و بیش نے

(وہی اوّل تھا۔ اُس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں)

اس مثنوی میں حمد، نعت، معراج کے مضامین نہ محض شاعرانہ بلکہ عارفانہ و محققانہ ہیں جس کی توقع ایسے ہی شاعر سے ہوسکتی ہے جو اصحاب حقیقت و ارباب معرفت سے ہو۔

اب ہم بعض مقامات کے اشعار جستہ جستہ پیش کرتے ہیں۔

حمد

واجبِ اوّل بوجودِ قدم　　　نے بوجودیکہ بود از عدم

(خدائے تعالیٰ کی ذات واجب اوّل ہے جس کی ہستی قدیمی ہے نہ ایسی ہستی کہ عدم کے بعد پیدا ہوئی ہو جیسی مخلوقات کی)

نور فزائے بصرِ دور بیں　　　دیدہ کشائے دلِ عبرت گزیں

(جو نگاہ دوربین ہے اس کو خدا نے ہی روشنی دی ہے اور جو دل کہ آثارِ قدرت کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے اس کی آنکھ خدا نے ہی کھول دی ہے)

رخشِ علل در رہش افگندہ سم　　　علت و معلول در و ہردو گم

(معرفت الٰہی کی راہ میں علتوں کا گھوڑا لنگڑا ہے کیونکہ اس راہ میں علت و معلول دونوں گم ہیں یعنی حکما جو علت و معلول کے طریقہ سے استدلال کرتے اور ذات حق کو علت العلل قرار دیتے ہیں اُن کا یہ طریقۂ عرفان ذات حق کے لئے محض ناکافی اور ہیچ و پوچ ہے)

کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او　　　در نبرد اِلّا کہ بتوفیقِ او

(حقیقتِ ذاتِ الٰہی کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا اور اگر کوئی پاتا ہے تو محض اُسی کی مدد سے)

(وہ آب و خاک کی آلودگی سے پاک ہے یعنی وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ جس طرح کا پاک اُس کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی پاک تر ہے)

دیدنِ او ہست ز مردم دروغ   تا ہم از و دیدہ نیابد فروغ

(لوگوں کی طرف سے اُس کے دیدار کا دعویٰ جھوٹ ہے جب تک اُسی کی طرف سے آنکھ کو روشنی نہ حاصل ہو)

یعنی ان آنکھوں سے اُس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ اُسی کے نور سے اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے رَأَیْتُ رَبِّی بِرَبِّیْ۔

دورِ زمیں را بزماں بار بست   دام و دد از وے باماں باز رست

(گردش زمین کو زمانہ سے وابستہ کردیا ہے یعنی کبھی دن ہے کبھی رات کبھی فصل بہار ہے کبھی موسم خزاں اور ان تغیرات کی وجہ سے جملہ حیوانات کو امن و آسائش حاصل ہے)

اس شعر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خسرو کے حکمائے معاصر اور ان سے بھی متقدم حکما گردش زمین کے مسئلہ سے واقف تھے گو یہ مسئلہ عام طور پر مسلم نہ تھا۔

ملا نور الحق ابن شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:-

"بعضے حکما گویند حرکت یومیہ از حرکت زمین ست یعنی فلک و کواکب برجائے خود ایستادہ اند و زمین حرکتِ دوریہ از مغرب بمشرق می کند و آنچہ بروست آنرا بخود ہمراہ میگرداند و از وے کواکب گاہ غارب و گاہ طالع نمایند۔ آں چناں کہ سوار کشتی را کہ

کرد خرد وحدتِ اورا سجود　　ثانیِ او ممتنع اندر وجود

(عقل نے اس کی یگانگی کو سجدے کئے۔ کیونکہ اُس جیسے دوسرے کی ہستی ناممکن ہے)

حکماے صوفیہ نے حضرات وجود تین قرار دیے ہیں :-

(۱) واجب الوجود

(۲) ممکن الوجود

(۳) ممتنع الوجود

(۱) واجب الوجود جس کی ہستی ضروری ہے۔ وہ وجود حق ہے۔

(۲) ممکن الوجود جس کی نہ تو ہستی ضروری ہے نہ نیستی۔ یعنی ہونا نہونا یکساں ہے اور وہ مخلوقات ہے۔

(۳) ممتنع الوجود جس کی ہستی محال ہے یعنی جس کا نہونا ضروری ہے۔ وہ ثانی ذات حق ہے۔

شرک نہ در مملکتش دست سائے　　خود نتواں بود بشرکت خدائے

(اُس کی حکومت میں شریک نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرکت کے ساتھ خدا تو ہو ہی نہیں سکتا)

آنکہ نہ گنجد بہ خیال و صُوَر　　چون؟ و چرا؟ کے کند آنجا گزر؟

(جو خیال و تصور ہی میں نہ سما سکے وہاں چون و چرا کا گزر ہی نہیں۔ یعنی اُس کی نسبت یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ کیوں ہے؟ کیسا ہے؟ کس لئے ہے؟

پاک ز آلودگیِ آب و خاک　　پاک تر از ہر چہ بگویند پاک

نورِ نخستش چو علم برکشید   شامِ عدم را سحر آمد پدید

(یعنی سب سے اوّل نور محمّدی ظاہر ہوا اور اُس نور سے معدومات پر فیضان وجود ہوا)

ہستی او تا بعدم خانہ بود   نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

از کرمش غرقۂ آبِ فنا   یافتہ در بحرِ بقا آشنا

بے خط و قرطاس ز علمِ ازل   مشکلِ لوح و قلمش گشتہ حل

(یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حروف و کاغذ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ازلی تھا۔ اسی سبب سے آپ کو لوح و قلم کی مشکلات سب حل ہوگئیں)

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت   علم بدل کرد و قلم را گزاشت

نعت کے ضمن میں قرآن مبین کے حق ہونے کی ایک مورخانہ دلیل بیان کی ہے کہ رسول کریم صلعم کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک سات صدیاں ہونے آئیں مگر فرمان خداوندی ہمارے پاس اُس سے زیادہ تازہ ہے جیسا کہ بوقت نزول تھا۔ اگر یہ دین متین (نعوذ باللہ) لغو ہوتا تو جیسے رسول اکرم صلعم اس جہان سے رحلت فرما گئے ایسے ہی کلام مجید کی عظمت بھی برقرار نہ رہتی کیونکہ جو آیات الٰہی نہیں ہوتیں اُن کا رواج ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

مدتِ ہفصد شد از و تا بما   تازہ ترست ایں خطِ والا بما

گر ز گزافے بُدے ایں رہ بپاے   او شد و ایں نیز نماندے بجاے

صلعم ۱۲

کہ چوں کشتی حرکت کند چناں در متخیلہ اش در آید کہ ساحل متحرک ست و در نفس الامر حرکت از کشتی ست۔ بریں مذہب زماں وابستہ بدور زمیں شد۔"

مناجات یہ مضمون بھی پر اثر اور عارفانہ ہے :۔

سوے خودم کش کہ الٰہی شوم | خازنِ گنجینۂ شاہی شوم
آں عمل آور زمن اندر وجود | کاں بتو ام راہ تواند نمود
آنچہ دلم را زتو دوری دہ است | دور ترک دار کہ دوری بد است
برمنِ رسوا شدۂ عیب کوش | عیب تو پوشی کہ توئی عیب پوش
من کہ بحکمِ تو دریں کارگاہ | از عدم ایں سو زدہ ام بارگاہ
جز توِ شناسندۂ ایں راز کیست؟ | کآمدن و رفتنِ من بہر چیست؟
بہ کہ چو آوردی و بازم بری | ہم بسوے خویش فرازم بری
سرّ مرا چوں ہمہ دانندۂ | باز رہانم کہ رہانندۂ
گرچہ تنِ من زپئے سوز راست | رحمتِ تو از پئے ایں روز راست
از عملِ خود چو نشینم خجل | ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل

نعت پیش روِ کوکبۂ انبیا[1] | کوکبش از منزلتِ کبریا
از حدِ ناسوت[2] بروں تاختہ | برخطِ لاہوت[3] وطن ساختہ

---

[1] انبوہ لشکر ۱۲ [2] عالمِ اجسام۔ ملکوت، عالم ارواح۔ جبروت، عالم صفات الٰہیہ ۱۲
[3] مقام ذات ۱۲

منزلے یافت منازل نورد | کیف وکم از راہ بروں برد گرد
پردۂ خویشی زمیاں خاستہ | مرتبۂ بے خودی آراستہ
چوں زمیاں رفتہ حجابِ خیال | بے حجبش جلوہ نمود آں جمال
جامِ عنایت زصفا نوش کرد | وز خودی خویش فراموش کرد

مدحت شاہ | اگرچہ ممدوح کا رویہ ناممدوح تھا مگر شاعر کو شیوۂ شاعری کے لحاظ سے یہ رسم بھی ادا کرنی تھی :-

سلکِ سخن راکہ دُرافشاں کنم | پیش کشِ حضرتِ سلطاں کنم
اے سخن! از رشتہ بروں آر دُر | وز دُرِ خود کن ہمہ آفاق پُر
زانکہ چو بوسم درِ دولت پناہ | تحفہ ازیں بہ نبود پیشِ شاہ
شاہ سکندر روش و دارانشاں | آئینۂ روے سکندر وشاں

اس مدح میں ایک شعر خسرو کے قلم سے بے لاگ اور مورّخانہ نکلا ہی جو کیقباد کی سہ سالہ سلطنت کا خلاصہ ظاہر کرتا ہی :-

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام | تیغ فروخفت میانِ نیام

یہ بات بالکل سچ ہی کہ اس کی داد و دہش اور عیش و عیاشی کا شہرہ تو دُور دُور ہوا. مگر نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کوئی ملک فتح ہوا۔

بزم معزی | سلطان ناصرالدین کی شبینہ ضیافت جس کا ذکر ہم خانگی ملاقاتوں کے تحت میں کر چکے ہیں اور جس کے بیان میں خسروِ شعرا نے ہر ایک ادنے

ہر چہ نہ آثارِ خدائی دہد — کے ہمہ وقت روائی دہد

اینست شہے کوز جہاں نسبت باک — دولت او تا بہ ابد پایے دار

معراج | رفتہ و باز آمدہ دریک زماں — رفتن و باز آمدنش تواماں

دوسرا مصرعہ پہلے کی تفسیر ہے اور لفظ تواماں اس مصرع کی روح ہے جو سامع کے دماغ میں مضمون کا پورا پورا نقش بٹھاتا ہے۔

معراج سے مراجعت کا مضمون خواجہ نظامیؒ نے بھی مثنوی مخزن الاسرار میں بیان کیا ہے:۔

"واں سفرِ عشق بنا زآمدہ — در نفسے رفتہ و باز آمدہ"

مگر خسرو کے شعر میں لفظ تواماں نے بیحد لطافت پیدا کر دی ہے۔

چشمِ یقینش چو برحمت فتاد — اُمتِ بیچارہ نرفتش زیاد

آب کہ خود خورد ازاں زمزمہ — قطرہ چکانید بکامِ ہمہ

قطرہ او چشمہ والا شدہ — چشمہ چہ گویند کہ دریا شدہ

نیم شب آں پیکِ الٰہی ز دور — آمد و آورد براقے ز نور

داد نویدش کہ ازیں قعرِ چاہ — خیز و بدریائے ابد جوے راہ

برق صفت جست بہ پشت براق — کردہ بمیثاق نشتاب از وثاق

جست بروں چو ہرش از کن فکاں — یافت مکانے بحدِ لامکاں

از زبر و زیر بروں بُرد ذات — زیر و زبر ہیچ نماند از جہات

پیش رو راه ز نورِ بصر   گم شده را در دلِ شب راهبر

صفت باده

مَی که عرق از تنِ مردان کشید   گوهرِ هر مرد ازو شد پدید
پیشِ چنان گوهرِ یاقوت رنگ   کوه زده بر سرِ یاقوت سنگ
نامِ حرام ارچه برو شد وبال   هرچه نمک خورد مدان جز حلال
طرفه حرامے که بهر دست گاه   حقِ نمک دارد ازیں سان نگاه
لاجرم او داشت نمک را عزیز   حرمتِ او داشت همه خلق نیز

صفتِ قرابه

سینهٔ قرابه برآورده شور   وز خسِ خود چشم بداں کرده کور
خونِ دلش گرچه لبِ ساغر خوری   هم نه کشد سر ز تواضع گری

صفتِ پیاله

گشت لبالب ز مے جاں سرشت   کرده حدیث از لبِ جوے بهشت
باده تو گوئی که در و از صفا   هست معلق بمیانِ هوا

صفت ساقی

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب   برده بیک غمزه ز عالم شکیب
نرگسِ نازندهٔ او نیم باز   نیمے ازو خواب و دگر نیمه باز
از کفِ او دود دمادم خوش است   ور بمثل جور بود هم خوش است

اعلیٰ شے کی صفت نگاری کی ہی، اُس میں سے کچھ اشعار ضیافتِ طبعِ ناظرین کے لیے یہاں نقل کیے جاتے ہیں :-

صفتِ شب

شب چو بیاراست سرِ پر سپہر ۔۔۔ گشت مکلّل تتقِ ماہ و مہر
یافت فلک پردۂ گوہر نگار ۔۔۔ رشتۂ شب از پئے آں پود و تار
طاقِ سما کرد چراغ آشکار ۔۔۔ طاق یکے بود و چراغش ہزار
جوہریِ شام بسوداگری ۔۔۔ کردہ گہر پیشکشِ مشتری
چرخ یکے حلقۂ انگشترین ۔۔۔ بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگین
خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز ۔۔۔ بہرِ خروسانِ سحر دانہ ریز
کرمکِ شب تاب زہر جہاں ۔۔۔ ہمچو شرار از سرِ آتشِ جہاں

صفت شمع

شمع بہر بزمگہے سر فراز ۔۔۔ خاصہ ببزمِ شہِ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز ۔۔۔ در دلِ شب شعشعہ پیوندِ روز
ساختہ از دود مدادے زسر ۔۔۔ دادہ بپروانہ سوادے زسر

صفت چراغ

گشت رواں خانہ بخانہ چراغ ۔۔۔ آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
پنبہ دہانے بزبانے دراز ۔۔۔ باہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز

نانِ تنوری زطرب قبہ بست ۔۔۔ زاں کہ بخوانِ شہِ عالم نشست

صفتِ زنانِ مطربہ

شد زنِ مطرب بنوا پروری ۔۔۔ انجمنے پُر زمہ و مشتری
پردہ برانداختہ از آفتاب ۔۔۔ کردہ بیک غمزہ جہانے خراب
روے چو خورشید برافروختہ ۔۔۔ جانِ کساں زآتشِ خود سوختہ
یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش ۔۔۔ صوتِ خراشیدۂ شاں جاں خراش
زابروے خم پشت کماں ساختہ ۔۔۔ تیرِ مژہ نیم کشش انداختہ

زنانِ مطربہ کی ابرو مثل کمان تھی اور مژہ مثل تیر۔ یہ تشبیہات متبذل ہیں مگر تیرِ مژہ کا جو وصف بیان کیا ہی کہ "نیم کش انداختہ" اس میں ایک ادا ے خاص کی تصویر کشی کی ہی جس سے مضمون شعر نہایت بلند ہوگیا۔

جشن نوروز معزی دلّی میں کیقباد نے جشن نوروزی کیا ہی۔ خسرو نے اُس کا تمام سامان اِس بیان میں سجایا ہی۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کی قطاریں ساز و یراق سے آراستہ کھڑی ہیں۔ دربار کی آرائش تین قسم کے گل و بوٹوں سے کی گئی ہی:-

(۱) زرّیں (۲) مومیں (۳) اصلی یعنی گلدستوں کا

دیواریں اطلس سے سجائی گئی ہیں۔ زربفت کا فرش ہی۔ بادشاہ تخت پر جلوہ فرما ہی۔ فوجی سردار صف بہ صف حاضر ہیں۔ نذریں پیش ہو رہی ہیں۔ مجا نسب

چوں بدہد بادہ ٔ گویدکہ "نوش" | مست بروزِ دگر آید بہوش

صفتِ چنگ

چنگِ سرافگندہ سرافراختہ | موے بمویش زہنر ساختہ

صفت رباب

کاسِ رباب از شغبِ دلنواز | بردہ دلِ مردم و جاں دادہ باز

صفت نے

نائے دہاں بستہ و بسیار گوے | نائے مگو کش بفسوں مار گوے
بازکند لب چو زباں آورے | لیک زبانش بلبِ دیگرے

صفتِ دف

زہرہ زدورش بسرود آمدہ | چنبرش از چرخ فرود آمدہ
بستہ جلاجل بکمر جا بجائے | چوں کمرِ چرخ جلاجل نمائے
ہرسخنِ نغز کہ با دوست کرد | آں ہمہ در پردہ و در پوست کرد

صفتِ مائدہ خاص

گرم تریں کارگزارانِ خواں | مائدہ کردند ز مطبخ رواں
خوانچۂ آراستہ بیش ہزار | ہر ہمہ الوانِ نِعم کردہ بار
صد قدح از شیرۂ آبِ نبات | در مزہ ہمشیرۂ آبِ حیات
نانِ تُنک صاف بداں گونہ بود | کز تنکی رو بدگر سو نمود

مرغ زرِ ساختہ بالائے شاخ — از دُر و یاقوت درختاں فراخ

مرغ تو گوئی کہ بخواہد پرید — شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید

(یعنی وہ مصنوعی شاخ ایسی بنائی گئی تھی کہ گویا اُس میں سے پھل ابھی ٹپک پڑے گا اور چڑیا ایسی ہے کہ گویا اُڑا چاہتی ہے)

کاں بجز از موم نباید درست — ساختہ از موم بسے نخلِ چست

یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ — باغِ سوم چوں گزری زیں دو باغ

کوششِ صد دستہ نمودہ نزیب — بستہ بسے دستۂ گل دلفریب

(بہتیرے دل فریب گلدستے تیار کئے تھے جن کی زیبائش میں سو ہاتھوں کی کوشش صرف ہوئی تھی)

بہرِ درودؔ آمدہ آں جا فرود — یافتہ سبزہ زچمن ہا درود

زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک — قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماکؔ

دادہ بہر سنگ زیاقوت رنگ — اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ

کانِ زرش خواندہ فلک بے ریاؔ — کردہ مسلسل ز گہر بوریا

خلعتِ نوروز زشہ یافتہ — خاکِ ازاں مفرشِ زرباف‌تہ

از طرفِ میمنہ و میسرہ — جشن چو آراستہ شد یک سرہ

ؔ کاٹنا گھاس وغیرہ کا۔ دوسرے مصرع میں بمعنی دعا۔ آفریں تحسین ۱۲ ؔ نام ہے ایک ستارہ کا ۱۲ ؔ بے تنک و شبہ ۱۲ ؔ فرش ۱۲

اُن کا حساب لکھ رہا ہے۔ حاجب پکار پکار کر تفصیل بیان کرتا ہے۔ رات کو بزم مے نوشی کی دھوم دھام ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے خلعت و انعام۔

از دو طرف رایتِ لعل و سیاہ — سایہ رسانید زماہی بہ ماہ

یک دو ہزار اسپِ مرصع ستام[1] — از دُمِ خود بستہ صبا را مدام

(ایک دو ہزار گھوڑے جن کا زیور جڑاؤ تھا۔ ایسے تیز کہ باد صبا کو اپنی دم سے باندھ رکھا تھا)

میمنہ[2] جلہا سیہ انداختہ — آتشے از دودِ سلب[3] ساختہ

(داہیں طرف گھوڑوں پر سیاہ جھولیں پڑی ہیں گویا گھوڑے آگ ہیں اور اُن کا سیاہ لباس دھوئیں کا)

میسرہ[4] از پوششِ جلہاے لعل — جلوہ کناں باد ز گلہاے لعل

(بائیں طرف کے گھوڑوں کی جھولیں سرخ تھیں گویا گھوڑے ہوا تھے اور جھولیں لال لال پھول)

وز پسِ اسپان صفِ پیلانِ مست — ابر و ہوا گرد بصحرا نشست

قلعۂ آہن تہِ برگستواں — قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں

(ہاتھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے قلعے پر پاکھر پڑی ہے۔ قلعہ قائم ہے اور ستون یعنی ہاتھی کے پاؤں چلتے ہیں)

باغِ زر آراستہ شد جاے بار[5] — گردہ بر و ابر جواہر نثار

---

[1] ستام۔ گھوڑے کا زیور ۱۲ [2] میمنہ۔ داہیں طرف ۱۲ [3] سلب۔ لباس ۱۲
[4] میسرہ۔ بائیں طرف ۱۲ [5] مراد گھوڑوں سے ۱۲

(اس سرے سے اُس سرے تک جملہ ملازمان شاہی نے نذریں پیش کیں)

گشت پُر از نافہ چینی زمیں | باد شد از نافِ زمیں نافہ چیں
ہر دو صف از صف شکناں گشت راست | تیغ وراں دست چپ دست راست
حاجبِ فصّال چو قمری وسار | نغز نوا گشتہ بفصلِ بہار
شب چو برآئینِ بہاراں زمیں | کرد ہوا پُر ز گل و یاسمیں
شاہ بخلوتگہِ دولت شتافت | خلوت از دولتِ جاوید یافت
کرد رواں برکفِ چوں لالہ زار | بادۂ گل رنگ بہ بوئے بہار
شاہ بہر جرعہ کہ بر خاک ریخت | در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

متفرق مقامات

اب ہم چند مختلف مقامات کے اشعار بھی (جن میں خاص خاص خوبیاں پائی جاتی ہیں) پیش کرتے ہیں۔

جوش و اثر

مناجات میں فرماتے ہیں ؎

اے گنہ آمرز و شفاعت پذیر | پُرگنہاں را بکرم دستگیر!
گرچہ تنِ من زپئے سوز راست | رحمتِ تو از پئے ایں روز راست
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام | نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام

۱؎ تفصیل بیان کرنے والا چوبدار ۱۲ ۲؎ مینا ۱۲ ۳؎ "پے" کے بعد "را" بمعنی برائے زائد اور یہ متقدمین کا محاورہ ہے ۱۲

شاہِ جہاں شست بزریں سریر   چشمِ جہاں دوختہ از قد چو تیر
آب دُر از تاج و قبا و کمر   تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر

چونکہ بادشاہ کے تاج، قبا اور پٹکے میں موتی ٹکے ہوئے تھے تو پٹکے کی چمک کمر تک اور قبا کی گلے تک اور تاج کی سر تک تھی - اس شعر میں ایک تو لف و نشر ہی بترتیب معکوس اور دوسرے ایہام کیا ہی لفظ آب کے حقیقی معنی سے - اگرچہ اس شعر کی بنیاد ایہام پر ہی مگر بندش الفاظ اور حسن معنی کے لحاظ سے پُرلطف شعر ہی -

تن چو دراں خلعتِ وشن گہر[1]   خونِ یواقیت بگردن گرفت

(بادشاہ نے جب یہ خلعت زیب تن کیا تو یاقوتوں کا خون اُس کی گردن پر تھا - یعنی یاقوت اس رشک سے خون ہو گئے کہ خلعتِ شاہی میں ہم کو جگہ نہ ملی یا یہ کہ یاقوت جو گریبان میں ٹکے ہوئے تھے وہ بادشاہ کی گردن کی سُرخی دیکھکر شرمندہ ہو گئے)

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں   سہم زناں بر حشمِ اختراں

(فوجی سردار جو ادھر اُدھر چل پھر رہے تھے ایسے چست و چالاک تھے کہ گویا ستاروں کی فوج پر بھی تیر مارتے تھے)

شحنۂ[2] بار آمد و صف راست کرد   ترکِ فلک ہیبت از و خواست کرد
پیش کشیدند گراں تا گراں   خدمتیِ[3] ہر ہمہ خدمت گراں

---

[1] منتظم دربار ۱۲   [2] نذر ۱۲

تا جکِ[1] گردن کش و لشکر شکن | بیشترے نیزہ ور و تیغ زن
راوتِ[2] ژو[3] پیں[4] زنِ خارا شگاف | پشت بہ پشت از پئے روئے مصاف
خشت زنانے کہ گہِ آزموں | خشت نشانند بہ سنگ اندروں
پایک بازی گرِ موزوں خرام | دادہ بہ بازی سرِ خود بہرِ نام
پیکِ گراں سنگ سبک ایستاد | تند چو ابرے کہ رود روزِ باد
بحرِ رواں لشکر دریا نورد | موج زناں آب زمردانِ مرد

کیقباد کے لشکر کا بیان ہی جو دلی سے روانہ ہوتا ہی

نورِ علمہا کہ بہ کیواں گرفت | آتشے گوئی بہ نیستاں گرفت
پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید | در رخِ مہ گرد محاسن پدید
دمدمۂ[5] کاسہ بآوازِ خوش | کوس[6] زدہ با فلکِ کاسہ وش
نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ | پیرِ فلک خانہ زِ نے ساختہ
ہیکلِ پیلاں بزمیں خم فگند | زلزلہ در عرصۂ عالم فگند
زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود | روئے زمیں عرصۂ شطرنج بود
جنبشِ اسپ از سمِ خارا شگاف | لرزہ در افگند زمیں را بناف
ہر یک از اں کوہ تنانِ چو پیل | رقص ہمی کرد بہ بانگِ صہیل[7]

---

[1] اولاد عرب جو عجم میں پیدا ہوئی ۱۲ [2] سردار۔ راجپوت ۱۲ [3] نیزہ کوچک ۱۲ [4] ہندوستان کی ایک قوم ۱۲ [5] آواز نقارہ ۱۲ [6] مراد از اسپاں ۱۲ [7] بالفتح آواز اسپ ۱۲

عذر زعاصی بود اندر گناه — طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

نعت میں فرماتے ہیں ؎

تا بسریر عرب آں جم نشست — رعب عرب بر ہمہ عالم نشست
خطبۂ لولاک بپر داختہ — منبرِ نہ پایہ ازاں ساختہ
ہستیِ او تا بہ عدم خانہ جود — نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود
چوں ز وجودش عدم آوازہ یافت — تختۂ ہستی رقمِ تازہ یافت

بیان معراج میں فرماتے ہیں ؎

جامِ عنایت بصفا نوش کرد — وز خودیِ خویش فراموش کرد
بسکہ بروں برد وصالش ز پوست — فرق ندانست ز خود تا بدوست
راہ کہ پر گم شد ازاں جبرئیل — وہم ملائک نشد آنجا دلیل
عزم ازاں قبلہ کہ دل کشید — بیشتر از خویش بمنزل کشید
رفتن و باز آمدہ در یک زماں — رفتن و باز آمدنش تواماں

یہ اُس لشکر کا بیان ہی جو سلطان ناصرالدین کے ساتھ بنگالے سی آیا تھا ؎

لشکرِ مشرق زادہ تا بہ بنگ — چہرہ دل خیرہ کُش و تیز جنگ
ترک خدنگ افگن و سنداں گزار[1] — ہر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار

---

[1] جو شخص اپنا تیر سنداں سے پار کردے۔ سنداں لوہاروں کا وہ اوزار جس پر لوہا کوٹتے ہیں ۱۲

عبرہ ازاں معبرِ دریا تو جوے — من دہم از تیغ بہ بحریں شوے
از تو زِ ہند و ستدن پیل و مال — وز قبلِ من بمغل قیل و قال
تاج زمن - سر ز تو افراختن — عاج ز تو - تخت زمن ساختن
تا تو بمشرق بوی و من بغرب — حربہ خورد ہر کہ در آید بہ حرب

سلطان ناصرالدین کشتی میں سوار ہو کر دریاے سرجو کے پار اُترتا ہے

آب شد از بحر رواں تختہ پوش — کردہ زہر تختہ معلّم خروش

(یعنی کشتیوں کی کثرت سے دریا ڈھک گیا اور ہر تختۂ کشتی پر ایک معلم یعنی کپتان ملاحوں کو چلا چلا کر کشتی رانی کا حکم دینے لگا)

نعرۂ ملاح کہ می شد باوج — بر تن خود لرزہ ہمی کرد موج
آب ازاں غلغلہ زاندازہ بیش — گرد نمی گشت بگردابِ خویش

جس وقت کشتی منجھدار سے گزرتی ہے تو ملاح سب مل کر یکبارگی زور لگاتے اور نعرے مارتے ہیں اُس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ

"ملاحوں کے شور و غل کو سُن کر موج بھی کانپ رہی تھی اور دریا بھنور کے گرد گھومنے سے رُک گیا تھا"

کشتیِ پوئندہ کہ چوں تیر بود — بود بجائے کہ زمیں گیر بود

(تیز رو کشتی تیر کی طرح چلی اور فوراً کنارے پر جا لگی)

گردِ سواراں کہ بخورشید جست — قطرۂ بر چشمۂ خورشید بست

بلکہ ازاں گرد سر افراختہ — چشمۂ خورشید شد انباشتہ

موے زنگافاں بکماں بستہ زہ — زہ زدہ ابروے کماں را گرہ

تیغ برہنہ کہ بپوشید دشت — برہنہ رابیں کہ چہ پوشیدہ گشت

تیغ نہ بل کآتشِ فولاد خیز — بردلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز

کیقباد کا لشکر کوچ کرتا ہے

صبح چو بر زد علمِ آفتاب — لشکرِ سیارہ فرو شد بآب

کوسِ عزیمت زدِ شہریار — لرزہ در آورد بروجِ حصار

دمدمہ را کرد دمامہ[۲] بلند — دم بدمِ نائے دمادم فگند

کیقباد کی زبان سے فخریہ پیام ناصر الدین کے نام

من کہ زدروازۂ اقلیمِ ہند — لشکرے آراستہ ام تا بسند

سدِّ سکندر زدہ ام از سپاہ — فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ

رو تو چو خورشید زمشرق برآے — من بہ سکندر مغرب کشاے

شو تو سوے کامرو انگبیر بخش (خطۂ در بنگالہ ۱۲) — من کنم اقصاے عراقین بخش

خیز تو از قلعۂ چیں جوے گنج — من زدرِ روم شوم سیم سنج

---

۱ بالفتح پل ۱۲ — ۲ نقارہ ۱۲

فتنہ و فساد کو دور کر دیا)

خنجر کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دینا ایک معمولی تشبیہ ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو صفت قطرہ کی اضافہ کی ہے اُس نے اس تشبیہ میں ایک نازک لطف پیدا کر دیا ہے۔

بود بیک جاے صفِ تیغ و تیر   ہمچو نیستاں بلبِ آب گیر

(تلواروں اور تیروں کی صف پاس پاس تھی۔ گویا تالاب کے کنارے نیستاں کھڑا تھا)

یہاں صفِ تیغ کو آبگیر سے تشبیہ ہے بوجہ آب و تاب کے اور صفِ تیر کو نیستاں سے۔

شد زمیں از نعل نقش و نگار   چوں شکم ماہی و اندام مار

(گھوڑوں کے نعل سے زمین پر ایسے نقش و نگار ہو گئے تھے کہ وہ شکم ماہی اور اندام مار کی مانند معلوم ہوتی تھی یعنی زمین پر نعلوں کے نشان کثرت سے تھے۔ جیسے کہ شکم ماہی اور اندام مار پر ہوتے ہیں)

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید   بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟

(گھوڑا تیز دوڑنے والا ہے اور اُس کی کنوتیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا ایک تیر کے سرے پر دو پیکان ہیں)

یہاں گھوڑے کو تیر سے اور اس کے کانوں کو پیکان سے تشبیہ دی ہے۔ اور دوسرے مصرع میں تعجب مفید مدح ہے۔

دائرہ خیمہ بسبزی قطار   ابر فرود آمدہ در مرغزار

(ہر بادل میں خیموں کا کیمپ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سبزہ زار میں بادل اُتر پڑے ہیں)

یہاں خیموں کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے

سوز و گداز

زسرِ کرشمہ یکرہ گزرے بسوے من کن | بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن
منم و دلے و دردے زغمت چو ناتوانان | بزکوٰۃِ تندرستی گزرے بسوے من کن

ایجاز

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید | جَست و فرود آمد و پیشش دوید

سلطان ناصرالدین نے زبردستی پکڑ کر کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ دوسرے مصرعہ میں کس اختصار کے ساتھ تمام کیفیت کی تصویر کھینچ دی ہے کہ

کیقباد بتعمیل حکم تخت پر جا بیٹھا۔ مگر فوراً اُترا اور دوڑ کر باپ کے پاس چلا آیا۔

تشبیہ و تمثیل

اس مثنوی کے اشعار میں تشبیہ و تمثیل اکثر نادر و غیر مکرر ہے اور بعض جگہ معمولی تشبیہ کو کسی نکتہ کے اضافہ سے لطیف و دل پسند بنا دیا ہے۔ لہذا چند اشعار متضمن تشبیہ و تمثیل نذر ناظرین کئے جاتے ہیں۔

لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید | بود زمیں تشنہ کہ دریا رسید

(اسلام کا لشکر وہاں پہنچا گویا پیاسی زمین کے پاس دریا پہنچا۔ یعنی وہاں امن و خوشحالی پیدا ہو گئی)

اس شعر میں لشکر اسلام کے پہنچنے کو ایسے دریا سے تمثیل دی ہے کہ پیاسی زمین پر جا پہنچے۔ اور اس کو سیراب و شاداب کر دے۔

خنجرِ شہ قطرۂ آبے شمار | قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار

(بادشاہ کے خنجر کو قطرۂ آب سمجھو۔ مگر ایسا قطرہ جس نے روے زمین سے گرد و غبار کو دبا دیا یعنی

کو لاٹھی سے اور بادِ خزاں کو آندھی کی رہ نماسے تشبیہ دی ہی۔ وجہ شبہ ہر ایک کی ظاہر ہے۔

نم بکفِ دستِ چنار از روش　　　زیبق لرزاں بکفِ مرتعش

(چنار کے پتوں پر تری اس طرح حرکت کرتی ہی جیسے رعشہ والے کی ہتھیلی پر پارہ کانپتا ہے)

یہاں چنار کے پتوں پر نمی کے ہلنے کو ایسے زیبق سے تشبیہ دی ہی جو کفِ مرتعش پر لرزاں ہو۔

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش　　　غنچہ گرہ برزدہ بر دامنش

(پھول چونکہ کھل چکا ہی تو اُس کے تن پر جو کپڑا تھا پھٹ گیا۔ مگر کلی ایسی معلوم ہوتی ہی گویا پھول کے پھٹے دامن میں گرہ لگی ہوئی ہی) یہاں پھول کی پتیوں کو جامۂ پارہ شدہ سے تشبیہ دی ہی اور غنچے کو ایسی گرہ سے جو پھٹے ہوئے دامن پر لگی ہوئی ہی۔ پہلی تشبیہ تو مبتذل ہی مگر دوسری میں تازگی و ندرت ہی۔

قطرہ کہ شد زابر چکاں بر ہوا　　　مہرۂ بلور شدہ در ہوا

(شدت سرما کا بیان ہی کہ جو قطرہ بادل سے ٹپکتا ہی وہ سردی سے جم کر مہرۂ بلور بن جاتا ہے)

یہاں قطرۂ آب کو بلوری مہرہ سے تشبیہ دی ہی۔

بادہ چو خورشید پگہ تا بہ شام　　　کردہ طلوعے و غروبے بجام

(شراب صبح سے شام تک پیالے میں آفتاب کی طرح طلوع و غروب کرتی ہی۔ یہاں شراب کو آفتاب سے اور شراب کے پیالے میں بھر جانے اور نکالے جانے کو طلوع و غروب سے تشبیہ دی ہی)

پیلِ گراں سنگ سبک التیاؔ ؎ تند چو ابرے کہ دود روزِ باد

(ہاتھی ہے تو بڑا وزنی مگر جھٹ پٹ کھڑا ہوجاتا ہے۔ تیز رو ایسا جیسے آندھی کے دن ابر)

یہاں ہاتھی کو ایسے بادل سے تشبیہ دی ہے جو آندھی کے دن ہوا پر دوڑتا ہے۔ وجہ شبہ تیز روی ہے۔

طرفہ عروسی شدہ آراستہ ؎ آئینہ از آبِ رواں خواستہ

قصر کیلو کھڑی کی صفت میں بیان کرتے ہیں کہ:۔ (یہ قصر حسن و زیبایش میں ایک عروس ہے جس نے جمنا کے آبِ رواں کو اپنا آئینہ بنایا ہے تاکہ اُس میں اپنا جمال دیکھے)

اس شعر میں قصر کو عروس سے اور آبِ رواں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔

ہمچو دو آئینہ مقابل زتاب ؎ آب دراں عکس نما۔ رو درآب

(یہ قصر اور آبِ جمن دو مصفا آئینے ہیں ایک دوسرے کے مقابل۔ پانی کا عکس تو قصر کی دیواروں میں نظر آتا ہے اور قصر پانی کے اندر) اس شعر میں قصر اور آبِ جمن دونوں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے مگر ایسے آئینہ سے کہ ایک کا عکس دوسرے کے اندر نمودار ہے۔

نرگس بے دیدہ رواں کو روش ؎ خار عصا۔ بادِ خزاں کور کش

(یہ موسم خزاں کا بیان ہے کہ نرگس کے دیدے پٹ ہوگئے۔ اندھوں کی طرح چلتی ہے۔ کانٹا اس آندھی کی لاٹھی ہے اور بادِ خزاں اسکو کھینچکر لئے جارہی ہے) اس شعر میں نرگس کو آندھی سے کانٹے

؎ استاد ذوق نے ایک قصیدے میں اسی تمثیل کو اُلٹ دیا ہے ؎

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابرِ سیاہ ؎ کہ جیسے جائے کوئی پیلِ مست بے زنجیر

تو دہٴ لعلے کہ بہر گوشہ بود　　روے زمیں پُر ز جگر گوشہ بود

(لعل جو نثار کیے گئے تھے ہر طرف پڑے تھے گویا سطح زمین رنگا رنگ لعلوں سے پڑ گئی یا وہ لعل زمین کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ کیونکہ لعل زمین کے اندر سے نکلتا ہے)

آمد آں سادہ زنخ بر منِ بیہوش ز داب　　بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ بر سید

یہاں زنخ کو چاہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت مبتذل تشبیہ ہے مگر دوسرے مصرعہ کے مضمون نے کہ "چاہ بر سرِ تشنہ رسید" اس تشبیہ میں ایک دلآویزی پیدا کر دی ہے۔

موے میاں در کمرِ زر شدہ　　رشتہ بیاقوت و گہر در شدہ

بسایہ بودم خفتہ کہ یار آمد و گفت　　چہ خفتہ؟ کہ رسید آفتاب در سایہ

پنجہ کشادہ گل لعل از پلہ[1]　　غرق بخوں ناخنِ سیر پلہ ازاد ۱۲

زابروے خم پشت کماں ساختہ　　تیرِ مژہ نیم کش انداختہ

اودہ میں ایک شب سلطان ناصر الدین کیقباد کی خیمہ گاہ میں آیا ہے۔ اور دونوں بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ اس موقع کے بیان میں

---

[1] پلہ یا پلاس - درخت ڈھاک ۱۲　　[2] بزم معزی کے آخر میں اس شعر پر نوٹ دیا گیا ہے ۱۲

شہ بتہِ چترِ سیہ می چمید   اوّلِ شب صبحِ دوم می دمید

(بادشاہ چتر کے سایہ میں خراماں خراماں چلتا تھا۔ گویا رات کے شروع ہوتے ہی صبح صادق نمودار ہوگئی تھی)

اس شعر میں چترِ سیاہ کو اوّل شب اور بادشاہ کو صبح صادق سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ تشبیہ اوّل تاریکی اور دوم میں نور ہے۔

دکدکِ[1] دندانِ برہنہ تناں   چوں شغبِ چوبکِ[2] چوبک زناں

(جو لوگ برہنہ تن تھے جاڑے کے مارے اُن کے دانت بج رہے تھے۔ دانتوں کے بجنے کی آواز ایسی تھی گویا چوکیدار چوبک بجا رہے ہیں)

سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر   بچۂ طوطی ست کہ شند سیخ بر

(سبزہ جو تازہ اُگا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوطے کے بچے نے ابھی کلیاں نکالی ہیں)

رود[3] زن از سینہ بروں بردہ صبر   آبِ چکاں[4] دست چو باراں ز ابر

(مطرب نے ایسا بجایا کہ لوگوں کے دل بیقرار کر دیئے۔ اُس کا ہاتھ نہایت لطیف ہے گویا بادل سے مینھ برس رہا ہے)

ور بکماں دست بردچوں ہنربر   قوسِ قزح داں کہ برآمد ز ابر

کمان کو قوس قزح سے تشبیہ دی ہے۔

پشتِ وے از بارِ گہر خم زدہ   چوں بسحر گلشنِ شبنم زدہ

(بادشاہ کے چتر کی صفت ہے کہ موتیوں کے بوجھ سے ایسا جھک گیا تھا جیسے صبح کے وقت گلشن شبنم کے بوجھ سے)

---

[1] شدت سرما سے دانتوں کے بجنے کی آواز ۱۲ [2] چوبک۔ ڈنڈا۔ زمانہ قدیم میں افسر چوکیداران ایک ڈنڈا اور ایک تختہ رکھتا تھا۔ ڈنڈے سے اس تختے کو بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار اپنے اپنے کام پر ہوشیار رہیں ۱۲ [3] رود زن۔ مطرب ۱۲ [4] آب چکاں۔ نہایت ہلکا اور لطیف ۱۲

کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید　　مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہِ تمام　　بزم یکے شد بہ دو دَورِ مُدام

صوفیانہ خیالات

صفتِ ساقی کے عنوان میں امیر صاحب نے ظاہرا بزمِ شاہی کے ساقی کی صفت نگاری کی ہے۔ مگر موقع ایسا دلچسپ تھا کہ یہاں مجاز کے پردے میں حقیقت کی جھلک دکھائی ہے اور بعض اشعار ایسے پر لطف ہیں کہ ادنےٰ تامل سے اصلی ساقی (مرشد) کی یاد دلاتے ہیں۔

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب　　بُردن بیک غمزہ ز عالم شکیب

ساقی یعنی مرشد کامل صوفی کا قاتل ہے عوام الناس کو دہوکے میں ڈال رکھا ہے کہ اُس کے کمال سے ناواقف ہیں اُس کی ایک ادا نے ایک عالم کے دلوں کو بے صبر و بیتاب کر رکھا ہے

گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت　　لیک گہے فتنۂ چشمش نہ خفت

بظاہر اُس کی آنکھہ سوتی معلوم ہوتی ہے مگر اُس کی نگاہ باطن کی تاثیر کبھی معطل نہیں ہوتی ہمیشہ طالبان حق کے دلوں کا شکار کرتی رہتی ہے

عکسِ حیاں نرگس مست و خراب　　ہر ہمہ را سُرمہ دہد در سراب

اُسکی بیخودانہ نظر کی تاثیر جذبۂ محبت کو اور بھی تیز کر دیتی ہے (یا اہل محبت کو خاموش بنا دیتی ہی)

ہر کہ بیک جرعۂ او سر نہد　　بے ہشیش بیسند و بر تر دہد

جو شخص ادنی فیضان مرشد کو تسلیم و رضا سے قبول کرتا ہے تو مرشد اُس کی بیخودی کا اندازہ کر کے اُس کے حال پر اور زیادہ توجہ کرتا ہے

خسروِ شعرا نے بہت سی تمثیلیں نکالی ہیں جس سے طبیعت کی جولانی اور تخیل کی وسعت ظاہر ہوتی ہے ؎

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند — بر فلکِ تخت چو مہ بر شدند
گشت بہ برجے دو قمر جائے گیر — گشت مزین بدو سلطاں سریر
ملک بہ یک تخت دو دارا نمود — دہر بیک آب دو دریا نمود
روئے زمیں فرِّ دو جمشید یافت — چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگیں دست داد — افسرِ کسرے بہ دو فرق اوفتاد
دبدبۂ کوسِ دو لشکر زدند — نوبتِ اقبالِ دو سنجر زدند
گلشنِ دولت بدو گل تازہ گشت — صوتِ دو بلبل بیک آوازہ گشت
مصقلۂ چرخ دو خنجر زدود — آئینۂ ملک دو صورت نمود
سایہ یکے کرد دو فرِّ ہمائے — پایہ یکے ساخت دو لشکر کشائے
شاخ بہم سود دو سرو جواں — موج بہم داد دو آبِ رواں
گشت یکے باغِ وفا را دو جوئے — گشت یکے منبعِ صفا را دو روئے
کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید — مغزِ جہاں بوئے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہ تمام
بزم یکے شد بہ دو دورِ مدام

طاری ہوتی ہے کہ قیامت ہی کے دن ہوش میں آئیگا

حکمت و اخلاق

اشکرہ را گشت ہمیں دستگاہ   از ہنرِ خویش زبردستِ شاہ

شکرہ کو اپنے ہنر کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک بہتر جگہہ ملی

چوں ہنر مرغِ فراواں شود   مرغ زبردستِ سلیماں شود

وائے بر آں آدمی بے خبر   کو کم ازاں مرغ بود در ہنر

دیگر

گشت چو قاصد بتنِ مردخوں   بہ کہ بہ نشتر کند از تن بروں

دیگر

دجلہ چو آمیختہ گردد بہ نیل   ہست جدا کردنِ آں مستحیل

دیگر

تا بچمن سرو بود سایہ دار   کس نخزد زیرِ گیا سایہ دار

دیگر

چشمۂ چاہ ارچہ کہ بالا شود   چشمہ محال ست کہ دریا شود

دیگر

ملک بمیراث نیابد کسے   تا نزند تیغِ دو دستی بسے

دیگر

مے دہد خوں خوردہ از دل تمام   جرعۂ باقی نگذارد بجام

مرشد فیضان پہونچاتا اور مرید کے دل کو خواہشوں کے لوث سے پاک وصاف کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا فیضان پورا کردیتا ہے

در نہ شود مست حریف از شراب   رو بنماید کہ بہ بفیتد خراب

اگر طالب پر فیضان مرشد سے بیخودی طاری نہوئی تو مرشد اس کو اپنے انوار کا مشاہدہ کراتا ہے اس مشاہدے سے وہ بیخود ہوجاتا ہے

مست در رو بیند واو سوے مے   او شدہ مست از مے و مستاں زوے

پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ طالب بیخود جو کچھ دیکھتا ہے مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور مرشد فیضان غیب کا منتظر رہتا ہے غرض مرشد فیضان غیب سے مست و بیخود رہتا ہے اور طالب انوار مرشد کے مشاہدہ سے۔

بسکہ ہمہ جور بود دور او   ہرکہ بود خون خورد از جور او

ایسے مرشد کا دور سراسر جور ہے یعنی کثرت فیضان۔ لیکن ایسے فیضان کا تحمل کس سے ہوسکتا ہے ناچار طالب بظاہر خراب حال ہوجاتا ہے

از کف او دور دما دم خوش ست   ور مثل جور[1] بود ہم خوش ست

ایسے مرشد کا فیضان بتدریج ہو تو زہے نصیب اور اگر یکایک ہو تو بھی اچھا

چوں بدہد بادہ وگوید کہ نوش   مست بروز دگر آید بہوش

جب مرشد کامل فیضان پہونچاتا اور طالب کو نویہ عطا سناتا ہے تو طالب پر ایسی بیخودی

[1] جور = ستم۔ جام لبالب پلاکر پینے والے کو لٹا دینا یعنی مست و بیخود کردینا ۱۲

گرسنہ ذانی کہ دریں تنگنا ے | ناں زملک می طلبی زخدا ے
غزّہ بہ نزدیکی سلطاں مشو | بلبلِ باغی۔ بگسِ خوان مشو
ہست شے از خرمنِ ہستی خسے | تا توچہ باشی کہ کمی زو بسے

بادشاہ عالم موجودات میں ایسا ہے جیسے خرمن میں ایک تنکا۔ پھر تو جو اس سے بھی کم تر ہے کیا چیز ہے !!!

چند کشی پیش ملک دست بیش | تات زکوٰتے دہد از ملکِ خویش
تشنہ بمیر آب زدوناں مخواہ | خوں خور واز خوانچہ شاں ناں مخواہ
چوں ببُردی طمع از ناکساں | صرف مکن گوہرِ خود باخساں
گل بچراگاہِ ستوراں مبر | آئینہ در مجلس کوراں مبر

تخیّل تخیل شاعری کی روح ہے اس مثنوی میں جا بجا ایسے موقع پائے جاتے ہیں جہاں حضرت خسرو نے تخیّل کا طلسم باندھا ہے مثلاً

جوہری شام بسوداگری | کردہ گہر پیش کشِ مشتری

شاعر کا خیال ہے کہ وقت شام ایک جوہری ہے جس نے سوداگری کی غرض سے خریدار کے سامنے جواہرات پیش کئے ہیں یعنی شام کو تارے نکلے ہیں۔

چرخ یکے حلقۂ انگشتریں | بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگیں

دیگر

بسکہ صراحی جلی گشتہ صاف | بادہ درو دیدہ شد اندر طواف

تیغ کہ سہراب بر رستم کشید
ہیچ شنیدی کہ ز گیتی چہ دید؟

دیگر

خواست یکی خواستہ لیکن نیافت
آنکہ نمی خواست پے خود شتافت

رفت یکی در طلب لعل سنگ
ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ

واں دگرے را کہ غم آں نبود
لعل چناں یافت کہ در کاں نبود

کوشش بیہودہ ز غایت بروں
کوبش آب ست بہ ہاون دروں

دیگر

ایں ہمہ بیداری ما خفتن ست
کامدن ما ز پئے رفتن ست

گر بودت خوش خور و بد خو مباش
ور نبود رنجہ مشو گو مباش

تنگ مباش از پئے عیش فراخ
کاں بری از باغ کہ خیزد ز شاخ

ہر چہ رسد بیش خورد کم مخور
ور نرسد ہم برسد غم مخور

ہر چہ بجوئی و نیابی مرنج
زانکہ بخواہش نتواں یافت گنج

دیگر

آنکہ شکیبش بقناعت درست
قرص خور از قرص زرش بہتر ست

کاں نعذ الذّت کامش دہد
ویں بطمع خسّت نامش دہد

خطاب بہ نفس

ترک طمع گیر ز خود شرم دار
تا نشوی چوں خجلاں شرمسار

دیگر

آہوے پوئیندہ ببالا و زیر　　خانۂ خود ساختہ در کامِ شیر
آفتاب ۱۲　۱۲۱۸؟

دیگر

گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں　　پس زحیا در رود اندر زمیں
آفتاب ۱۲

دیگر

کشتی عاج ست تو گوئی رواں　　گشتہ دو گو شش بد و سو بادباں
گوش کہ با چشم ہمی کرد لاغ　　مردہ بود بہ پیشش چراغ
طرفہ کہ آں مردہ ز آسیبِ باد　　ہیچ گزندے بچراغش نداد

دیگر

خاک یکے بیضۂ طوطی شمار　　بیضہ یکے بچۂ او صد ہزار

یعنی کرہ زمین طوطی کا انڈا ہے اس ایک انڈے سے لاکھوں بچے نکلے۔

سبزۂ نو رستہ تو گوئی مگر　　بچۂ طوطی ست کہ شد سیخ بر

نیا اُگا ہوا سبزہ گویا اُس طوطی کا بچہ ہے جس نے نئی کلیاں نکالی ہیں۔

اسالیب بیان کی تازگی

فصلوں اور موسموں کا تغیر صبح و شام اور رات دن کا ہونا ہر جگہ ایک نئے پیرائے میں بیان کیا ہے۔

آفتاب قوس میں

بیان کرنا یہ ہے کہ آفتاب برج قوس میں آگیا برسات ہو چکی سردی

گوئی کزاو صافِ صفاش از برون   بادہ برون ست و صراحی درون

جلبی صراحی ایسی صاف ہی کہ اُس میں شراب گردش کرتی نظر آتی ہے اُس کی شفافی سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب باہر ہے اور صراحی اُس کے اندر

دیگر

در شکمِ او کفِ صافی گہر   از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر

صراحی کے پیٹ میں پاک و صاف جھاگ اُٹھتے ہیں تو اُن جھاگوں کو شراب کی ایسی ہوس ہے کہ وہ شراب بھرنے کے لئے اور نئے نئے شیشے بنا رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ:۔
صراحی میں شراب ہے۔ شراب میں جھاگ ہیں۔ اور جھاگوں پر بلبلے اُٹھ رہے ہیں۔

دیگر

عکسِ رسن ہا کہ فرو شد بآب   بستہ بہ پہلوئے نہنگاں طناب

جب کشتی کی رسیوں کا سایہ پانی میں پہونچا تو اُس سایہ نے ناکوں کو طناب میں جکڑ لیا تاکہ ہل نہ سکیں۔

طفلِ کہن سال و لعابش رواں   دایۂ او چرخ و لے مہرباں

آفتاب ایک کمسن بچہ ہے جس کے منہ سے رال ٹپک رہی ہے جو اپنی دایہ یعنی آسمان کی گود میں ہے مگر آسمان گو ستمگار ہے لیکن اس بچہ کے لئے دایۂ مہربان ہے۔

دیگر

باہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست   یک تن و ہر جا کہ بجوئیش ہست

آفتاب ۱۲

گلِ ریحاں جو پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے اُس کو نکال دیا- اب چمن کے اندر اُس کی حکومت باقی نہیں رہی-

فصلِ خزاں چو چمن خانہ ساخت　　بادِ وزاں کردہ بگلزار تاخت
شاہِ سپرغم زولایت براند　　کش بچمن ہیچ ولایت نماند

گل ریحاں ۱۲　حکومت ۱۲

فصل بہار

مقصود یہ ہے کہ موسم برسات آپہونچا اور ابر نمودار ہونے لگا پھول کھلنے لگے- اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ

جب بہار کا جھنڈا بلند ہوا تو ابر نے اپنا خیمہ ستاروں پر جا لگایا پھولوں کا سکہ تیار ہونے لگا جیسے ہمارے بادشاہ کے دام بنتے ہیں اور اس سکہ کی تیاری معقول طور سے کی گئی-

فصلِ بہاراں چو علم در کشید　　ابر سراپردہ بر اختر کشید
سکۂ گل چوں درمِ شہ زدند　　سکہ بصد وجہِ موجہ زدند

آفتاب برج ثور میں

مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب برجِ ثور میں آیا تو کھیتوں میں غلہ پک گیا اِس مضمون کو یوں بیان کیا ہے-

کا موسم ہے اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے۔

آسمان کے بادشاہ نے جس وقت کمان ہاتھ میں لی تو ماہ تیر نے دوڑ کر ملک کی حکومت موسمِ سرما کے سپرد کر دی۔

شاہِ فلک چوں بکماں دست برد   تیر مہ اقلیم بسرما سپرد

شاہ فلک = کنایہ ہے آفتاب سے ۔ تیر = برسات کے ایک مہینے کا نام ہے۔ کمان = برج قوس لفظ تیر کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔

یہ مضمون کہ اس موسم میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہونے لگی یوں ادا کیا ہے کہ

جہان ایک بڑھیا ہے جس نے چرخہ کاتنا شروع کیا ہے اور رات کو نہایت لمبا دھاگا کات کر دیا ہے۔

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز   داد بشب رشتہ بغایت دراز

زال جہاں = کنایہ ہے دنیا جہان سے جسے بڑھیا مانا ہے۔

چرخ زدن = چرخہ کاتنا۔ رشتہ = ڈورا ، دھاگا۔

فصل خزاں

مطلب یہ ہے کہ خزاں کا موسم آگیا۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ پھولوں کی بہار ختم ہوگئی۔ اِس مطلب کو اِس طرح ادا کیا ہے۔

جب فصلِ خزاں نے چمن میں گھر بنا لیا تو بادِ رواں گلزار میں اپنا گھوڑا کدانے لگی

صبح

رات کو سورج چھپ تو گیا تھا مگر پورا چاند تھا صبح ہوئی تو سورج نکلا یہ مضمون اِس طرح سے باندھا ہے کہ

چوں دل شب حاملۂ مہر گشت — بر شبِ حاملِ مہِ کامل گذشت
حاملِ یکماہہ نہ بل یکشبہ — تا جو رسے زاد وراں کو کبہ

آفتاب ۱۲

دیگر

صبح ہوئی اور تارے چھپ گئے۔ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

صبح چو برزد علمِ آفتاب — لشکرِ سیّارہ فرو شد بآب

دیگر

رات گذری صبح ہونے آئی

کرد چو شب نوبت خود را تمام — صبح دہل برد ببالاے بام

آفتاب ۱۲

دیگر

صبح برآوردہ چو چترِ سپید — بست سیاہی بہ سپیدی امید

دیگر

کوسِ سحر گہ فلک آوازہ گشت — دبدبۂ روز ز سر تازہ گشت

بلند آوازہ ۱۲

دیگر

چوں زحمل رفت بہ ثور آفتاب　　پخت ہمہ دانۂ پرویں[1] ز تاب

آفتاب برج جوزا میں

جب آفتاب برج جوزا میں آیا تو لو چلنے لگی اور گرمی کی شدت ہو گئی۔ اس مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت　　رفت در آں خانہ درش جا گرفت
باد ز جوزا[2] شد و آتش ز مہر　　سوخت جہانے ز زمیں تا سپہر

آفتاب برج سرطاں میں

جب آفتاب برج سرطاں میں آیا تو برسات شروع ہو گئی۔ اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب　　چشمۂ خورشید فرو شد بآب
ابر سراپردہ ببالا کشید　　سبزہ صفت خویش بصحرا کشید

بیان کرنا یہ ہے کہ جنگل میں نیا سبزہ اگا ہے جا بجا پانی بھرا ہوا ہے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے کہ

سبزہ بصحرا شدہ چوں نوخطاں　　ملکِ جہاں گشتہ بکامِ بطاں

---

[1] پرویں ایک خوشہ ہے ستاروں کا برج ثور میں جس کو ثریا بھی کہتے ہیں ۱۲

[2] جوزا برج بادی ہے ۱۲

صنایع بدایع صنایع بدایع عروسِ کلام کا زیور ہیں۔ اس مثنوی کے اکثر اشعار اِس زیور سے آراستہ نظر آتے ہیں۔

چند اشعار متضمن صنایع یہاں نقل کیے جاتے ہیں:-

صنعت طباق یا تضاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایسے دو لفظ یک جا ذکر کریں جن کے معانی فی الجملہ ایک دوسرے سے مخالف یا ضد ہوں:-

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند   صبر ہر چند کہ بود اندک بسیار برفت

اندک و بسیار متضاد ہیں۔

دیگر

پا یکے با زندہ برون از قیاس   پُر دل و خالی دلِ شاں از ہراس

دیگر

مستیِ او مایۂ ہشیاریش   خفتہ ہمہ خلق ز بیداریش

دیگر

کردن بزرگی بجِ کہتر را   داد سبک جامہ بقیمت گراں

دیگر

ایں ہمہ بیداریِ ما خفتن ست   کامدنِ ما ز پے رفتن ست

بیداری و خفتن میں اور آمدن و رفتن میں تضاد ہے۔

تیغ کشید اخترِ عالم فروز　　لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز

دیگر

زنگیِ شب کرد سپیدہ بروے　　خندہ زناں شد فلک از چار سوے

دیگر

مشعلۂ صبح کہ شد نور دار　　ساخت یکے شعلہ ز چندیں شرار
ستارے ۱۲

دیگر

از تفِ آں شعلہ کہ در تاب شد　　سیمِ کواکب ہمہ سیماب شد
آفتاب کی روشنی و گرمی کے اثر سے تارے سیماب بن کر اڑ گئے یعنی چھپ گئے۔

دیگر

صبح ز بس دم کہ دما دم گرفت　　آتشِ خورشید بعالم گرفت

دیگر

روزِ دگر کرد چو نافِ جہاں　　مشکِ شب از آہوی مشرق نہاں

دیگر

گشت چو دریاے سپہر آبگوں　　داد رواں چشمۂ خور را بروں

دیگر

شد کرۂ چرخ چو گنبد نماے　　نعل مہ افگند بہ گنبد زپاے

دیگر

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد　　مارِ سیہ در شکمِ خاک شد
خندہ زن ۱۲

ارصاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ شعر میں ایسا لفظ لائیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مصرعہ
ثانی کے آخر میں فلاں لفظ ہوگا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہی کہ شعر کے قافیہ کا
حرفِ روی[1] معلوم ہو:۔

شقہٴ دیبا برِ زیبا شدہ   سیمبراں صورتِ دیبا شدہ

پہلے مصرعہ میں لفظ "دیبا" اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ
یہی لفظ ہوگا۔ کیونکہ پہلا قافیہ "زیبا" معلوم ہی۔

سروِ پیادہ۔ خوش بود اندر چمن ولیک   آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

اس غزل کے قافیے ہم کو معلوم ہیں کہ "زار" "بہار" وغیرہ ہیں پس لفظ
"پیادہ" اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اس شعر کا قافیہ "سوار" ہوگا۔

موے بمو گیسوے او مشکِ ختن   فرق نہ بود سرِ موئے زمشک

دیگر

آئینہ صورتش از سینہ رفت   صورتِ او راک ز آئینہ رفت

دیگر

باغ خراب از قدمِ بومِ شوم   جُغدِ قدم شوم شدہ بارِ بوم

---

[1] حرف روی وہ ہی جس پر قافیہ کی بنیاد ہوتی ہی ۱۲

از پئے نامے کہ مباد ش اُمید! نامہ سیہ کردی و دیدہ سپید

دیدہ سپید کردن سے مُراد یہاں نابینائی ہی۔ مگر حقیقی معنے کے لحاظ سے سیاہ و سپید میں تضاد ہی۔

دیگر

گرمی دل نیست چو حاصل مرا سرد شد از آبِ سخن دل مرا

نو کنم اندازِ رسمِ کہن پس روی پیش روانِ سخن

نو۔ کہن۔ پس رو۔ پیش رو۔ میں تضاد ہی۔

ملکِ جہاں پختہ بمن شد تمام کے دہم از دست بسودای خام؟

پختہ ضد خام۔

دیگر

بستۂ تست این دلم باد گرانش مبند کاش! کہ با دیگران دل نکشاید مرا

یہاں بست و کشاد میں تضاد ہی۔

دیگر

تیز چو شد خنجرِ آں گرم خو پشت نہ دیدہ کس از ہیچ رو

یہاں رو کے معنے وجہ و طور کے ہیں۔ مگر اصلی معنے کے لحاظ سے پشت و رو میں تضاد ہی۔

دیگر

نشستہ سبزہ زیں سو دو چپِ گل ستادہ سروزاں سو جانبِ راست

دیگر

گرم شدہ از مدِ جامہ مرد مردمِ بے جامہ بجاں گشتہ سرد

دیگر

گوش کن ایں گفت دگر گفتِ کس بشنو و مشنو۔ سخن این ست و بس

آب فرو ماند چو کوہ از شہاب　　کوہ در آمد تبزلزل چو آب

دیگر

چشمِ پدر بہرِ جگر گوشہ تر　　گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر

حُسنِ تعلیل

اِس صنعت کا طریق یہ ہے کہ کسی وصف کے لیے کسی شے کو علت قرار دیں مگر وہ شے حقیقت میں اُس وصف کی علت نہ ہو۔ گویا یہ صنعت ایک تخیّل ہے جس سے طبیعت محظوظ ہوتی ہے۔

چنانچہ گھوڑوں کی تیز روی کی صفت کرتے ہیں:-

از تگِ شاں کاں رہ صرصر زدہ　　باد بد یوار ہے سر زدہ

گھوڑوں کی دوڑ سے جس نے آندھی کو بھی مات کر دیا ہے ہوا نے اکثر دیوار سے سر پٹکا ہے۔ یہ امر تو ثابت ہے کہ ہوا دیوار سے ٹکراتی ہے مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ ہوا کا دیوار سے سر پھوڑنا اس رشک و حسد سے ہے کہ وہ ان گھوڑوں کی تیز روی کا مقابلہ نہ کر سکی۔

شدتِ سرما اور آتش کی صفت میں فرماتے ہیں۔

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد　　دُود بر آمد زنفس ہائے سرد

یہ بات تو ظاہر ہے کہ موسمِ سرما میں سانس کے ساتھ بھاپ نکلتی ہے جو دھوئیں سے مشابہ ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ دھواں اس سبب سے نکلتا ہے کہ آج کل دلوں میں آگ نے جگہ کر لی ہے۔

عکس وتبدیل

اُسے کہتے ہیں کہ کلام میں کسی چیز کو دوسری پر مقدّم کریں۔ پھر مقدّم کو مؤخّر بنائیں اور مؤخّر کو مقدّم۔

خوابِ من از دیدۂ من آب برد   آبِ من این دیدۂ بی خواب برد

مصرعۂ اولیٰ میں خواب مقدّم ہے آب پر۔ مصرعۂ ثانی میں اُس کا عکس ہے۔

چرخ نداند درِ دیوار کس   تکیہ بدیوار درش کردہ بس

دیگر

مردمِ یک خانہ و صد خرّمی   خانۂ یک مردم و صد مردمی

دیگر

چترِ شہ آن ست کہ شد چرخِ ماہ   چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ

چترِ شاہ اور چرخِ ماہ کی ترتیب دوسرے مصرعہ میں بدل دی ہے۔ علاوہ اس کے یہاں صنعت ردّ العجز علی الصّدر بھی ہے یعنی جو لفظ مصرعہ اوّل کے شروع میں تھا وہی مصرعۂ ثانی کے آخر میں آیا ہے۔

ورقِ قلم از سحر زبان برکشم   سحر زبان را بقلم درکشم

دیگر

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش   وقتی ست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش

دیگر

لہذا اُس کو ایسا استغنا حاصل ہو گیا ہے کہ آسمانوں کی طرف پشت کر رکھی ہے۔

یہ امر ثابت ہے کہ چتر کی پشت آسمان کی طرف ہوتی ہے اور پشت کسی کی طرف ہونا بے پروائی کی علامت ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ بے پروائی اس وجہ سے ہے کہ اُس نے بادشاہ سے فیض حاصل کر لیا ہے۔

پیشِ درازِ شرم سپہرِ کبود نیمۂ کامل بزمیں شد فرود

دیگر

پشتِ بنفشہ بہ سمن زار ہا کوز شد از چیدنِ دینار ہا

ادماج

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوتے ہوں اور دوسرے کی کچھ تصریح نہ کی ہو۔

لالہ چو از کوہ برفت آں شکوہ کبک بُبرّید دل از تیغِ کوہ

موسمِ خزاں میں لالہ کی بہار پہاڑ پر ختم ہو چکی ہے اس لیے کبک نے بھی پہاڑ کی چوٹی سے دل اُچاٹ کر لیا ہے۔

دوسرے مصرعہ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ لالہ کے فراق میں کبک نے تیغ کوہ سے خودکشی کر لی ہے۔

شستنِ او باہمہ دانندگاں رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

دوات کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ داناؤں کے پاس بیٹھتی ہے اور لکھے پڑے لوگوں

گرمی کی شدّت کے بیان میں کہتے ہیں کہ:-

جانبِ سایہ شدہ مردم رواں　　سایہ بدنبالۂ مردُم دواں

آدمی سایہ کی طرف کو جاتے ہیں اور سایہ آدمیوں کے پیچھے دوڑتا ہی۔
یہ تو ثابت ہی کہ آدمی کا سایہ اُس کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتا ہی مگر شاعر کا خیال ہی کہ سایہ کا دوڑنا اِس وجہ سے ہی کہ وہ بھی آدمیوں کی طرح دھوپ سے بچنا چاہتا ہی۔

ابر و باراں کے بیان میں فرماتے ہیں:-

پردہ نشیں گشت فلک سو بسو　　با ہمہ زالی شد پوشیدہ روے

یہ امر ثابت ہی کہ ابر میں آسمان چھپ جاتا ہی۔ مگر شاعر کا خیال ہی کہ آسمان نے شرم کے سبب سے مُنھ چھپا لیا ہی۔ مگر تعجب یہ ہی کہ باوجود پیرِ زال ہونے کے اتنا پردہ کرتا ہی۔

گُل ز کرم زر دہد آں را کہ جُست　　وز پئے خود جامہ نسازد درست

گُل کے زیرہ کو زرِ گُل کہتے ہیں۔ شاعر خیال کرتا ہی کہ یہ زر بخشی گل کی طرف سے از راہِ کرم ہی۔ مگر خود پھٹے کپڑے پہنتا ہی۔ اور پھٹے کپڑے پہننا کنایہ ہی اُس کے کھلنے سے۔

از رُخِ شہ رنگ چو دریوزہ کرد　　پشت بنہ قبۂ فیروزہ کرد

مدحِ چترِ شاہ میں کہتے ہیں کہ اُس نے رنگ بادشاہ کے رُخ سے بھیک مانگ کر لیا ہے

اس موقع پر تأمّل سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس لیے یہ معنی بعید ہیں۔ مگر مرادِ قائل یہی معنی بعید ہیں۔ تو اس کو ایہام کہینگے۔ ایہام کے معنے ہیں "وہم میں ڈالنا"

ایہام کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہی کہ "کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنے ہوں اور اُس محل پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہو"

یہ دوسری صورت ایہام کی پہلی صورت سے زیادہ پُرلطف اور پسندیدہ ہی

اب ہم اس مثنوی کے چند اشعار متضمن ایہام یہاں نقل کرتے ہیں:-

رومؔ بگیرد بگہِ کارزار   تیغِ وے۔ از زنگ نگیرد ز عار

لفظ زنگ کے دو معنے ہیں۔ نامِ مُلک اور لوہے کا میل۔ اِس موقع پر دونوں معنے دُرست ہیں۔ یعنی ممدوح کی تلوار جنگ کے وقت ملکِ رُوم کو تو فتح کرتی ہی اور عار کے سبب سے ملکِ زنگ کو کہ ایک حقیر ملک ہی نہیں لیتی۔

دوسرے معنے بھی صحیح ہیں۔ یعنی عار کے سبب سے وہ تلوار زنگ کو قبول نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ صاف شفّاف رہتی ہی۔

در کشش تیر چو شد سخت کوش   زہ۔ زکمانِ خود شش آید بگوش

لفظ زہ کے دو معنے ہیں (۱) چلّۂ کمان (۲) کلمۂ تحسین و آفریں یہاں دونوں معنے درست ہیں۔ یعنی

(۱) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو کمان کی زہ کان کے پاس آگئی۔

کے پاس جاتی ہے۔ یا یہ کہ جو اُس کو جانتے ہیں اُن کے پاس بیٹھتی ہے اور جو بُلاتی ہیں اُن کی طرف چلی جاتی ہے۔ علےٰ ہذا

شاخ بہر بار سگے گردراہ　　جائے گہہ بازشدہ بارگاہ

رُجوع

صنعتِ رجوع یہ ہے کہ کلام اوّل کو باطل کرکے دوسرے کلام کی طرف کسی فائدہ کی غرض سے مصروف ہوں۔

سلطان کیقباد کی مدح میں فرماتے ہیں۔

افسرِ خورشید بشاہی توئی　　نے غلطم ظلِ الٰہی توئی

یہاں رجوع کا مقصد مدح میں ترقی ہے۔

ایہام

صنعتِ ایہام کا طریق یہ ہے کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کریں جس کے دو معنے ہوں ایک قریب اور ایک بعید۔

معنی قریب وہ ہے جو اُس مقام کے مناسب ہو اور معنی بعید وہ ہے جو اُس مقام سے مناسبت نہ رکھتا ہو مگر کہنے والے کا مقصود معنی بعید ہو۔ مثلاً

ع۔ آئینہ دُشانہ برابر شدہ

یہاں لفظ شانہ کے معنی ہیں (۱) کنگھا اور یہی معنی قریب ہیں اور آئینہ کی مناسبت سے اوّل اِسی معنی کا وہم ہوتا ہے (۲) دوسرے معنی استخوانِ بازو ہیں جو

یہ دوسرا ایہام ہی:-

پیل طلب کرد شہ پیل زور   کاورد آں بے نمکاں را بہ شور

لفظ شور کے معنے ہیں (۱) کھاری جو نمک سے مناسبت رکھتا ہی (۲) غل

یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔ بے نمکاں بدصورت آدمی۔

مطلب یہ ہی کہ بادشاہ نے ہاتھی منگایا تاکہ اُن بدصورت لوگوں پر حملہ آور

ہو اور وہ ڈر کر شور و غل مچائیں۔

ہمچو کماں پر خم و تیر از میاں   تیر ستادہ ہست و کمانش رواں

یہاں تیر کے معنے ہیں کشتی کا مستول۔ اور تیر آلۂ معروف بھی ہی جو کمان

سے مناسبت رکھتا ہی یعنی کشتی مثل کمان تھی۔ اور مستول بیچ میں گویا تیر کھڑا تھا

اور کمان چل رہی تھی۔

مُسلمانان نگہداید بیچارہ دلِ خود را   کہ تیر اندازِ من مست و کیشِ کافری دارد

لفظ کیش کے دو معنے ہیں (۱) تیردان۔ ترکش (۲) مذہب۔ یہاں معنے

دوم مُراد ہیں جو بعید ہیں۔

طفلِ شگوفہ برہ اُفتاد و مُرد   شاخ بدید و بعنادل سُپرد

لفظ عنادل کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو جمع عندلیب دُوم عنا

بمعنے رنج اور دل بمعنے معروف۔ اور یہاں دونوں معنے صحیح ہیں۔ یعنی شاخ

نے جب شگوفہ کو مُردہ دیکھا تو عندلیبوں کے سپرد کر دیا۔

دوسرے یہ کہ:-

(۲) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو اُس کو اپنی کمان سے واہ! واہ! کی آواز سنائی دی۔

ناوک و پیکانش بغمائے جنگ   ایں زخطا دُور شد و آں ز زنگ

یغما ایک شہر ہے ترکستان میں۔ اور خطا و زنگ مُلک ہیں۔ یہ معنے قریب ہیں۔ مگر مراد قائل دوسرے معنے ہیں۔ یعنی

یغما لوٹ۔ خطا قصور۔ زنگ لوہے کا میل۔

ایہام کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ لف و نشر بھی ہے۔ یعنی ناوک بے خطا ہے اور پیکان بے زنگ۔

گرد رہش کاں بہ بصر شد دلیل   سُرمۂ ہر چشم شدہ چند میل

مصرعۂ دوم میں سُرمہ اور چشم کی مناسبت سے لفظ میل کے معنے قریب (سلائی) ہیں۔ مگر یہاں مراد دوسرے معنے ہیں یعنی مقدار مسافت۔

صورتِ آں تخت گہِ بے بہا   عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

لفظ عین کے کئی معنے ہیں (۱) آنکھ (جو ابرو کے مناسب ہے) (۲) اصل و ذات (۳) چشمہ۔ یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔

بادشاہ کی کشتی جو تخت گاہِ بے بہا تھی بعینہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آنکھوں پر ابرو۔ یا چشمہا جمع چشمہ۔ یعنی کشتی چشموں کے اوپر مثل ابرو معلوم ہوتی تھی۔

لفّ و نشر

وہ صنعت ہی کہ اوّل چند چیزوں کو مفصّلاً یا مجملاً ذکر کریں۔ پھر اُس کے منسوبات یا متعلقات کو بلا تعیین بیان کریں اس اعتماد پر کہ سامع ہر منسوب کا تعلق منسوب الیہ کے ساتھ سمجھتا ہی۔

حصّۂ اوّل کو لف اور دوم کو نشر کہتے ہیں:۔

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر　　　تا بکمر۔ تا بہ گلو۔ تا بسر

اس شعر میں نشر کی ترتیب لف کی ترتیب سے معکوس ہی۔ یعنی آبِ دُر پٹکہ کی وجہ سے کمر تک اور قبا کی وجہ سے گلے تک اور تاج کی وجہ سے سر تک تھا۔

جمع، تفریق، تقسیم

چند چیزوں کو ایک حکم میں شامل کرنا صنعت جمع کہلاتا ہی۔

دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ اس کا نام تفریق ہی۔

جب چند چیزیں یا ایک ہی چیز جس کے چند اجزا ہوں ذکر کریں۔ پھر ہر ایک چیز کی طرف کوئی بات منسوب کریں بطور تعیین تو اس صنعت کو تقسیم کہتے ہیں۔

تیغ خوش و تیغِ زبان ناخوش ست　　　تیغ چو آب ست و زبان آتش ست

اوّل تیغ ہونے میں تیغ اور زبان دونوں کو جمع کیا ہی پھر دونوں کا فرق ظاہر کیا ہی کہ ایک اچھی ہی اور ایک بُری۔ بعد ازاں ہر ایک کی طرف ایک وصف منسوب کیا ہی بطور تعیین۔ یعنی تیغ مثلِ آب ہی اور زبان مثلِ آتش۔

دوسرے معنی یہ کہ شاخ کا دل مبتلائے رنج وعنا ہو گیا۔ اس شعر میں تصنّع اور تکلّف ظاہر ہے۔

ازرُخِ خود پیشِ تو خاقانِ چین   صورتِ چین کردہ بر روے زمیں

دیگر

سایۂ او بر سرِ ھندا وفتاد   ہند شد از روے ہمہ اعظم سواد

اِس میں شک نہیں کہ اس صنعت کا التزام مذاقِ سلیم کو ناگوار ہوتا ہے حضرت خسرو رح کو جو اس صنعت کی طرف زیادہ میلان ہے شاید اس کا سبب ہندی شاعری کی تقلید ہو۔

استخدام

یہ صنعت اس طور پر ہے کہ ایک لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد ہوں اور ضمیر لاکر جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو دوسرے معنی کا ارادہ کریں۔

سوئے سوادِ او دہ آمد چو باد   کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

لفظ سواد کے دو معنے ہیں گرد و نواحِ شہر اور سیاہی و تحریر۔

پہلے مصرعہ میں پہلے معنی مُراد ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں اُسی لفظ سواد کی طرف اشارہ کر کے سیاہی کے معنے لیے ہیں۔ اور اس پر لفظ حک دلالت کرتا ہے۔

۲۔ اغراق یعنی باعتبار عقل ممکن ہو اور باعتبار عادت محال ہو۔

۳۔ غُلُوّ یعنی باعتبار عقل و عادت محال ہو۔

از سُمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک　　خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک

یعنی خاک پُر از ماہ ہو گئی بسبب نقش نعل کے اور ماہ پُر از خاک ہو گیا کثرتِ گرد و غبار سے۔

دیدنِ او را کُلہ افگند ماہ　　بلکہ فتادش گہ دیدن کلاہ

منارہ کی بلندی میں مبالغہ کیا ہے کہ اُس کے دیکھنے کے لیئے چاند نے اپنی ٹوپی اُتار لی۔ پھر کہتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ دیکھتے وقت خود اس کی ٹوپی گر پڑی

خواست کہ پیشش ز سپہرِ بریں　　ماہ فرود آید و بوسد زمیں

دیگر

سوئے فلک رفت ز میدانش گرد　　ہم بفلک ماہ زمیں بوس کرد

دیگر

اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع　　بلکہ گزشتہ ز سمٰواتِ سبع

دیگر

عُمق در و کار بجائے کشید　　کز تہِ او گشت زمیں ناپدید

دیگر

رفت زمین را چو حباب از میاں　　گشت پدید از تہِ آب آسماں

نافہ و خلقت کہ زد از مشک دم — ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم

لیک جز این فرق نہ باید گزید — کز طرفِ مشک شد آہو پدید

یہاں نافہ اور خلقِ ممدوح کو مثالِ مشک ہونے میں جمع کیا ہے۔ پھر دونوں میں فرق بیان کیا ہے کہ نافے کے مشک کو آہو سے نسبت ہے اور آہو معنی عیب ہے۔

بگفت خسرو بکشائے نے لف تا نشنید — حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

یہاں حریف و مطرب و چنگ و رباب کو ایک حکم میں جمع کر دیا ہے۔

تجرید

کسی ذی صفت چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرنا۔ یا اپنے آپ کو شخصِ غیر سمجھکر باتیں کرنا۔

خسروِ من! بگذر از ین گفتگوے — نیکی خویش و بدِ مردم مگوے

چشم تو از عیبِ تو دیدن تہی ست — از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست؟

چشم بخود باز مکن چون خساں — بیں سوئے خود لیک بچشمِ کساں

مُبالغہ

مُبالغہ یہ ہے کہ کسی وصف کو اُس حد تک پہنچاویں کہ اُس حد تک اُس کا پہنچنا بعید ہو یا محال۔

اُس کی تین قسمیں ہیں :-

۱۔ تبلیغ یعنی وہ بات جو عقل و عادت کے موافق ممکن ہو۔

پس خدا وہ ہی جس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔

تجنیس

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ الفاظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں متغائر

باشی بکامم کہ بکامِ توام　　زندہ ترا زندہ بنامِ توام

دیگر

گل کہ سپر ہاش فراہم شدہ　　پیشِ سپرِ غم۔ سپرِ غم شدہ

دیگر

فلکِ فلک مرتبہ خویش خسبت　　رجعتِ خود کرد بمنزل درست

دیگر

حکمت و حکمش کہ ندارد زوال　　ہم ز خلل خالی و ہم از خیال

پہلے مصرعہ میں تجنیس ہی اور دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں شبہ اشتقاق۔

بردرِ تو آمدہ ام شرمسار　　از شرِ من درگذر و درگذار

دیگر

این خطِ پُر زہر بدلبر کہ می دہد؟　　دین در دِ سر بمہر بدرماں کہ می برد؟

دیگر

اُشترِ پوئیندہ پولاد پائے　　کوہ نما از تنِ کوہاں نمائے

دیگر

دیگر

نیم فلک ہست بزیر زمیں
چوں تہش نیست زمیں آن ہمیں

دیگر

بس کہ زمیں رفت زہم راہش
گاوِ زمیں شد خورشِ ماہش

اِن اشعار میں حوض کی گہرائی کی نسبت مبالغہ کیا ہی۔

بر درِ تو ہر کہ نہ بندد کمر
غرق شود تا کمر اندر گہر

دیگر

نیزہ وراں نے بنان و مصاف
در شبِ تار از سرِ کیں مو شگاف

دیگر

آئینہ گشتہ زگچ صاف خشت
دیدہ در و صورتِ خود در بہشت

مذہب الکلامی

وہ صنعت ہی کہ کلام دلیل و بُرہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل نتیجۂ مطلوبہ حاصل ہو جائے۔

شرک نہ در مملکتش دست سای
خود نتواں بود بشرکت خدای

اس شعر میں صورت دلیل یہ ہی:۔

جس کی سلطنت میں کوئی ساجھی شریک ہو تو وہ ناقص ہی اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا۔

دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست　　　　دیدہ دُنا دیدہ گرفتارِ تست

دیدہ . نادیدہ . دیدار یہ الفاظ ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں۔

دیگر

کُن مکُن او راست زتو تا کہن　　　　انچہ کند کیست کہ گوید مکن ؟

کُن . مکُن . کند مشتقات ہیں "کردن" سے۔

دیگر

نامۂ گل را بہ نما خامہ کرد　　　　نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد

لفظ نامہ کو نما اور نامیہ سے اشتقاق میں کچھ تعلق نہیں مگر مادہ کے لحاظ سے
یہ الفاظ ملتے جلتے ہیں۔ اس لیے ایسی صورت کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیگر

کون و مکاں در خطِ امکانِ او　　　　کائن و من کاں۔ گہرِ کانِ او

اس شعر میں پانچ لفظ ایک مادہ سے ہیں۔ اور لفظ کان کہ فارسی ہے ان سے
ملتا جلتا ہے۔ یہ شبہ اشتقاق ہے۔

دیگر

سکۂ خود زیں فنِ اندیشہ زرائے　　　　تا نہ نشانم۔ نہ نشینم زپائے

دیگر

حاجبِ فصل آمد و تفصیل داد　　　　کرد مفصّل ہمہ در فصل یاد

حضرتِ دہلی کنفِ عدل و داد   جنّتِ عدن ست کہ آباد باد

دیگر

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ   برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود   آتشِ طبعم بقلم داد دود

قلب

تجنیس ہی کی قسم میں قلب داخل ہے جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کلمہ کے حروف ترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں۔ یہ قلبِ کل کہلاتا ہے (۲) اگر حروف بے ترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں تو یہ قلبِ بعض کہلاتا ہے:۔

تا بسریرِ عرب آں جم نشست   رعبِ عرب بر ہمہ عالم نشست

دیگر

فتنۂ چشم آمدہ زاں سو مدام   تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام

اِن اشعار میں کلمات رُعب، عرب، میان، نیام میں قلبِ بعض ہے۔

اشتقاق و شبہِ اشتقاق

یہ صنعت بھی ایک طرح کی تجنیس ہے۔ دو لفظ ایک مادہ سے مشتق ہوں تو اُس کا نام اشتقاق ہے۔ یا دو لفظ مشابہ ہوں اور مادہ دونوں کا جُدا ہو تو اُس کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

صنعتِ تجنیس بھی ہے۔

صفتِ قلم میں بیان فرماتے ہیں:-

آہوئے مشکین و سرش با د شاخ | وز دُم او مُشک بصحرا فراخ

یہاں بطور استعارہ قلم کو آہو کہا ہے۔ اور آہو کی مُناسبت سے سر، شاخ مشک صحرا کا ذکر کیا ہے۔

یہ بھی صفتِ قلم ہے:-

در طلبِ صوف تراشیدہ سر | گرچہ ہمہ جعد کنندش زبر

اس شعر میں صوف، تراشیدہ سر، جعد الفاظ متناسب ہیں۔

راکع و ساجد شدہ در ہر مقام | در دلِ شب کردہ بیکجا قیام

ہیچ نبودہ بقیامش قعود | طرفہ کہ در عینِ قیامش سجود

راکع، ساجد، قیام، سُجود الفاظ متناسب ہیں جو فِقہ کی اصطلاحات ہیں۔

حاجی از موج برآب دگر | بر تنِ دریا صفتانش گزر

حاجی ایک قسم کا مہین کپڑا ہوتا ہے۔ اُس کی صفت بیان کرتے ہیں کہ لہروں سے اُس کپڑے میں بڑی رونق ہے۔ اور دریا صفت یعنی اربابِ کرم اُس کو پہنتے ہیں۔ پس:-

موج، دریا، آب الفاظِ متناسب ہیں۔

چشم چو بر گلشن بختش فتاد | گشت پیادہ چو گُل از پشتِ باد

دیگر

از دو طرف تخت مطرّف شود		وز دو شرف بخت مشرّف شود

یہاں علاوہ اشتقاق کے صنعتِ ترصیع بھی ہے:-

چوں اثرِ شوق زغایت گزشت		کفّۂ دانش ز کفایت گزشت

سیاق الاعداد

یہ ہے کہ اعداد کو بترتیب یا بلا ترتیب کلام میں ذکر کریں:-

پنج طرف چتر چو مہرِ سپہر		شش جہت آراستہ از پنج مہر

دیگر

چار گہر کرد جہاں را پدید		در گرہِ شش جہت اندر کشید

دیگر

ساختہ نہ حجرہ بہ از ہشت باغ		ہشت بہشت از نہِ او با فراغ

مراعات النظیر

اِس صنعت کا انداز یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزیں جمع کریں جو باہم نسبت رکھتی ہوں (سوائے نسبت تقابل و تضاد کے)

وقت چنیں میوۂ پز و گرم تاب		وز مددِ ابر جہاں غرقِ آب

ابر دُر افشاں بہ سرِ دریا نوال		ابر شش خود راند بدار الجلال

اِن اشعار میں ابر، آب، دُر، دریا الفاظ متناسب ہیں۔ اور ابر و ابرش میں

خرّم و خنداں چو گل از بارگاہ سوئے گلستانِ دگر جست راہ

خرّم. خنداں، گل، گلستاں الفاظ متناسب ہیں۔

رَدُّ العجز علی الصّدر

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ آیا ہو دوسرے مصرعہ میں اسی کو لوٹائیں۔

عودِ قماری کہ ہمی داد دُود غالیہ می ساخت گل از دُودِ عود

اس شعر میں لفظ عود اور دود کو مصرعہ ثانی میں لوٹایا ہے۔

تا کہ بعزلت نہ نشانند خیز پیشتر از مرگ بعزلت گریز

دیگر

باد کہ اندر سرِ ہُدہُد فتاد تاجِ سلیمانؑ ز سرش بُرد باد

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند چترِ تو از ماہ بیک سر بلند

گرچہ تبد برگ و نوائے بشاخ برگ و نوا بود بمجلس فراخ

می کنم از تیغِ خود آں دم دریغ چوں کنم از خونِ خود آلودہ تیغ

ترصیع

وہ صنعت ہے کہ دونوں مصرعوں کے الفاظ وزن اور قافیہ میں متحدّ ہوں اور وزن میں موافق ہوں۔ ہم قافیہ نہوں تو اُس کو مماثلہ کہتے ہیں۔

بادہ نوشیں بصفا خواست کرد وعدہ دوشیں بوفا راست کرد

روے چو گل بود بہ پشتِ زمیں　　گشت زمیں پر سمن و یاسمیں

گلشنِ بخت سے مراد کیقباد۔ مطلب یہ ہے کہ کیکاؤس نے جب کیقباد کو دیکھا تو گھوڑے سے اتر پڑا اور پیادہ پا ہوگیا۔ اس کا پھول سا منہ پشتِ زمین پر جا رہا (از راہِ تعظیم) گویا زمین سمن و یاسمین سے پُر ہوگئی۔ روے و پشت میں تضاد ہے۔

ساقیِ خورشیدوشِ ماہ چہر　　دَور ہمی کرد چو مسر بر سپہر

اس شعر میں خورشید، ماہ، سپہر، دَور الفاظ متناسب ہیں۔

سینۂ خسرو ز تست آئینۂ زنگ خورد　　مصقلۂ وصل کو؟ تا بزداید مرا

آئینۂ، زنگ، مصقلہ الفاظِ متناسب ہیں۔

حوض کہ دَورش ز تسلسل نشست　　دَورِ مے از دَورِ تسلسل نجست

فصلِ مے اور شدّت سرما کے بیان میں کہتے ہیں کہ:

اس قدر پالا جم گیا تھا کہ حوض کے دَور کا تسلسل ختم ہوگیا۔ لیکن مَے کے دَور کا تسلسل قایم رہا۔

دَور و تسلسل اصطلاح حکمت اور الفاظ متناسب ہیں۔

دور کے معنے یہ ہیں کہ ایک شے موقوف ہو دوسری پر اور دوسری موقوف ہو اسی پہلی پر جیسے مرغی کا وجود انڈے پر انڈے کا وجود مرغی پر موقوف ہے۔ تسلسل سے یہ مراد ہے کہ غیر متناہی اشیا کا وجود ایک ہی وقت میں ایک دوسرے پر موقوف ہو۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے۔ ختم نہ ہوتا ہو۔

گم شدہ ام۔ راہ نمایم تو باش　　بے بصرم۔ نور فزایم تو باش

دیگر

بے کرمے نام فروشی کنند　　بے گہرے مرتبہ کوشی کنند

دیگر

برق بہر سوے تبا بے دگر　　دشت زہر جوے بآبے دگر

دیگر

تیغ بر گیر تا ز سر بر ھم　　تیر بکشاے کز نظر بر ھم

دیگر

مہر چہ جوئی ز وفاے کہ نیست　　روے چہ بینی بصفاے کہ نیست

دیگر

منزلِ سعدین شود برجِ تخت　　مجمعِ بحرین شود روے بخت

دیگر

ہر طرفش رہ بشتابے دگر　　ہر قدمش سیر بر آبے دگر

ذو قافیتین

اُس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیے ہوں یہ بھی ایک صنعت ہے

تن ز غنیمت بہزیمت سپرد　　بُردنِ جاں را بہ غنیمت شمرد

دیگر

دیگر

نورِ ہدایت بچراغم رساں　　بوئے عنایت بدماغم رساں

دیگر

از حدِ ناسوت بروں تاختہ　　برخطِ لاہوت وطن ساختہ

دیگر

ہر دہنے یک گل و صد آبجوے　　ہر چمنے صد گل و صد آبروے

دیگر

بر فلکش سایہ طرف بر طرف　　تا فلکش پایہ شرف بر شرف

دیگر

از دو طرف تخت مطرّف شود　　وز دو شرف بخت مشرّف شود

دیگر

غمزدگاں را بطرب دلکشاے　　گمشدگاں را بکرم رہنماے

دیگر

حقّۂ تن را بفنا درکشاے　　جوہرِ جاں را به بقا رہنماے

دیگر

طفلِ گیا را زہوا رخیت شیر　　مغزِ جہاں را زصبا زد عبیر

دیگر

اشارہ ہی۔

رفت و برا و رنگِ سکندر نشست　　　در صفِ پیلاں سدِ یاجوج بست

یہاں اشارہ ہی اُس واقعہ کی طرف کہ سکندر نے قوم یاجوج و ماجوج کا حملہ روکنے کو سدِّ روئیں بنائی تھی۔

تنسیق الصّفات

یہ ہی کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف پے در پے ذکر کریں۔

باد ! ہمہ وقت بشادی و ناز　　　بادہ کش و خصم کش و بزم ساز

لشکرِ مشرق زادہ تابہ بنگ　　　چیرہ دل و خیرہ کش و تیز جنگ

خیرہ، چیرہ میں تجنیس خطی بھی ہی۔

چند ہزارش ز سوارانِ کار　　　تیغ زن و کینہ کش و نامدار

نظمِ مسجّع

وہ ہی کہ قصیدہ یا غزل کی ہر بیت میں سوائے مطلع کے تین تین قافیے ہوں اور چوتھا قافیہ قصیدہ یا غزل کی زمین کا ہو:۔

چنانچہ اس مثنوی میں ایک مسجّع غزل موجود ہی۔

اے زندگانی بخشِ من ! لعلِ شکر گفتارِ تو　　　در آرزوئے مردہ ام از حسرتِ دیدارِ تو

گر شہد باشد بر زباں۔ یا آبِ حیواں در دہاں　　　گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو

زیں پس بخوباں ننگرم۔ در کوی ایشاں نگذرم　　　گر ہیچ یکرہ جاں برم۔ از غمزۂ خونخوارِ تو

چرخ زبیداد عناں تافتہ   مملکت از ظلم اماں یافتہ

دیگر

چنگِ نوازں بہوا سر کشید   چنگ نوازندہ نوا بر کشید

ہوا، نوا، سر، بر ہر مصرعہ میں دو دو قافیے ہیں۔

دیگر

خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز   بر عروسانِ سحر دانہ ریز

دیگر

جملۂ عالم بوفا جوئیش   خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

دیگر

آتش ازاں جا کہ بدل جای کرد   دود برآمد بنفس ہای سرد

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود   ز آتشِ طبعم بقلم داد دود

تلمیح

یہ ہے کہ کلام میں کسی قصہ یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہو یا کتابوں میں مذکور ہو۔

شرطِ کرم بین کہ بہنگامِ جنگ   گوہر خود ریخت بیادِ اش سنگ

اس شعر میں جنابِ سالت مآب صلعم کے دندانِ مبارک کے شہید ہونے کی طرف

اس مثنوی کے یہ دونوں شعر بھی اسی طرح کے ہیں۔

ہست زیکسو تو میراثِ شاہ   من زسہ شاہم تو میراث خواہ

مصرعہ ثانی میں ز۔ س۔ ش کے اجتماع سے کسی قدر ثقالت پیدا ہو گئی ہے:-

زشت ترا زنگ شدہ بوے شاں   پست ترا ز پشت شدہ روے شاں

دوسرا مصرعہ زبان پر آسانی سے جاری نہیں ہوتا۔

پاے ستوراں بزمیں درشدہ   گاوِ زمیں را سُم شاں سر شدہ

دوسرے مصرعہ میں ایک گونہ ثقالت پیدا ہو گئی ہے (س ۔ش کے اجتماع سے)

ضلع جگت کا اعتراض

مولانا شبلی مرحوم نے شعر العجم میں حضرت خسرو کی لفظی رعایتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ "کہیں کہیں وہ ضلع جگت کی حد کو پہنچ گئی ہیں"۔ لیکن اس مثنوی میں تو صرف ایک شعر ہے جس کو ضلع جگت کہہ سکتے ہیں:-

طفلِ شگوفہ برہ افتادو مُرد   شاخ بدید و بعنادل سپرد

قبولِ عام

جس طرح خواجہ نظامیؒ کی مثنویات خمسہ میں سے سکندر نامہ کو زیادہ شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی اسی طرح خسرو کی تمام مثنویات میں قران السعدین کو قبول عام کا فخر حاصل ہوا۔

در کوے تو بر ہر درے۔ افتادہ می بینم سرے　　این نیست کارِ دیگرے جز کارِ تست و کارِ تو
خواہی نمک زن ریش را۔ خواہی بکش درویش را　　ہر چونکہ خواہی خویش را۔ بر بستہ ام دربارِ تو
چون غم بگفتار آورم۔ یا گریہ در کار آورم　　یا رُو بدیوار آورم۔ بارے ہمان دیوارِ تو
خواہی کہ بر ہر خندۂ۔ پیشش افگنی افگندۂ
اینک چو خسرو بندۂ۔ نو بردہ بازارِ تو

قافیہ معیوب دو ایک جگہ اس مثنوی میں شائگاں قافیے بھی آگئے ہیں اگرچہ اس قسم کے قافیے کو اہلِ سخن نے جائز رکھا ہی مگر اس کو معیوب سمجھا ہی۔

باد زنہ دست بدستِ ہمہ　　وز دمِ او باد بدستِ ہمہ

ایک اور شعر میں ایسے قافیے ہیں جن کو شائگاں بھی نہیں کہہ سکتے۔

بادِ خزاں آمد ازاں جا کہ بود　　خشک شدہ شاخ ہم آں جا کہ بود

ممکن ہی کہ اس شعر کی کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔

تنافُر دو ایک اشعار میں تنافر بھی پایا جاتا ہی۔ تنافر اُسے کہتے ہیں کہ ہر ایک لفظ بجاے خود تو فصیح ہو مگر اُن کے اجتماع سے تلفّظ میں گرانی پیدا ہو جائے اور وہ زبان پر آسانی سے رواں نہو سکیں جیسا کہ حضرتِ نظامیؒ کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور ہی:۔

زسمِ ستوران دراں پہن دشت　　زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

خاتمہ

(از خاکسار مقدمہ نگار)

مثنویِ چند جز این مثنوی — ہست نگارِ قلمِ خسرویؒ

خرم و خنداں چو گلِ بوستاں — تحفۂ نغز ست پئے دوستاں

ہاں نگر این نامہ کہ دانش نام — یافت ازاں جملہ فراتر مقام

چشمِ ہنر بیں شدہ حیرانِ او — ریختہ نیرنگ ز الوانِ او

دیدۂ بینندہ گہر دیدنش — سیر نگر دیدہ ز گل چیدنش

ہر چہ فزوں دید- فزوں شد ہوس — گرد ثناہا خردِ نکتہ رس

بیتِ قصیدہ چو مغنے در گذشت — ہر غزلے ہمچو غزالِ بہشت

موج زناں نظم چو آبِ رواں — از نفسِ طوطیِ عذب البیاں

دادِ نوا سنجیِ آں نغز گو — تا بدہد بلبلِ شیراز کو؟

طوطیِ ہند ار بنوا آمدے — بلبل از ایراں بہ ثنا آمدے

من کہ ندانم روشِ پارسی — بے خبرِ ہندیم ار دوارسی

من ز کجا نقدِ سخن از کجا؟ — کاسۂ تہی دمِّ مل از کیمیا!

گر ز کجی سازِ خطا می زنم — بانگِ کرم زن کہ کجا می زنم

ور قلم افتادہ دریں باب راست — راستیش حضرتِ نوابؒ راست

خانِ فضائل حشم اسحٰق خاںؒ[۱] — آئینۂ حسرتیؒ[۲] نکتہ داں

پر حذرم از سرِ سودائے سود — دامِ دلم خاطرِ والاش بود

[۱] حاجی نواب محمد اسحٰق خاں صاحب رئیس جہانگیر آباد ضلع بلند شہر آنریری سکریٹری ایم اے او کالج علی گڑھ ۱۲

[۲] حاجی نواب محمد مصطفیٰ خاں خلد مکاں المتخلص بہ شیفتہ و حسرتی رئیس جہانگیر آباد و دہلی ۱۲

اب سے نصف صدی پہلے تک جب کہ فارسی زبان کی درس و تدریس کا عام رواج تھا سکندر نامہ اور قران السعدین یہ دونوں مثنویاں ہمارے مکاتب میں داخلِ درس تھیں۔ اسی لیے بڑے بڑے قابل لوگوں نے ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شرحیں مرتّب کیں۔ رفتہ رفتہ وہ رواج کساد سے تبدیل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے والے نادراتِ روزگار میں شمار ہونے لگے۔

قران السعدین کے اسبابِ قبولیت سے اوّل وہ چند خصائص ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان خصائص نے اس مثنوی کو محض مثنوی نہیں رکھا بلکہ نظم کے اصنافِ ثلٰثہ کا ایک بامزہ مرکب بنا دیا ہے جس میں ہر مذاق کا سامانِ ضیافت موجود ہے۔ قصیدہ کی جگہ قصیدہ غزل کی جگہ غزل اور مثنوی کی جگہ مثنوی۔ پھر مثنوی میں محض قصہ گوئی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر موسم اور اس کے لوازم کی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے پھولوں اور پھلوں کا ذکر ہے دلّی اور اس کی عمارتوں کا بیان ہے۔ یہ مضامین اہلِ ہند کے لیے قدرتاً موجبِ انبساطِ خاطر ہیں۔
اصل قصہ بھی ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت خسروؒ نے اکثر چشم دید حالات کو نہایت وضاحت سے نظم کیا ہے۔ اس لیے تاریخی حیثیت سے بھی وہ حالات قدر و وقعت کے قابل ہیں چنانچہ بعد کے مورخین نے کیقباد کی سلطنت کے ذکر میں اس مثنوی کے اشعار سے اکثر واقعات کا استناد کیا ہے۔

اِن تمام خوبیوں کے علاوہ تشبیہ و تمثیل کی ندرت، اسالیبِ بیان کی تازگی، نئے نئے الفاظ کی کثرت اور سب سے بالاتر خسروؒ کا حسنِ بیان ہے جس نے اس مثنوی کو قبولِ عام کا خلعت پہنایا تھا۔

مثنوی



خسرو

ساختہ گشت از روشِ خامہ
از پسِ شش ماہ چنیں نامہ
در رمضاں شد بسعادت تمام
یافت قران نامہ سعدین نام
آں چہ بتاریخ ز ہجرت گزشت
بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت
(از مثنوی قران السعدین)

تا ختہ ام ہرزہ براہِ دراز | بر اثرِ حکم۔ نہ از روے آز

نوبتِ پیری و منم طفلِ راہ | عاجزم و عاجزیم عذر خواہ

خوش مثلے گفتہ و دُر سفتہ اند | "پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند"

نیز سپاسے بجنابِ بشیر[۱] | خُلقِ وے آمیختہ شکر بہ شیر

یاوریِ او کہ بسے کار کرد | از کتبِ خواستہ انبار کرد

خامہ زنِ من کہ حسن چشتی[۲] ست | رہروِ آئیم و خطش کشتی ست

ہر ورقے نقشِ نو انگیختن | لعل و دُر از نوکِ قلم ریختن

کز کلکِ او بر رُخِ کاغذ رواں | لیک نہ بینی ز ستردن نشاں

عارضِ کاغذ کہ سمن زار بود | گشتہ کنوں سُرخ و سیاہ و کبود

لاجرم آں کاغذِ زار و حزیں | شد ہمہ تن پیرہنِ کاغذیں

از خمِ شانِ خامہ کہ دُرد کش است | یادِ بزرگاں بہ دروے خوش است

شعرِ تو اے خسروِ شیریں بیاں! | زندۂ جاوید۔ تو ہم زندہ ماں

خضرِ توئی و سخن آبِ حیات | نوشِ تو بادا سخن از عینِ ذات

شعرِ تو پروردۂ درد است و سوز | شعلۂ او سرد نگشتہ ہنوز

گرچہ گزشتہ است ازینش صد و فزوں | لیک نہ کم شد تفِ سوزِ درون

تا دمِ گرمِ تو فغاں برکشید | آتشِ سوزندہ زباں در کشید

شاد بماں خسروِ جنت نشیں

باد بجانِ تو ز حق آفریں

تمت

۱؎ شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لال کرتی و آنریری مجسٹریٹ میرٹھ۔ ۲؎ الیں ام حسن چشتی اندر کوٹ شاہجہاں میرٹھ ۱۲

امیر خسرو نے مثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ بتائی ہے ؎

ور ز جمل باز کشائی شمار

نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار (صفحہ ۲۳ متن و ۵۹ مقدمہ)

مگر موجودہ نسخہ میں یہ تعداد صرف ۳۶۹۰ ہے۔ یعنی ۲۵۴ ابیات کم ہیں۔ ۷۷ عنوانات کے ۸۷ اور ۲۱ غزلوں کے ۱۹۰ اشعار (اصل ۳۹۴۴ یا موجودہ ۳۶۹۰ کے علاوہ) ہیں

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

فہرست مضامین

متن

قران السعدین

مثنوی ہذا کے عنوانوں کی دو قابل لحاظ خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بھی منظوم ہیں دوسرے یہ کہ اوّل سے آخر تک اس طرح مرتب و مسلسل ہیں کہ ان کو بہ یک نظر پڑھنے سے کتاب کے مضامین کا ماقل و دل خلاصہ عمدہ طور پر مفہوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اس کی جانب کنایہ فرمایا ہے ؎

طرز سخن را روشِ نو دہم	سکّۂ ایں ملک بجنبر و دہم
نو کنم اندازۂ رسمِ کہن	پس روی پیش روانِ سخن
در نگرم تا چہ دُر افشاندہ ام	تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام
کام ازیں نامۂ عنواں کشاے	نام بلند ست کہ ماند بجاے (صفحہ ۲۲۸-۲۲۹)

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فہرست مضامین میں ان عنوانوں کو یک جا کر دیا جائے اور عنوانیں جو متن کے اندر بیچ بیچ میں آتی جاتی ہیں ان کا سلسلہ جدا قائم کر دیا گیا ہے اور بطور حوالہ کے صرف مطلع کا پہلا مصرعہ درج کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں چند الفاظ مثنوی کے اشعار کی تعداد کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم (غالباً مقدمہ کے ختم کرتے ہی انتقال فرما جانے کی وجہ سے) متن کی جانب توجہ نہ فرما سکے تھے اور مقدمہ کے اندر انہوں نے صرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

غزلیات

بسم الله الرحمن الرحیم

شکر گویم که بتوفیق خداوند جهان ‌‌ ‌ بر سر نامه ز توحید نوشتم عنوان

نام این نامهٔ والاست قران السعدین ‌ ‌ ‌ کز بلندیش بسعدین سپهرست قران

حمد خداوند سرایم نخست ‌ ‌ ‌ تا شود این نامه بنامش درست

واجب[1] اول بوجود قدم ‌ ‌ ‌ نے بوجودے که بود از عدم

بیشتر از وهم خرد پروران ‌ ‌ ‌ بیشتر از فهم فراست گران

نور فزائے بصر دوربین[2] ‌ ‌ ‌ دیده کشائے دل عبرت گزین

فکرت صاحب خرداں خاک او ‌ ‌ ‌ معترف عجز در ادراک او

دل متحیر که چه داند ورا ‌ ‌ ‌ روح دریں گم که چه خواند ورا

زهره ندارد خرد سُست[3] خیز ‌ ‌ ‌ تا کند اندیشه دریں راه تیز

---

[1] یعنی خداوند تعالیٰ واجب الوجودست ای ذات وے مقتضی وجود اوست و اول ست ای وجود وے پیش از همه چیزست پس واجب و اول صفت بعد صفت ست مر خداوند را و اول را صفت واجب داشتن از برائے احتراز ممکنے که واجب بالغیرست ۱۲ [2] یعنی بصری که نظر بر عواقب امور و غوامض حکم و مصالح ایزدی می اندازد نور العین و شناسائی او را می افزاید ۱۲ [3] از اں رو سُست خیز گفته که جولان وے اوّل در اثرست و بدریافت آثار درمانده ۱۲

نوٹ - مندرجہ بالا طریق پر مضامینِ متن کی فہرست مرتب ہو چکنے کے بعد حضرت امیرؒ کے دیوان بقیۂ نقیہ کے ایک نہایت قدیم نسخہ کا حال معلوم ہوا جس کے مضامین کی فہرست بھی منظوم عنوانوں کے یک جا جمع کر دینے کے ذریعہ سے مرتب کی گئی ہے اور اغلب ہے کہ یہ ترتیب خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہوئی ہے - علاوہ بریں اس مثنوی کے اندر حسن اتفاق سے ایسی قابلانہ اور پر از معلومات تمہید و تنقید کا جمع ہو جانا بھی ایک نہایت عجیب و نادر قران السعدین ہے - ایک سے زیادہ امور میں توارد در حقیقت ایک ایسا لطیفہ ہے جس کی توجیہ صرف خسروؒ کے روحانی فیض کے حوالہ سے ہو سکتی ہے - برد اللہ مضجعہ -

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

غیرتِ غیر از قدرش دور سیر ‏ ‏ پاک ز امکانِ تغیّر چو غیر

شرک نہ بر مملکتش دست سائے ‏ ‏ خود نتواں بود بشرکت خدائے

فطرتِ ہستی نہ باسباب ساخت ‏ ‏ بے سبب غیر علم بر فراخت

نقشِ صور کرد بآلت نہ کرد ‏ ‏ بر فلک و طبع حوالت نکرد

چون و چرا نقش طرازِ تن است ‏ ‏ آئینہ صورت از و روشن است

آں کہ نگنجد بخیال و صُوَر ‏ ‏ چون و چرا کے کند آں جا گذر

پاک ز آلودگیِ آب و خاک ‏ ‏ پاک تر از ہر چہ بگویند پاک

نے کس از و زادہ و نے او ز کس ‏ ‏ زادن و نا زادنِ ما زوست بس

دیدنِ خود گفت بما در نہفت[۲] ‏ ‏ شاد ہماں کس کہ بدید و نگفت

دیدنِ او ہست ز مردم دروغ ‏ ‏ تا ہم از و دیدہ بیابد فروغ

چشمِ جہت بینش چہ بیند بنور[۳] ‏ ‏ تا نکند خود جہت از دیدہ دور

بستہ مکان را بجہات و صفات ‏ ‏ ہم ز مکان فارغ و ہم از جہات

بے ہمہ جا و بہمہ جا درون ‏ ‏ در ہمہ جا و ز ہمہ جا برون

راستیِ او بدرستی کہ خواست ‏ ‏ راست درست آنچہ کند جا بجاست

---

۱ یعنی مرتبۂ حق جل شانہ عالی تر است از آنکہ غیر او بر وے غیرت برد و معنی [illegible] ذات و گرنہ بہ غیرت در آوردن در صفت [illegible] الحصول باشد منزہ است از امکان تغیر ۲ این بیت ترجمۂ آیۂ کریمہ لا تدرکہ الابصار و ہو یدرک الابصار است [illegible] بینائی ہا او را نمی یابند و او بینائی ہا را می یابد یعنی ما را حکم داد کہ من بر ملا نظر نیایم آنچہ اہل دل بینی دارند [illegible] ۳ ضمیر راجع بمردم است و درین مصراع تلمیح است بحدیث کہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از معراج باز آمدند پرسیدند کہ یا رسول اللہ خدا را دیدی بجواب گفت خدائے تعالیٰ نور است چہ طور دیدہ شود

آدمی ایں جا بسخن راه جوست | لیک سخن کے رسد آنجا که اوست

هر کس ازو آمده در گفت و گوے | معرفتش از همه پوشیده روے

رخشِ عِلَل در رهش افگنده سم[1] | علت و معلول درو هر دو گم

کس نبرد راه به تحقیقِ او | در نبرد الّا که بتوفیقِ او

من که همه هستیِ من نیستی ست | هستیِ بے نیست ندانم که چیست

هستیِ ما نزدِ خرد اندکے ست | واں همه با نیستیِ ما یکے ست

نیست شناسندهٔ هستی مگر | آنکه ورا نیست ز هستی گذر

نیستی از هستیِ او شست دست | هست و بود (موجود ۱۲، آینده ۱۲) نیست شود هر چه هست

ثابتِ[2] مطلق بصفاتِ احد | زنده و باقی ببقائے ابد

بود در اول کس ازو پیش نه | ماند در آخر کس ازو بیش نه

حادثه را با ازلش کار نے | نقشِ فنا با ابدش یار نے

حکمت و حکمش که ندارد زوال | هم ز خلل خالی و هم از خیال

کرد خرد وحدتِ او را سجود | ثانیِ او ممتنع اندر وجود

---

[1] سم افگندن کنایت از عجز و درماندن ست حاصل معنی ایں که چوں دلیل در راه معرفت حق بجائے نه رسید بے مدلولے که بوسے ثابت شود و معلولے که از وے حاصل آید نیز گم ولاشے خواهد بود پس هم علت گم است و هم معلول ۱۲

[2] ثابت یعنی موجود دائم مطلق است منزه از جمیع قیود مراد باحدیت صفات آنکه هر یک از صفات حق فی نفسها واحد ست تکثر و تعدد بکثرة متعلقات ست مثلاً علم یکے ست و کثرت او باعتبار کثرت معلومات ست و قدرت یکے تعدد او باعتبار تعدد مقدور ست ایں چنیں سایر صفات ۱۲

حقۂ تن را بفنا در کشاے
جوہر جاں را ببقا رہنماے

ز آبِ عنایت[1] گہر انگیختہ
در صدفِ کن فیکوں ریختہ

قطرۂ احسانش بفیضِ عمیم
حملِ صدف بستہ ز درِّ یتیم

حجلہ کشِ جلوۂ بکرانِ باغ
خاص کنِ عطر بہ قصرِ دماغ

نقش طرازے کہ بصنعِ بدیع
راند قلم بر صفحاتِ ربیع

نامۂ[2] گل را بہ نما خامہ کرد
نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد

سنبلِ تر بر رخِ گلشن کشید
سنبلہ را دانہ بخرمن کشید

طفلِ گیا را زہوا ریخت شیر
مغزِ جہاں را ز صبا زد عبیر

نافِ[3] شگوفہ ز بخورِ نسیم
کرد بعنبر نفسی مستقیم

جلدِ سمن را کہ ورق کرد باز
مہرِ خودش داد بعنوانِ راز

چشمِ سحاب از نم دریا کشاد
چشمۂ آب از دلِ خارا کشاد

چار گہر کرد جہاں را پدید
در کرۂ شش جہت اندر کشید

دورِ زمیں را بزماں باز بست
دام وود داز وے بامان باز رست

---

[1] تواند کہ از گہر جوہر اول کہ روح محمدی ست مراد باشد و ریختن در صدف کن فیکوں عبارت از ایجاد اوست و تواند کہ از گوہر انسان مراد باشد و از صدف کن فیکوں فلک یا عالم ۱۲ [2] اضافت نامۂ گل بیانیہ ہست و نما دنمو یکے ست بمعنی بالیدگی نامیہ قوتے کہ صفتِ نمو دارد تقریر معنی آنکہ اللہ تعالیٰ از برائے نوشتن نامہ گل اے بجہتہ آفریدن گل نما را بجائے قلم و نامیہ را بمنزلہ کاتب نامۂ گل ساخت ۱۲ [3] بخور خوشبوئے معنبر نفسے مرکبت و با نفسے یحتمل کہ فارسی باشد بمعنی نیکتر یعنی یک عنبر آلود نفس مستقیم ای درست و دیر پا و یحتمل کہ یائے عربی بمعنی مصدر باشد اے عنبر آلود نفس بودن و فاعل را واللہ تعالیٰ ست و مفعول را و ناف شگوفہ یعنی ناف شگوفہ معنبر نفس ساخت یا آنکہ معنبر نفسے بودن بوجہ استقامت داد و در بعض نسخہ بعنبر نفسے ست اے ناف شگوفہ بعنبر نفسے اے عنبر نفس بودن ثابت نکرد ۱۲

راست رَوی بردهٔ زبی حاصلان — دادهٔ درستی بشکسته دلان

غمزدگان را بطرب دل کشائے — گم شدگان را بکرم رہنمائے

مونسِ ہر دل کہ فراغیش نیست — محرمِ ہر شب کہ چراغیش نیست

ہر چہ نہ او- در خطِ امکانِ[۱] اوست — ہر چہ جزاو بندهٔ فرمانِ اوست

روزیِ ہر کس برساند بسے — منّتِ روزی نہ نہد بر کسے

داد لبِ[۲] روزیِ تن را کلید — جُستہ وُ ناجستہ بجوا ہد رسید

کن مکن او راست زنو تا کہن — ہر چہ کند کیست کہ گوید مکن

عالم برحق نہ بہ تعلیمِ کس — ہر ہمہ زو یافتہ تعلیم و بس

ہر چہ کند در کُل و در جز اثر — کُلّی و جزئیش بو دزاں خبر

مور چہ جائے کہ نہد پائے راست — او بشبِ تار بداند کجاست

انچہ بہ ہستی رقمش حرف جوست — خامہ گزار قلمِ صنع اوست

صانعِ بے عیب زعلّت بری — نو رفزائے قمرہ و مشتری

غالیہ سائے شبِ مشکیں پرند — پردہ برانداز سپہرِ بلند

نور دہِ انجمِ خورشید تاب — سبز کنِ خاک بتاثیرِ آب

---

[۱] ماسوائے حق داخل امکان اوست لے از جملہ ممکنات مخلوقہ اوست یا آنکہ از قدرت اوست یعنی ایجاد و عدم آں نزد او برابرست امکان بمعنی قدرت بسیار آمدہ ۱۲ [۲] یعنی لب را کلید تن گردانید کہ از وے در روزی او کشادہ شود بدانکہ روزی کہ مفہوم رزق ست مخصوص بخوردن و آشامیدن نیست بلکہ ہر چہ شخص کہ در معیشت و تمدن محتاج آنست روزی اوست و میتواں از کلید سخن مراد داشت زیرا کہ سخن سبب تحصیل اسباب معاش ست ۱۲

گرچه نیاید ز منِ خاکسار | زانچه شوم بر درِ تو رستگار
هم بتوام هست امیدِ تمام | کز درِ تو رد نشوم والسلام

در تضرّع به درِ حق که گنهگاران را
داد بارانِ گنه شوئے ز عینِ غفران

اے بجلالت قدم آراسته | شُبهه[1] شِبهت ز میاں خاسته
ذاتِ تو پیداست ولے نے چو من | من ز تو پیدا و تو از خویشتن
نیست ثنا سائے کمالِ تو کس | هستیِ خود هم تو شناسی و بس
دانشِ هر کس که بسویت گذشت | یک دو قدم رفت و عناں تاب گشت
فکر دریں پرده به راز ایستاد | بانگ زدش حیرت و باز ایستاد
عقل دریں خطه امانے نیافت | خطِ اماں جست و نشانے نیافت
دل بتو داده است نشانی مرا | در تو رسم گر برسانی مرا
سوئے خودم کش که الٰهی شوم | خازنِ گنجینهٔ شاهی شوم
آں عمل آور ز من اندر وجود | کاں بتوام راه تو اندر نمود
وانچه دلم را ز تو دوری دهست | دور ترک دار که دوری بهست
نورِ بصر ده بشناسائیم | تا نبود جز به تو بینائیم

---

[1] شبهٔ اوّل بمعنی شک و شبه بالکسر بمعنی نظیر یعنی ایں شبه از میاں برخاست که کسے نظیرِ تو باشد، شرح آیهٔ لیس کمثله شیٔ

سلسلهٔ آب زن بر زره / طوق زمیں کرد گره بر گره

باد محیطِ کرهٔ آب ساخت / نار به پیرامنِ آں بر فراخت

کحلِ شب از دیدهٔ انجم نمود / نورِ دل از سینهٔ مردم نمود

طالعِ مردم ز شمارِ نخست / کرد بتقویم عنایت درست

ز آب چناں کرد مصوّر خیال / کاں بتصور ننماید جمال

نقش چناں بست بهر تن که هست / کش بدلِ او نتواں نقش بست

قصرِ جسد را به بهیں داوری / ز آب و گِلے کرد عمارت گری

دفترِ دل را خطِ شاهی نوشت / جائزهٔ سرِّ الٰهی نوشت

جاں که بهر جسم روائیش داد / پرتوے از نورِ خدائیش داد

گوش بآوازِ سخن تازه کرد / وز سخن آفاق پر آوازه کرد

ما که نبودیم - بوجود آمدیم / از عدم از روے بوجود آمدیم

کیں در اگر او نگشادے بما / دولتِ ایں نامه که دادے بما

نورِ بصر داد که بینا شدیم / چشم کشا شد که شناسا شدیم

معرفتش گر نشدے رهنمائے / کے ز خود آگه بُدے نے از خدائے

گر همه زاندیشه جگر خوں کنم / شکرِ چنیں مرحمتے چوں کنم

طاعتِ ماۓ کرمش بے قیاس / وائے براں کس که نگوید سپاس

اے صفتت بندہ نوازندگی / از تو خدائی و ز ما بندگی

جز تو شناسندهٔ این راز کیست — کامدنِ و رفتنِ ما بهر چیست

به که چو آوردی و بازم بری — هم بسوئے خویش فرازم بری

جز برهِ خویش مدارم مدار — ور بتو امید ندارم مدار

پرده برانداز که چوں لاشوم — پرده کشائے درِ الّا شوم

گم شده ام راه نمایم تو باش — بے بصرم نور فزایم تو باش

دامنِ تر آب ندارم بجوئے — دامنم از عینِ عنایت بشوئے

ساختهٔ سوختنم چوں خساں — آب ز سرچشمهٔ غیبم رساں

گرچه تنِ من ز پئے سوز راست — رحمتِ تو از پئے ایں روز راست

اے گنه آمرز شفاعت پذیر — پر گنهاں را بکرم دستگیر

من که نه نیکی همه بد کرده ام — نیک و بدِ خود بتو آورده ام

نیک بدم نیک نشد هیچ بد — از منِ بد ساز کنش نیکِ خود

در بد و نیکم بتو امیدوار — نیکی بپذیر و بدی در گذار

خود منم از فعلِ بد و کرد زشت — کندهٔ دوزخ نه نهالِ بهشت

کُنده چو در سوختن آرد وبال — پیشتر از سوختنش کن نهال

هست چو انعامِ تو اے کارساز — ق از من و از طاعتِ من بے نیاز

مرحمتے کن که گنه کرده ام — نامهٔ اعمال سیه کرده ام

عدلِ تو گر حکم بطاعت کند — همچو منے را که شفاعت کند

قوتِ دل بخش ز دینِ خودم | سینه قوی کن بیقینِ خودم
تا چو زعونِ تو قوی دل شوم | بو که توانم که بمنزل شوم
درد ندارد دلِ بے حاصلم | چاشنیِ درد نه اندر دلم
حسنِ عمل نیست که پیش آورم | عذرِ رسوائیِ خویش آورم
بر منِ رسوا شدہ عیب کوش | عیب تو پوشی که توئی عیب پوش
گر همه نیک ست عمل یا بدم | دیده برافروز بعیبِ خودم
چوں کژیِ دل کنندم خود پرست | آئینۂ راستیم ده بدست
ورنه بسوئے راستی آید سرم | راست چناں دار کزاں نگذرم
هر رهِ خیرے که بگیرم بپیش | راهبرم بخش به توفیقِ خویش
وانچه بد ره برد انجامِ کار | از من و از خاطرِ من دور دار
معرفتم ده که شناسا شوم | بخردیم بخش که دانا شوم
نورِ هدایت بچراغم رساں | بوئے عنایت بدماغم رساں
اے ز کرم بر دلِ ما درکشائے | گم شدگاں را سوئے خود رهنمائے
بر درِ تو بسته ام امیدِ بار | بار کشا بر منِ امیدوار
باز کن از روضۂ رحمت درے | بو که بیابم ز سعادت برے
از درِ خویشم بدرِ کس مراں | خود چه کشاید ز درِ دیگراں
من که بحکمِ تو دریں کارگاه | از عدم ایں سو زده ام بارگاه

اے کرمت غسل گنہ را سحاب ق مرحمتے کن کہ بیوم الحساب
گر بمثل نیک و اگر بد شوم در کنف ظل محمد شوم

نعت سلطان رسل آنکہ مسیحا بدرش

پردہ دارے ست نشستہ زپس شادرواں

پیشرو کوکبۂ انبیا کوکبش از منزلت کبریا
کون و مکاں در خط امکان او کاین و من کاں گہر کان او
گردلوا نصب در ایوان ہو تخت لوا آدم و من دونہ
از حد ناسوت بروں تاختہ برخط لاہوت وطن ساختہ
لعل وے از خاتمت آگہ شدہ خاتم انگشت ید اللہ شدہ
خاتمش از ہفت فلک حلقہ ساز یافتہ از مہر نبوت طراز
گرچہ سلیماں شود انگشتریں خنصر او را نرسد درنگیں
گرد شدہ حلقۂ پیغمبراں تا تمتش مہر نہادہ براں
ختم نبوت شدہ برہان او مصحف ختم آمدہ در شان او
سکہ چو از مہر نبوت کشاد محمدتش نام محمد نہاد
طرفہ کہ ہر حرف کزاں کم کنند فائدۂ خاص فراہم کنند
گر دہن میم شود زو نہاں حمد خداوند کند بے دہاں

تا نشود عونِ توام دستیار — کے شوم از طاعتِ خود رستگار

خاصه که چوں بنگرم احوالِ خویش — عذر نه و جرم ز اندازه بیش

اے بعنایت علم افراخته — کارِ دو عالم کرمت ساخته

در تتقِ سرِّ توام راه نیست — جز تو کس از سرِّ تو آگاه نیست

سرِّ مرا چوں همه دانندهٔ — باز رهانم که رهانندهٔ

گر ز تو بر خلد براتِ من ست — نامهٔ من خطِّ نجاتِ من ست

ور تو کنی سوئے جهنم رهم — در که پناهم که ز تو وا رهم

عذر ندارم چه کنم بر گناه — عفوِ تو گو تا شوم عذر خواه

بر درِ تو آمده ام شرمسار — از شرِ من درگذر و درگذار

روے سیاهم بتو دارد اُمید — هم تو کنی روئے سیاهم سپید

کار بدستم چو ندادی نخست — کارِ من آخر همه بر دستِ تست

دستِ من آں دم که بماند ز کار — دست ز کارِ منِ مسکیں مدار

از عملِ خود چو نشینم خجل — ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل

در شبِ تاریک چو بینی رهم — مشعلهٔ ده ز انارِ اللّٰهم

چوں شبِ من تیره شود روز بخش — شامِ مرا شمعِ شب افروز بخش (اے ز تو خود مرا ۱۲)

صبحِ قیامت که بود گرم تاب — ظلِّ خودم بخش در آں آفتاب

پیشِ تو آرم چو حسابِ جفا — حسبِ کرم بخش ز حسبی کفا

در تتقِ بارگهش گاهِ بار — مائده کش عیسی و خضر آبدار

پیش چنان چشمهٔ دریا قیاس — نوح زبے آبی خود در هراس

موسی اگر در رهِ او نیست پیک — کی ارنی گوید و انظر الیک

زان رخِ گلگون که گل افشان شده — نارِ براهیم گلستان شده

خوے خوشش چون خوے گل گشت پاک — از خوے او گل بدمیده ز خاک

گل که لباسِ خوشیش در برست — از خوے دیباچهٔ پیغمبرست

ساخته نُه حجره به از هشت باغ — هشت بهشت از تهِ او با فراغ

حجره نُه و خلد نه از هشت بیش — یعنی ازان هشت بیک حجره پیش

تا بسریرِ عرب آن جم نشست — رعبِ عرب در همه عالم نشست

خطبهٔ لولاک بپرداخته — منبرِ نُه پایه ازان ساخته

هستیِ او تا بعدم جا نه بود — نقشِ وجود از همه بیگانه بود

چون ز وجودش عدم آوازه یافت — تختهٔ هستی رقمِ تازه یافت

سایهٔ محش که ز گردون گذشت — رزق رسان بر همه آفاق گشت

سایه زبس نور نه بد پیش و پس — سایهٔ خورشید ندیده است کس

سایه نه و ظلِ سلامت ازو — سایهٔ خورشیدِ قیامت ازو

از پئے خورشیدِ قیامت جهان — ساخته از گیسوئے او سایبان

موئے بموئے گیسوئے او مشکِ خشک — فرق نبوده سرِ موئے ز مشک

ورز میان حلقهٔ حا گشت دور — مد ظلالی دهد آن شاخِ نور

ور کمرِ میم دگر بر کشاد — دال برحمت شد و آن در کشاد

نادره نامی که بحرفِ خویش — نادها بخشد از اندازه بیش

نامِ محمد بدو تدویرِ میم — در حدِ خود یافت دو چشمِ سلیم

یعنی اگر کس ز محمد پرد — چشمِ وی آن به که ز حد نگذرد

بلکه محمد بدو میم درست — یافت دو حلقه بحدِ خویش چست

حلقهٔ او سلسلهٔ تافته — هر دو جهان بستهٔ آن یافته

در شبِ تاریکِ عدم ره نبود — ور چه که ره بود کس آگه نبود

نورِ نخستش چو علم بر کشید — شامِ عدم را سحر آمد پدید

هستی ازان نور چراغی بدست — راه نما گشت بهر کس که هست

یافت نخست آدم ازان نور تاب — عطسه زد از دیدنِ آن آفتاب

چشمش ازان نور چو بینا شده — عطسهٔ او نورِ مسیحا شده

با دمِ مسیحاش چو دمساز شد — مریم ازو حاملهٔ راز شد

مرده مسیحش بدمِ بندگی — دم نزده پیشِ وی از زندگی

سینهٔ آدم دم ازو یافته — زخمِ عصا مرهم ازو یافته

بلکه خود آدم برهش خاک بود — خاکِ ورا کرده ملایک سجود

آتشِ بدخواه چو شد تابناک — دولتِ او گشت بیک مشتِ خاک

من کہ بدل راستیم نیست کار — رستہ نگردم بجز آں رستگار

نے بہوا گفت اگر از گفت — کانچہ بگفتند بدو باز گفت

ماہ ز سیرش اثرے یافتہ — تاب نیاوردہ و بشگافتہ

گرچہ شبِ چار دہم راست مہ — چاردہ مہ خوانش نہ بل چاردہ

ابرو و مژگاں قلم و نوں ہم — صورتِ او سورۂ نون والقلم

اُمیِّ دانا کہ بعلمِ فزوں — راندہ قلم بر ورقِ کاف و نوں

بے خط و قرطاس ز علمِ ازل — مشکلِ لوح و قلمش کرد حل

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت — علم بدل کرد و قلم را گذاشت

اَعلمِ حاذق بوجود و عدم — اَفصحِ صادق ز عرب تا عجم

آنکہ دریں پردہ مخالف نواست — گو بحجاز آے کہ حجت بجاست

اے کہ[1] نبی گفتہ او گفتہ — مُردہ تواں گفت اگر خفتہ

ہست[2] نبی گر سخن آں بشر (قرآن ۱۲) — تو بشری نیز بگوئی دگر

آنچہ دل از یک نقطش گم بود — کے بحدِ فکرتِ مردم بود

دور شو از حجت غیبت بدور — کیں ہمہ گفت آنکہ بُد اندر حضور

سخت تریں کفر کہ اعراب راست — غیرِ براہیں نشد ستند راست

---

[1] دریں شعر تعقید ست یعنی اے کہ میگوئی قرآں گفتہ (کلام) نبی ست کلام خدا نیست اگر تو ازیں رمز غافلی ترا مردہ تواں گفت ۱۲ [2] دریں بیت ہم تعقید ست یعنی اگر قرآن کلام نبی ست کہ او بشر ست آخر تو ہم بشر ہستی مثل او بگو۔ شرح آیۂ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ ۱۲

بے غلط آنجا کہ چنیں مولود — مشک نگویم کہ ز آہو بود

کعبہ ز مشکش بزمیں داد ناف — خوش دم ازو نافۂ عبد المناف

امت ازاں سلسلۂ مشکسائے — یافتہ منشورِ نجات از خدائے

از کرمش غرقۂ آبِ فنا — یافتہ در بحرِ بقا آشنا

ایمنیِ امت ازاں گونہ جست — کامنِ خود از ایمنۂ خود بشست

عونِ عباد اللہ ازاں ساں نمود — کآفتِ عبد اللہ اش آساں نمود

عذر ز عاصی بود اندر گناہ — طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

سنگِ وقارش بصفِ اصطفا — مردہ حلم آمد و کوہِ صفا

تیغِ زبانش کہ چناں تیز بود — بد گہرش بیں کہ بسنگ آزمود

سنگ کہ بر گوہرِ تیغش رسید — رخنۂ دندانش ازاں شد پدید

گرچہ کہ دندانہ فتادش بتیغ — ہم سرِ بد خواہ برد بے دریغ

شرطِ کرم بیں کہ بہنگامِ جنگ — گوہرِ خود ریخت بپاداشِ سنگ

خنجرِ تیزش ہمہ تن شد زباں — تا کند آئینِ شریعت بیاں

ریختہ از لب ہمہ دُرِّ ثمین — رشتۂ آں دُر شدہ حبلِ متین

خصمِ رکیکش بہ عیان و نہفت — شاعرے گفت ارچہ کہ شعرے نگفت

آنکہ بدو وحی پیاپے رسد — شاعرِ کذّاب بدو کے رسد

وانکہ سخن راست کند از دروغ — پیشِ چناں مرد ندارد فروغ

داد نویدش که ازیں قعرِ چاه — خیز و بده پای ابد جوے راه

رَو که کشاده درِ احساں بتست — داعیۂ دعوتِ یزداں بتست

منتظر انند ملایک به پیش — منتظراں را نظرے ده بخویش

باز کشا دست درِ آسماں — پاے برون نه ز زمین و زماں

خیمه ازیں دایره بیروں فگن — غلغله در عالمِ بیچوں فگن

در قدم افراز یزک را علم — ساقه (عقبِ سپاه ۱۲) سوئے عرش فرست از قدم

باز کشا صفِّ جناح از ملک — برگزراں جنبشِ قلب از فلک

قلب رواں کن درِ سلطان بزن — تیغ برون کش سرِ شیطاں بزن

فرصتِ آں نیست که شینی بجائے — خیز بدولت برکاب آر پائے

صاحبِ معراج که ایں مژده یافت — روے ازاں معرج دولت بتافت[1]

برق صفت جست به پشتِ براق — کرد بمیثاق شتاب از وثاق (خانه ۱۲)

صفِّ ملایک برکابش دواں — پیشروِ کوکبۂ خسرواں

طرّقوا از غیب ندائے رهش — مشعله در پیش ز نور اللّهش

چار ملک غاشیه بسته بدوش — هفت فلک حلقه فگنده بگوش

بر فلکِ ماه برآمد نخست — ماه که بشکست[2] ازو شد درست

تاخت ازاں جائے بمیدانِ تیر[3] — تیر[3] دراں کیش شد آرام گیر

---

[1] بتافت یعنی روشن کرد ۱۲ [2] بشکست از معجزۂ شق القمر ۱۲ [3] تیر اول عطارد و تیر دوم براق ۱۲

مدتِ ہفصد سشد از و تا بما — تازہ ترست ایں خطِ والا بما
گر بگزافے بُدے ایں رہ بپائے — او شد وایں نیز نماندے بجائے
ہرچہ نہ آثار خدائی دہد — کے بہمہ وقت روائی دہد
اینت شہے کو زجہاں بست بار — دولتِ او تا بہ ابد پائدار
یا رب خدایا بحقِ آں رسول — کیں سخنِ چند کن از ما قبول

وصفِ معراجِ پیمبر کہ بشب روشن شد

سرِ اسرائش ز زلفِ سیہ مشک فشاں

چوں شبِ قدرش بفلک نور داد — قدرِ ہزاراں شب ازاں نور زاد
شمعِ نخستینش کہ سر بر فراخت — دودۂ آں را شبِ معراج ساخت
چشمِ ملایک ز سوادے کہ داشت — کرد ہمہ گوشۂ آں شب نگاشت
موئے وے از گیسوئے کحلی نشاں — باز سیہ کرد ہمہ چشم شاں
نیم شباں پیکِ الٰہی ز در — آمد و آورد براقے ز نور
پائے براقش کہ ز اختر گزشت — چشمِ کس از پائے وے آگہ نگشت
انجم آں شب ہمہ دیدہ سپید — طالبِ آں نور بچشمِ امید
ویں نتواں گفت کہ بود او بخواب — خفتہ کہ دیدست مہ و آفتاب

لے اتباعِ رسمِ قرآں کردہ شد تلفظ اسریٰ بشد باشد ۱۲

آنکہ بانکار دریں دم زند[1] — بر دہنش زن کہ زنخ می زند

اے کہ ترا عقل دریں شبہ دید — ایں خبر او داد کہ عقل آفرید

باخبرش عقلِ تو گر خویش نیست — عقلِ تو از دانشِ او بیش نیست

عقلِ تو تحقیقِ ترا در نیافت — کے بتواند بچناں رہ شتافت

طورِ دگر بیشتر از عقل ہست — واں نبود کے رسد آنجات دست

دست ہماں مرد بداں جا رسد — کز حدِ قوسین بہ ادنیٰ رسد

راست بقوسین درآمد چو تیر — چشم زما زاغ شدہ گوشہ گیر

آں دو کمانش کہ بیکجا کشید — بانگِ زہ از چرخ بگوشش رسید

ترکِ کماں کرد قدم پیش برد — دست بآ ماجگہِ خویش برد

منزلتے یافت منازل نورد — کیف وکم از راہ بروں برد گرد

پردۂ خویشی زمیاں خاستہ — مرتبۂ بیخودی آراستہ

آئینہ صورتش از سینہ رفت — صورتِ ادراک ز آئینہ رفت

چوں زمیاں رفتہ حجابِ خیال — بے جہشِ جلوہ نمود آں جمال

رفت چو حدِّ جہت از پیش و پس — از پس و از پیش خداوند و بس

نقشِ خود از راہِ فنا بر گرفت — نورِ بقا دید و ثنا در گرفت

بانگ بروں زد بادائے سپاس — شکر فزوں کرد ز راہِ قیاس

---

[1] کسانیکہ دریں باب بانکار دم زن ہستند بر دہن آنہا طپانچہ بزن کہ لغو می گویند ۱۲

زهره که دریافت[۱] ازاں صبح تاب — کرد حصول بدفِ آفتاب

دید چو خورشید بدریائے نور — کرد زن چشمۂ بے آب دور

گشته دراں کوکبه بهرام پست — تیغ بیفگند و هم دست بست

یافت غبارے ز رهش مشتری — قیمتِ آں داد نه انگشتری

پرتوِ او تافت بروئے زحل — گشت نحوست بسعادت بدل

کرد ازآنجا بثوابت عروج — پُر مه و خورشید شد از وے بروج

پاش چو کرسیِ فلک را گزاشت — عرش رواں (فی الحال ۱۲) کرسیِ خود پیش داشت

پیشترک زاں چو شدندش دلیل — لرزه درآمد بپرِ جبرئیل

دامن ازاں پایه فرو تر کشید — پائے بدامانِ ادب درکشید

طائرِ عرشی بسوئے سدره راند — خطبۂ طوبیٰ لکش از دور خواند

جست بروں جوهرش از کن فکاں — یافت مکانے بحدِ لامکاں

از زبر و زیر بروں برد ذات — زیر و زبر هیچ نماند از جهات

در محلے کز جهت[۲] آمد بری — زاب و گلش کرد عمارت گری

پیشتر از عقلِ کل از جائے خویش — رفت بکل با همه اجزائے خویش

---

[۱] یعنی چوں زهره ازاں صبح تاب حاصل کرد دفِ آفتاب را حرارت داده سرودن آغاز نهاد دف را بوقت نواختن از آتش گرم میکنند ۱۲

[۲] یعنی در محلیکه از جهات سته بری بود رسول صلعم آنرا از گلِ تعمیر نمود یعنی مع جسم ظاهر تشریف بردند مراد این ست که معراج مع الجسد بود نه که مجرد روح ۱۲

قطرهٔ او چشمهٔ والا شده | چشمه چه گویند که دریا شده
ای شبِ تو روشنیِ روزِ ما | نورِ رخت شمعِ شب افروزِ ما
تو شده مخصوص بعونِ خدائے | عونِ تو ما را بخدا رہنمائے
بنده سه حاجت بتو امید بست | وان باجابت رسد امید ہست
اوّلش این کین سخنم در پذیر | ور ز زللے ہست گرفته مگیر
آن دومیش گرچه نه اندر خورم | سوئے خودم خوان و مران از درم
سومیش آن ست که انجامِ کار | دست بگیر و بخدایم سپار

مدحتِ شاه که نامش بفلک رفته چنانکه
نقشِ آن داغ شده خنگِ فلک را بر ران

وقت شد اکنون که بجادو گری | باز کشائیم درِ داوری
در قلم از سحر زبان برکشیم | سحرِ زبان را بقلم درکشیم
بر سمن از غالیه بندیم بند | پیشِ صفِ مورچه ریزیم قند
سلکِ سخن را که درافشان کنیم | پیشکشِ حضرتِ سلطان کنیم
ای سخن از رشته برون ریز دُر | وز دُرِ خود کن همه آفاق پُر
زانکه چو بوسم درِ دولت پناه | تحفه ازین به نبود پیشِ شاه
شاهِ سکندر روش و دارا نشان | آئینه روئے سکندر وشان

دل بتضرّع خبر اندوز کرد　　لب بتحیّت ادب آموز کرد

گاہ بخود لا شد و الّاک گفت　　گاہ بد و نعبدُ ایاک گفت

رحمتِ حق نیز بعونِ تمام　　گفت سلامیش علیہ السّلام

ریخت بدامانش ز ہر گفتنی　　گوہرِ ناسفتنی و سفتنی

یافت کرامت بخطابے کہ خواست　　گشت مشرف بجوابے کہ خواست

جامِ عنایت بصفا نوش کرد　　از خودے خویش فراموش کرد

بس کہ برون برد وصالش ز پوست　　فرق ندانست ز خود تا بدوست

راہ کہ پر گم شد ازاں جبرئیل　　وہمِ ملایک نشد آنجا دلیل

عزم ازاں قبلہ گہِ دل کشید　　پیشتر از خویش بمنزل رسید

بس کہ وے آں راہ بسرعت نوشت　　پیشتر از رفتنِ خود باز گشت

رفتہ و باز آمدہ در یک زماں　　رفتن و باز آمدنش تواماں

چشمِ یقینش چو برحمت فتاد　　امتِ بیچارہ نرفتش زیاد

ہر تحفے کز کرمِ غیب یافت　　دامنِ پُر جانبِ امت شتافت

با شرفِ رحمت و تشریفِ جود　　گوہرِ اقبال بجیبِ وجود

آمد ازاں مقصدِ مقصود باز　　زادِ رہ آورد باہلِ نیاز

گفتنی آں را کہ سزا دید گفت　　داشتنی ہم بدل اندر نہفت

آب کہ خود خورد ازاں زمزمہ　　قطرہ چکانید بکامِ ہمہ

تا زکفش یافت زمیں کیمیا
رست زر از خاک بجائے گیا

گل کہ بروید ز زمیں سُرخ و زرد
تنکۂ زرداں کہ کفش تخم کرد

سکۂ زر ریخت بروے زمیں
گرچہ کہ رو زرد شدہ زر ازیں

در کفش از سکۂ ضربِ کرم
کوفتگیہاست بروے درم

سکہ چو از مُہر درم ساز کرد
بخششِ او مُہرِ درم باز کرد

گر جدِ والاش ز بہر کرم
کرد یکے را دو عیارِ درم

بیں کہ عیارِ درمش تا چہ شد
کز سہ یکے بود یکے را سہ شد

ہر طرفے کاخترِ او رو نہاد
فتح دوید و درِ دولت کشاد

خاکِ درش بر سرِ شاہاں سزاست
خاک براں سر کہ نہ اینش ہواست

چشم جز ایں سرمہ نیارد ازو
کیست کہ ایں چشم ندارد ازو

بس کہ بخاکِ درِ او گاہِ بار
چشم نہادند سراں صد ہزار

سُرمہ کہ ہر چشم براں در فشاند
خاک ہمہ گم شد و آں سرمہ ماند

زاہلِ بصر ہر کہ براں در شتافت
خاک طلب کرد و لے سرمہ یافت

از سُمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک
خاک پُر از سرمہ شد و مہ پُر ز خاک

خواست کہ پیشش ز سپہرِ بریں
ماہ فرود آید و بوسد زمیں

سوئے فلک رفت ز میدانش گرد
ہم فلکِ ماہ زمیں بوس کرد

تیغ زناں گرم شود آفتاب
تا ہمہ آفاق بگیرد ز تاب

برجِ شرف چوں فلک از هفت پشت — هفت فلک خنصرِ او را هشت

با شرفِ ماه سر افراخته — جای شرف بر سرِ مه ساخته

پشت به پشت از دو طرف شهریار — هر طرف از هر دو طرف تاجدار

در گهر از تاجوران سربلند — بر صفتِ تاج بگوهر بلند

میوهٔ دلهای بلند افسراں — شاخ بشاخش نسبِ سروراں

میوه که آمد چو ز بالش ببار — میوه یکی آمد و بالش چهار

نورِ جد از جبههٔ او تافته — فرِّ جد از فرِّ جدِ خود یافته

شمسِ جهانگیر جدِ بافرش — اظهرِ من شمس جدِ دیگرش

ناصرِ حق شاهِ فرشته سرشت — خوی خوشش نسخهٔ باغِ بهشت

جدِّ سوم شاهِ غیاثِ امم — حاکمِ فرماں ز عرب تا عجم

هر سه جدش کعبهٔ ارکانِ جود — کرده دو عالم سه جدش را سجود

پایهٔ شاهی که ز مه برتر است — کیست که ایں پایه بدو درخور است

شاهِ جواں بخت معزِّ جهاں — تاج ده و تخت ستانِ شهاں

وارثِ اکلیلِ کیاں کیقباد — کافسرِ جد فرِّ کیانیش داد

یافته از خطبهٔ نامش اثر — پایهٔ منبر بفلک برده سر

با همه زاں منبرِ چوں نردباں — خطبهٔ او بر شده تا آسماں

سکهٔ نامش چو درم شد درست — بلک بنامش درم از خاک رست

در خطابِ شہِ عالم چو بسلکِ خدمش
آیم و ایں گہرِ چند فشانم ز زباں

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند — چترِ تو از ماہ بیک سر بلند

سو دبہ چترِ سیاہِ تو سر — در رمہ ازاں گرد سیاہی اثر

گوہرِ آں چتر کہ بر شد بماہ — قطرۂ بارانست در ابرِ سیاہ

کلۂ گردوں کہ عماری وش ست — بر درِ قدرِ تو عماری کش ست

خیمہ ۱۲

رایتِ میموں کہ شدہ چرخ تاب — کوس زدہ با علمِ آفتاب

کوسِ تو کافاق پر از صیتِ اوست — جز سخنِ فتح نگوید بپوست

لشکرِ تو از عددِ ذرہ بیش — ہر یک ازاں ذرہ ز خورشید پیش

افسرِ خورشید بشاہی تولی — نے علمِ ظلِّ الٰہی تولی

بارگہت راست بہنگام بار — مہر سلاحی و فلک پردہ دار

صفۂ کسریٰ کہ تواں طاق گفت — بارگہت را نتواں گفت جفت

قصرِ ترا برجِ کمان تیرکش[1] — شمسۂ آں نہ فلکِ شیشہ وش

مہ کہ در انگیزشِ رنگ ست چیست — نقش گرِ صورتِ ایوانِ تست

بر درِ تو ہر کہ بہ بندد کمر — غرق شود تا کمر اندر گہر

تیغ بر آور کہ بلند اختری — آئینہ برگیر کہ اسکندری

---

[1] تیر ترکش ۱۲

نورِ جبینش چو بدید از کمیں | در شده از شرم بزیرِ زمیں

دشمنِ او ور راست زرفعت مکاں | زیرِ زمیں چوں زبرِ آسماں

عزم چو بر کشتنِ دشمن کند | خونِ بد اندیش بگردن کند

گاهِ وغا یک تنہ چوں صد سپاه | ملک ستاننده ترا ز مہر و ماه

بست چو در قلعہ کشائی کمر | لعل و گہر ساخت عدو را جگر

سلکِ گہر از دُرِ بحری برش | عبرۂ بحرین بہائے دُرش

روم بگیرد بگہِ کارزار | تیغِ وے ارزنگ نگیرد زعار

ناوکِ و پیکانش ببیجاے و جنگ | ایں زخطا دور شد او ز زنگ

گر بکمان دست برد چوں ہژبر | قوسِ قزح داں کہ برآمد زابر

در کششِ تیر چو شد سخت کوش | زه زکمانِ خودش آمد بگوش

روئے چو خورشیدِ وے اندر کماں | کوتہیِ روزِ بد اندیش داں

آمده تیرش زخطا چند رہ | لیک نرفتہ بخطا ہیچ گہ

تیرِ وے از شیر جہد گاهِ کار | شیر ز تیرش نجہد در شکار

گوے زمیں در خمِ چوگانِ اوست | حالگہِ[1] بخت بمیدانِ اوست

ایزدش از فتنہ نگہدار باد | با وے و با دولتِ وے یار باد

---

[1] حالگہ اے جولانگاه و میدانِ گوے بازی ۱۲

نافہ خلقت کہ زدا ز مشک دم | ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم
لیک جز ایں فرق نشاید گزید | کز طرفِ مشک شد آہو پدید
صحنِ زمیں پیشِ تو با ایں وقار | ماند چو ذرّہ بہوا بیقرار
دَورِ فلک مست ز جامِ تو شد | دَہر بیک جرعہ غلامِ تو شد
زہرہ بخنیا گریت کرد عزم | بوکہ ازیں پردہ در آید بزم
خوں شدہ ز احسانِ تو کان را درون | وز دلِ صد پارہ براند اخت خوں
موجِ کفت رفتہ بدریائے آب | آب گذشت از سرِ دُرِّ خوشاب
لافِ نوالت چو ز دریا شنید | آب ز تیزی لبِ دریا گزید
خود ہمہ دریا ز کفت خاک شد | چوں کفِ خود حالِ خاشاک شد
باد مدام آں کفِ دریا نشاں | ز ابرِ کرم بر سرِ ما دُر فشاں
گشت گرہ بخششِ دُرِّ ثمیں | ہر غزلم خاصہ تو خاصہ ایں

غزل

اے زندگانی بخشِ من لعلِ شکر گفتارِ تو | در آرزوئے مردنم از حسرتِ دیدارِ تو
گر شہد باشد بر زباں یا آبِ حیواں در دہاں | گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو
معذوری۔ از زلفِ سیہ پوشی بر آں روئے چو مہ | سیری ندارد ہیچگہ چوں دیدہ از دیدارِ تو
گیرم ترا زیں چشمِ تر دشوار می آید نظر | بیروں کنم دیدہ ز سر آساں کنم دشوارِ تو

ل ازیں پردہ یعنی پردۂ فلک ۱۲

پیشِ سریرت که شد از چرخ پیش | خندهٔ ضحّاک بر اورنگِ خویش

از رخِ[۱] خود پیشِ تو خاقانِ چیں | صورتِ چیں کرده بروے زمیں

کیست فریدوں که به بندگہت | می ننهد دیده بخاکِ رہت

چشمِ سیه کو که نساید براه | تا نکند خاکِ رہت را سیاه

نامِ تو جم بر سرِ افسر نوشت | نیست مرا ورا به ازیں سرنوشت

تا تو گرفتی همه عالم بنام | تیغ فرو خفت میانِ نیام

جبهتِ تو با رقمِ عدل و داد | لوحِ خدائیست که محفوظ باد

عدل چو موئے تو بهر چار سوے | جمله جهاں بسته بیکتا رموے

عدلِ تو بربست به نیروئے خویش | گردنِ ده گرگ بیک موئے میش

تا درِ عدلِ تو جهاں بر کشاد | بید نلرزید ز طوفانِ باد

عدلِ تو تا ایمنی دهر خواست | نرگسِ رعنا ز زمیں خفته خاست

کفر شد از بس که خرابی پذیر | دیو نگردد بجسد دیو گیر

هیبتِ تو تیغِ سیاست بدست | حربه زد اندر دلِ شیرانِ مست

فتنه ز بختِ تو نجسپد بسے | بختِ تو در خواب نه بیند کسے

روشنی از رائے تو گیرد جهاں | چشمهٔ خورشید نماند نهاں

خاتمِ جسم با همه نقشِ کمال | از تو شد انگشت نما چوں هلال

---

[۱] یعنی خاقانِ چین رُخ خود را پیشِ تو بر زمین سود و بر زمین نقشِ چین (جبین) پیدا شد ۱۲

هردم ازاں قلعهٔ مینو سرشت — قلعهٔ فیروزه شده خشت خشت

چوں فلکِ ثابتهٔ ثابت صفات — نے چو فلکہائے دگر بے ثبات

برجِ فلک آمده ثابت سه چار — برجِ حصارش همه ثابت شمار

برج به برجش درجاتِ سپهر — گشته بگردِ سرِ او ماه و مهر

کنگرِ او گشته زبانِ جمله تن — و آمده با ماهِ سما در سخن

چرخ نداند درو دیوارِ کس — تکیه بدیوارِ او درش کرده بس

ملک ز دروازهٔ او فتح یاب — سیزده دروازه و صد فتحِ باب

نامِ بلندش رهِ بالا گرفت — تا بختن شد همه‌اش یغما[1] گرفت

گر شنود قصهٔ ایں بوستاں — مکه شود طائفِ[2] هندوستاں

شهرِ نبی را لبِ او قسم — شهرِ خدا گشته ز صیتش اصم

در حقش از چرخ چو دیدم عطا — گفتم روم ست نگفتم خطا[3]

قبهٔ اسلام شده در جهاں — بستهٔ او قبهٔ هفت آسماں

ساکنِ او جمله بزرگانِ ملک — گوشه بگوشه همه ارکانِ ملک

تختگهِ تاجورانِ بلند — گشته ز اقبالِ شهاں بهره مند

گوشهٔ هر خانه بهشتے شگرف — گشته بصنعت زرِ بے صرفه صرف

بر سرِ هر کو ز بزرگان صفے — در رفِ[4] هر خانه نهاں رفرفے

---

[1] یغما بمعنی ملک و بمعنی غارت ـ هر دو موزوں هستند ۱۲ [2] طائف طواف کننده و نیز شهری ست در عرب ۱۲

[3] خطا بمعنی غلطی و نیز نام ملک در شعر هر دو معنی درست ست ۱۲ [4] طاق که در پهلوے دروازه سازند ۱۲

زیں پس بخوباں ننگرم در کوئے ایشاں نگذرم
گر ہیچ یک رہ جاں برم از غمزۂ خونخوارِ تو

در کوئے تو بر ہر درے افتادہ مے بینم سرے
ایں نیست کارِ دیگرے ایں کارِ تست ایں کارِ تو

خواہی نمک زن ریش را خواہی بکش درویش را
بر چونکہ داری خویش را بربستہ ام دستارِ تو

چوں غم بگفتار آورم یا گریہ در کار آورم
یا رو بدیوار آورم با سے ہماں دیوارِ تو

خواہی کہ بہرِ خندۂ پیش افگنی افگندۂ
اینک چو خسرو بندۂ نو بردۂ بازارِ تو

صفتِ حضرتِ دھلی کہ سوادِ اعظم
ہست منشورِ وی از حرسہا اللہ نشاں

حضرتِ دہلی کنفِ دین و داد
جنتِ عدن ست کہ آباد باد

ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات
حرسہا اللہ عن الحادثات

دورش از انگاہ کہ پُرکار شد
دائرۂ چرخ زِ پرکار شد

تا کہ بنا یافت نگنجید پیش
در ہمہ عالم ز بزرگیِ خویش

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام
وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام

حصنِ برونیش ز عالم بروں
عالمِ بیرونش بحصن اندروں

حصنِ درونیش تو گوئی مگر
چرخ بزیر ست و حصارش زبر

گفت حصارِ نو او را سپہر
کاے[1] فلکِ نو بکہن داد مہر

---

[1] یعنی اے فلکِ نو من بمقابلہ تو کہن ہستم برمن مہربانی دار ۱۲

سقفِ سما کز کهنی شد نگوں   درتهِ او داشته سنگیں ستوں

تا سرش از اوج بگردوں شتافت   گنبدِ بے سنگِ فلک سنگ یافت

آنکه ز زر بر سرش افسر شده است   سنگ ز نزدیکی خور زر شده است

سنگِ وے از بس که بخورشید سود   زو زرِ خورشید عیاری نمود

سنجرِ سنگیں که ستونِ سپهر   آمده از مهر شده هم بمهر

گر نه خزف شد فلکِ شیشه ساز   از چه بران سنگ بود شیشه باز

دیدنِ او را کله افگنده ماه   بلکه فتادش گهِ دیدن کلاه

ماه نخسپید همه شب تا سحر   کز سرِ سختش خله دارد ببر

زاں خله هر بار که درا بر داد   برق ز جا جست و دگر جا فتاد

شد چو بلند از شرفِ نفسِ خویش   زد ز بلندی بحقِ چرخ نیش

بر ملکش سایه طرف بر طرف   تا فلکش پایه شرف بر شرف

از پئے بر رفتنِ هفت آسماں   کرد زمیں تا بفلک نردباں

گرد سرش کرد موذن چو گشت   قامتش از مسجدِ عیسی[1] گزشت

موذنش[2] آنجا که اقامت کشید   قامتِ موذن نتواند رسید

مسجدِ جامع ز درون چوں بهشت   حوض ز بیروں شده کوثر سرشت

---

[1] بیت المقدس ۱۲

[2] موذن ظرف از اذان یعنی تکبیره که موذن بران ایستاده اذاں می گوید ۱۲

مردمِ یکخانہ و صد خرمی | خانۂ یک مردم و صد مردمی

صفتِ مسجدِ جامع کہ چنان ست درو
شجرۂ طیبہ ہر سوئے چو طوبیٰ بجناں

مسجدِ او جامعِ فیضِ آلہ | زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ
بر سرِ نہ تخت گرفتہ شہی | منبرش از خطبۂ بیت اللّٰہی
آمدہ در وے ز سپہرِ کبود | فیض بیک خواندنِ قرآں فزود
غلغلِ تسبیح بگنبد دروں | رفتہ ز نہ گنبدِ والا بروں
گنبدِ او سلسلہ پیوندِ راز | سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز
خواندہ امم کعبۂ دینِ خودش | پیش نشستہ حجر الاسودش
بندۂ سنگش دُر و لعل و عقیق | زو ہمہ آزادیِ بیت العتیق
ہر کہ سعادت بودش رہنمائے | بر درِ او سر بنہد آنگاہ پائے
در تہِ سقفش ز سما تا زمیں | نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں
قامتِ خود کردہ موذّن دراز | دادہ اقامت بہ ستونِ نماز

صفتِ شکل منارہ کہ ز رفعت سنگش
از پئے خنجرِ خورشید شدہ سنگ فشاں

شکلِ منارہ چو ستونے ز سنگ | از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

مرغ بہر رودِ وے اندر سرود — رقص کناں ماہی از آواز رود

شیشہ گری[1] کرد بر آبش حباب — شیشۂ خالی وجہاں پُر گلاب

باد کہ بر روے خطِ زیبا نوشت — نسخۂ ماہیتِ دریا نوشت

عمق درو کار بجائے کشید — کز تہِ او گشتہ زمیں ناپدید

رفت زمیں را چو حجاب از میاں — گشت پدید از تہِ آب آسماں

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں — چوں تہش نیست زمیں آں ببیں

بسکہ زمیں رفت بہمراہیش — گاوِ زمیں شد خورشِ ماہیش

حوض نگویم کہ جہانے ز نور — نور کزو دیدہ بد باد دور

گردِ وے از اہل تماشا گروہ — دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ

نادرہ شہرے کہ بحدّش درول — نادرہ زینساں بود از حد بروں

شہر نہ بل بحرِ عجائب نما — بحر دمے گشت بکوہ آشنا

زاں بہ دلِ کوہ گرفتہ قرار — تا کند اقلیمِ عدو سنگسار

تا بدو فرسنگ بہ پیرامنش — روضۂ باغ و چمنِ گلشنش

تا فلک از جون بدو داد آب — دجلہ رواں بر د بغداد آب

ہر کہ دریں ملک دمی آب خورد — گشت دل از آبِ خراسانش سرد

بسکہ خنک دید خراساں سپہر — گشت ہمہ سال برو سرد مہر

---

[1] شیشہ گری فریب دہی ۱۲

صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگین گوئی ریختہ دستِ ملک زلبِ خضر صورتِ جاں

درکمرِ سنگ میانِ دو کوہ — آب گہر صفوت و دریا شکوہ

ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در رسدِ کوہ آئینہ ز آبِ حیات

تا خضر آبِ خوشِ او نوش کرد — آبِ خوشِ چشمہ فراموش کرد

شہر گر از وے نبود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش

آب کہ علت زبرائے تری ست — تری آں آب ز علت بری ست

درنخورد آبِ وے اندر زمیں — کے بزمیں[1] در خورد آبے چنیں

در تہِ آبش ز صفا ریگِ خرد[2] — کور تو اند بہ دلِ شب شمرد

موجِ بلندش کہ رسد تا بماہ — باز دہد آب با برِ سیاہ

سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد — کوہ بتر دامنے اقرار کرد

چوں مدوجزرش ز نشیب و فراز — ز آب ز کوہ آمدہ و رفتہ باز

چو ترہ و قصرِ بلندش در آب — گشت ازاں ساغرِ صافی حباب

رود بسے زو شدہ تا آبِ جون[3] — جوں زپے آب ازو جستہ عون

---

[1] یعنی آب آں حوض در زمیں نمیرود زیرا کہ زمیں لایق ایں آب محترم نیست ۱۲

[2] یعنی ریگِ آب او چناں مصفاست کہ کور ہم در میانہ شب ذرہائے او را میتواند شمرد ۱۲

[3] جون دریائے جمن ۱۲

پنج ہزار از ملکِ نامدار لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

کوکبہ زینگونہ کواکب عدد کانجمنِ چرخ برد زاں مدد

بر سرِ شاں شاہِ جواں بخت زاد تاجور و پاک گہر کیقباد

گرد چو در ششصد و ہشتاد و شش بر سرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش

ضبط چناں کرد جہاں را زداد کز کئے و جمشید نکردند یاد

گنج برانگونہ بصحرا فگند کز کرم آوازہ بدریا فگند

مرتبۂ عدل چناں بیش گشت کاتش و خاشاک بہم خویش گشت

بسکہ جہانے بزر اندودہ شد لشکر و شہری ہمہ آسودہ شد

گرم شد آوازہ بگرد جہاں جزیہ بدرگاہ رسید از شہاں

لرزہ در افتاد برایانِ ہند از حدِ لکھنوتی تا آبِ سند

رفت خبر بر شہِ مشرق پناہ ناصرِ دیں وارثِ ایں تختگاہ

کافسرِ او را پسرا نباز گشت واں شرف از وے بہ پسر باز گشت

گرچہ بخود راہ نداد ایں غبار عاقبتش بود تغیر بکار

چتر بسر کرد و علم بر کشید ساختۂ کیں شد و لشکر کشید

لشکرِ مشرق ز عَوَض (اودھ ۱۲) تا بہ بنگ (بنگالہ ۱۲) چیرہ دل و خیرہ کُش و تیز جنگ

ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزاے ہر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار

تاجکِ[1] گردن کش و لشکر شکن بیشتری نیزہ ور و تیغ زن

---

[1] تاجک نام قوم غیر عرب کہ بسیار جری مے باشند ۱۲

گرچه درین ملک هوا هست گرم — از خنکیهائے خراسان چه شرم

مهرِ فلک گرم شد اندر و فاش — گرم ازان گشت جهان را هواش

گل همه ساله بچمن خوش نسیم — خاک زگلها شده پر زرّ و سیم

ترّیِ صد گونه بصد برگِ تر — کوزهٔ هر خاک پر آبے دگر

خطِّ ترِ سبزه بصحرا و کشت — نسخه گرفته ز سوادِ بهشت

میوه ز هند و ز خراسان بسے — زانچه نخورده بخراسان کسے

مردمِ او جمله فرشته سرشت — خوش دل و خوش خوے چو اهلِ بهشت

هر همه نزدیکِ دل و گرم خون — رفته چو جان در تنِ مردم درون

هر سرِ مو بر تنِ ایشان هنر — و آمده در موئے شگافی بسر

هرچه ز صنعت همه عالم ست — هست در ایشان و زیادت هم ست

و ز رقم هرچه بر آرد علم — و آنچه نگنجد بزبانِ قلم

بیشتر از علم و ادب بهره مند — و اهلِ سخن خود که شمارد که چند

هر طرفے سحر زبانے نو ست — ریزه چینِ کمترشان خسرو ست

چون ز سخن بگذری آهنگ و ساز — نغمهٔ مرغانِ بریشم نواز

زخمه ز تانے که بگاهِ سرود — از رگِ ناهید بتابند رود

و از هنر نیزه و پیکان و تیر — هر که در آید بنظر بے نظیر

لشکرِ ما نی همه لشکر شکن — گاهِ وغا غازیِ کافر شکن

خون خوردن شان باشکار است — گرچه پنهان خورند باده

فرمان نبرند از انکه هستند — از غایتِ نازِ خود مراده[1]

نزدیکِ دل آنچنانکه جان را — بر داشته گوشه نهاده

جائے کہ برہ کنند گل گشت — در کوچه دمد گلِ پیاده

آسیبِ صبا رسید بر دوش — دستارچه بر زمین فتاده

شان در ره و عاشقان بدنبال — خوناب ز دیدها کشاده

ایشان همه با دِ حسن در سر — وانیها همه دل بباد داده

خورشید پرست شد مسلمان — زین هندوکان شوخ و ساده

کردند مرا خراب و سرمست — این مغ بچگان تاک[2] زاده

برلبتهٔ شان بوئے مرغول — خسرو چو سگیست در قلاده

صفتِ فصلِ دے و سردیِ مهرِ شهِ شرق
و آمدنِ تیغ کشیده زپے ضبطِ جهان

شاهِ فلک چون بکمان دست برد — تیر[3] مه اقلیم بسرما سپرد

گشت چو کجا نه کمانِ سپهر — داد سپهر آتشِ تیزش زهر

قوس همی گشت نمی ایستاد — زان فلکش آتشِ خورشید داد

---

[1] مراده سرکش ۱۲ [2] تاک نے قوم ثانک ۱۲، [3] تیر مه و تیر ماه بلقب پارسیان مدت ماندن آفتاب در برج سرطان و خریف را نیز گویند ۱۲

راوتِ[1] ژوپین[1] زن و خارا شگاف — پشت بپشت از پئے روئے مصاف
خشت[2] زنانے کہ گہِ آزموں — خشت نشانند بسنگ اندروں
پایک بازی گر و موزوں خرام — دادہ ببازی سرِ خود بسرِ نام
پیلِ گراں سنگ سُبک ایستاد — تند چو ابرے کہ رود در روزِ باد
بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد — موج زنان آب زمردانِ مرد
ساختۂ جنگ سپاہے چنیں — گشت رواں در پئے شاہے چنیں
تند چو باد آمد ازاں خار خار — از پئے گلگشت بسوئے بہار
راند ازاں جا بعوض باد پائے — بادہمی ماند زسیرش بجائے
در عوض آمد کمرِ کینہ چست — خطبۂ خود کرد بدآنجا درست
شہرِ عوض راہم ازان دستبرد — غارت ترکانش بیغما سپرد
زیں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ — کز پئے او راند سپہ در سپاہ
نوش ہمی کرد مے از جامِ مہر — بے خبر از گردشِ دورِ سپہر
دورِ خوشی باد مدام از میش — ساغرِ مقصود پئے اندر پیش
از طرفِ چنگ بہنگامِ نوش — ایں غزلش جائے گرفتہ بگوش

غزل

اے دہلی والے بتاں سادہ — پگ بستہ و ریشہ کج نہادہ

---

[1] راوت قومے ست در ہند کہ آں را راجپوت گویند۔ ژوپین نیزۂ کوچک ۱۲ [2] نوعے از شمشیر ۱۲

بستہ ہوا بر دلِ آب از عمل — عقدۂ مشکل کہ نمی گشت حل
سکۂ دے کردہ بضربِ کیاں — نقرہ فزوں در درمِ ماہیاں
باد کہ بر آب ہمی زد قلم — آب چو شد تختہ بماند از رقم
گردِ دے دیوانہ جنوں در گرفت — باد ز آب ارچہ رقم بر گرفت
دانہ بعہدے کہ نرست از گیا — آب شد از گردشِ دور آسیا
گشتہ غدیر از تہِ بط نقرہ سائے — زو بطِ زرپائے شدہ نقرہ پائے
حوض کہ دورش بہ تسلسل نشست — دورِ وے از نقشِ تسلسل نخست
چونکہ شمر[1] سلسلہ در پا فگند — گرد ہوا سلسلہ را تختہ بند
آبِ رواں شد گرہِ ناکشاد — روئے زمیں آخورِ سنگیش داد

صفتِ آتش و آں گرم رویہاش بدی
کہ شب و روز بود شمعِ دل و میوۂ جاں

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد — دود[2] برآمد ز نفسہائے سرد
گرچہ زبردستِ عناصر نشست — گشت بسر باہمہ را زیر دست
بسکہ جہاں سوزی وگرمی نمود — چوب چناں خورد کہ برخاست دود
دود کزو سوختہ در تف و تاب — برشدہ بر ابر بامیدِ آب

---

[1] شمر بفتحتیں حوض خورد یعنی از کثرت برف حوض منجمد بود و ہوا سلسلہ موج را تختہ بند کرد بود ۱۲
[2] دود برآمدن ہلاک شدن ۱۲

بسکہ زخورشید شد آتش نشیں | گشت ہمہ خانۂ قوس آتشیں
زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز | داد بشب رشتہ بغایت دراز
رشتہ ز تطویل ہمہ خورد پیچ | نامہ ہ تقصیرِ درازیش ہیچ
بندہ بے دید کہ شب کم نگشت | گرچہ کہ بر شب مہ کامل گزشت
گم شدہ روز از شبِ بے منتہا | خواند ہمی از پئے خود والضحیٰ
روز چناں تنگ مجال آمدہ | کش بگہِ چاشت زوال آمدہ
خنجرِ خور یک نقط از خطِ شب | کرد حک روز نہادش لقب
بستنِ یخ بود بہر بوستاں | گرچہ نبُد برف بہندوستاں
از عملِ عالمِ پر انقلاب | نقرۂ خالص شدہ سیماب آب
داشت چمن بادِ دیوانہ جنگ | جوئے ہمی داد بدیوانہ سنگ
آب ز آہن شدہ زنجیر تاب | بلک ز آہن شدہ زنجیرِ آب
ہر کہ درِ سلسلہ کاری نشست | سلسلۂ گم شد و دیوانہ جست
چشمہ زبے سنگیِ خود می شتافت | گشت گراں سنگ ز سنگی کہ یافت
آب کہ صد شیشہ نمودے ز دست | سنگ شد و شیشۂ خود را شکست
بستہ جہاں بندِ مسلسل بر آب | داد کلیدش بکفِ آفتاب
قطرہ کہ از ابر چکاں بر ہوا | مہرۂ بلور شدہ در ہوا

---

[۱] برج قوس مزاج گرم خشک دارد اے نقطہ آتشین ست ۱۲

شمع اگر کشته شد و او داد جاں | زنده نشد تا که نداد او زباں

نور چراغے که بشب داشت پاس | گشته بهر خانه از و روشناس

سود کلاهِ بهیش سر بماه | کو ز دخاں یافت کلاهِ سیاه

هر که دمے زو شده عیسے قدم | زنده کناں آتشِ مرده بدم

شعله کشاں از سرِ آتش زباں | شقه بهر پشت شده پشتباں

خلق زبیش آتش و پنبه زپس | خود بمیاں مانده چنیں دید کس

هر که ز پوشش مددِ پشت یافت | روئے خود از آتشِ خورشید تافت

پوششِ شاهانه خز و آبِ زر | خاصه گه پوششِ ایامِ خز

سیمبراں بسته نگاهِ سلب | گردنِ[1] مه را بدوالِ قصب

آب تنک شد ز تری بهرماں | تا بگلو یار مرا هم زماں

لرزه کناں بر تنِ خوباں حریر | چوں گلِ نسریں بلبِ آبگیر
نوعی ۱۲

پیرهن از پشتِ بتانِ چو ماه | شعرِ سیه در تهٔ جعدِ سیاه

تار بتاریکیِ مو تافته | بافته و شعر لقب یافته

تن ز کتاں در لت و با لرزه بار | لت که کند بر تنِ خود اختیار

شقهٔ دیبا برِ زیبا شده | سیم براں صورتِ دیبا شده

اطلسِ رنگیں که ز خوں آمده | آتشے از دود بروں آمده

---

[1] یعنی گردن خود را از گلوبند بسته بودند از مه مراد چهره است ۱۲

در همه تدبیر شده پخته کار — خلق و جہاں گشت از و پخته خوار

پخته بسے گشته از و دیگ مرد — دیگ بسے پخته ولے خود نخورد

گاه بهر خانه وطن ساخته — گاه بسے خانه بر انداخته

بسکه زباں آوری آموخته — جمله جہاں را بزبان سوخته

تیغِ زباں را چو گرفته بدست — روئے از و تافته هر کس که هست

ذرۂ او سوئے هوا در شتاب — ذرّه که گردد بدمے آفتاب

تیز چو شد خنجرِ آں گرم خوے — پشت ندیدش کس از و هیچ روے

گاه گلِ شمع شده در ضیا — گاه شده فاکهةٌ[1] فی الشتاء

هندو از و سوزشِ تن دید سود — بیشترش گرچه پرستش نمود

هر که شد از دونِ خدا قبله ساز — سوخته گردد هم ازاں قبله باز

آب که زو جوششِ بسیار دید — کُشتنِ او مصلحتِ کار دید

کرۂ ناری نسب و نامدار — گام نزد تا نشدش پا بدیار

کرّه که چوں باد روانه شده — گاه شدن حنا نه بخانه شده

کرّه که هر بار طبق پخته کرد — سوخته شد دم بدم و چوب خورد

لیک اگر جست بروں ناگہاں — گرم چو خورشید گرفته جہاں

بس که درو یافت لطافت اثر — نامده کیفیتِ او در نظر

---

[1] در حدیث آمده است النار فاکهة فی الشتاء یعنی آتش میوه است در سرما ۱۲

هر که بشب کرد گلیمے فراز | کرده باندازهٔ آں پا دراز

وانکه ز اندازه بروں برد پاے | سردی ایام نمودش سزاے

ایں شده پشمیں ز گلیم درشت | شقه شده او ز پے پنبه پشت [1]

گشته بهم پنبه و پشم آشنا | گرچه بود پشم ز پنبه جدا

دکدک دندانِ برهنه تناں | چوں شغبِ چوبکِ چوبک زناں

گرم شده از مددِ جامه مرد | مردمِ بے جامه بجا گشت سرد [2]

بو که ز سرماش رهاند خدائے | لرزه گرفته همه را دست و پاے

زانوئے مردم بشکم درشده | آئینه و شانه برابر شده

دست بکش [3] مردمِ مفلس ز باد | کش خنکے دست کشیدن نداد

هر که طلب کرد ز خورشید تاب | گرم روی کرد بر آفتاب

تافت جهاں رشتهٔ صبح از سپهر | دوخت بے جبهٔ مسکیں [4] ز مهر

مهر نما چرخ بهر مهر جوئے | هم ز پسِ پشت هم از پیش روئے

بس که شده پرتش خورشید گرم | پشت بدو داد همه کس ز شرم

شه بچنیں وقت بر آهنگ مے | رخش طرب کرده رواں پے بپے

باده همی خورد همی خورد غم | عیش همی کرد همی کرد کم

---

[1] از بسیارے پنبه پشت ایشاں پنبه شد گویا که پشت ایشاں عین پنبه شده بود ۱۲ [2] یعنی هلاک شد ۱۲
[3] مفلس دستها در بغل خود کرده بود زیرا که سردی اورا اجازت دست از بغل کشیدن نمیداد ۱۲
[4] قال النبی صلی الله علیه وسلم الشمس جبة المساکین ۱۲

قرطه شده برتنِ چوں سیم ناب — غرقهٔ خوں گشته از و آفتاب

در کلهٔ شده قندز مقیم — خاسته مو برتن قندز زبیم

قاقم انگشت نما پشت دست — بر دهنِ وے زد و برهم شکست

رقت بقاقم بتِ سنجاب سائے — موئے زقاقم نخلیدش بپائے

شانه براں مو چو زباں آوراں — رفت وبلغزید زبانش دراں

شانه زده موئیشِ نا بافته — شانه زپشتِ ملکاں یافته

زانبوهیِ موگرهِ مو نخاست — کز گره موے زپهلو نخاست

از همه پیوند درونی سمور — از دمِ سنجاب نمی گشت دور

سوزنِ موسینه شده حلّه توز — موئے تنگانی شده موئینه دوز

دست کشیده همه در آستیں — کرده مهِ دے همه را پوستیں

موئے بو مفلس موئینه دوست — گرگ تنگالے شده در زیر پوست

قاقم و سنجاب منعم رساں — بُرد گلیمے برِ مفلساں

بُرد خطی و قلمے دم بدم — کرده همه دعوی خط و قلم

بس که خطے در هنرِ خط فزود — پیچش بسیار بکاغذ نمود

از خطِ او هیچ کژی برنخاست — کش نئے جوله قلم کرد راست

داں قلمے زاں خطِ نو بافته — داغِ خطا بر سرِ خز یافته

زیرِ گلیمے شده هر کس مقیم — آمده مرداں همه زیرِ گلیم

چند ہزارش ز سوارانِ کار — تیغ زن و کینہ کش و نامدار

ہر ہمہ یکدل شدہ کز دست برد — جاں بسپارند بگاہِ سپرد

نیزہ ورانے بسناں در مصاف — در شبِ تار از سرِ کیں موشگاف

پایک یازندہ بروں از قیاس — پُر دل و خالی دلِ شاں از ہراس

بر سرِ خود تیغ ببازی کشاں — یافتہ بازی اجل از تیغِ شاں

اطلسِ خوں دادہ ز شمشیرِ کیں — جامگیِ زرد قبایانِ چیں

بیلک[۱] ترکانِ شکاری شکر — دم بدم آلایشِ خونِ جگر

کشتنِ گاومیش بدشتِ فراخ — در کفِ شاں دادہ کمانہائے شاخ

پیش کماں شاں شکمِ گاومیش — زخم بسے خوردہ ہم از شاخِ خویش[۲]

بحرِ رواں تیز ز غایت بروں — آمدہ و نامدہ بنہایت دروں

قصرِ روانے چو سپہرِ ارجمند — از قدمِ شاہ شدہ سربلند

تن ز نہنگیش فزوں آمدہ — وز دہنِ مار بروں آمدہ

لاہرہ زیں بارگہِ سرفراز — چار طرف کردہ درِ خویش باز

بتوہ یکے خانہ عمارت برآب — ناشدہ از آب عمارت خراب

لور یکے ماہیِ دُم در ہوا — ماہیِ چوبین و بآب آشنا

چند صف آراستہ پیلانِ مست — روئے زمیں در تہِ پا کردہ پست

---

[۱] بیلک نوعی از تیر و شکر مخفف شکرہ کہ جانورے ست شکاری ۱۲

[۲] شاخ خویش. کماں کہ از شاخ گاومیش ساختہ بودند ۱۲

ریختہ ساقی مے رنگیں بجام | می ز لب شاہ رسیدہ بکام
در خز و دیبا ہمہ دیوار قصر | صورت دیبا شدہ شاہان عصر
تاجوراں غرقۂ دُر تا بسر | منطقہ بنداں بگہر تا کمر
محرم خلوت شدہ خاصان شاہ | خرگہ خورشید شدہ پُر ز ماہ
عیش مدام آمدہ فرزانہ را | دور نشاط آمدہ پیمانہ را
ہر ہمہ را سرخوشی از شراب | دوست شدہ سرخوش و دشمن خراب
امن پدید آمدہ در چار سوے | فتنہ ز ہر شہر و دہے کردہ روے
چرخ ز بیداد عناں تافتہ | مملکت از ظلم اماں یافتہ
ضبط شدہ روئے زمین زیر تیغ | ہیچ غبار زمیں از آب تیغ
خنجر شہ قطرۂ آبے تمار | قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار
تا کہ از انجا کہ جفائے جہانست | قاعدۂ دولت شاہنشہانست
گرم شد آوازہ کہ خورشید شرق | تافتہ شد بر خط مغرب چو برق
ناصر دنیا شہ کشور کشاے | تیغ بر آورد بکیں کرد راے
راند ز لکھنوتی و دریاے ہند | تا سپہش گرد بر آرد ز سند
بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود | کاب فرو میل ببالا نمود
قوت سیلے بنود تا برود | آب ببالا نرود از فرود
سوے سواد اودھ آمد چو باد | گرد حک از خنجر تیز آں سواد

کرد اشارت کہ دلیرانِ رزم | ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم
گفت بخازن کہ ندارد نگاہ | سیم قراری[1] ز قرارات خواہ
خرج و قرارات بہم ضم کنند | کارِ حشم زیں دو فراہم کنند
خازنِ شہ کرد درِ گنج باز | گشت حشم ہم بدرم دل نواز
گشت چو لشکر ززر آراستہ | یافت بسے خواستہ ناخواستہ
بیدرمی شد زکفِ مرد سلب | گشت درم از سر و پا مرد قلب
نامہ فرستاد بہر کشورے | خواند زہر شہر و ولایت سرے
جمع شد از امرائے دیار | از شہ و خان و ملکِ شہریار
تیغ زنانِ ہمہ اقلیم ہند | نیزہ گزارانِ نواحی سند
عرضہ طلب کرد شہِ سرفراز | خامہ سرِ محبرہ را کردہ باز
درقلم آمد زیل و پہلواں | یک لکہ آراستہ برگستواں
مردم و یک اسپ بکارے نبود | با یک و افغاں بشمارے نبود
لشکرِ ایں مہرستارہ سوار | باد چو ذراتِ ہوا بے شمار
چاکرِ او گشتہ سکندر بزم | ساقیِ او خضر بہنگامِ بزم
بندہ زیادش ہمہ حال شاد | ویں غزل از حالِ منش داد یاد

غزل

شد ہوا سرد کنوں آتش و خرگاہ کجاست | بادۂ روشن و رخسارۂ دلخواہ کجاست

---

[1] سیم قراری مشاہرہ مقررہ و قرارات خواہ سپاہی ۱۲

هر یک ازاں پیل حصاری زعاج | بسته ز آفاق بدندان خراج

حمله چو بر کوه برند از ستیز | کوه قیامت کند اندر گریز

خشکی و تری همه لشکر رواں | از شه و خان و ملک و خسرواں

در بر و بحر از سپهِ خشمناک | غلغله در بحر و تزلزل بخاک

قلبے ازیں گونه برآراسته | تیغ شده خوں ز میانِ خاسته

آمده اقصائے او ده در گرفت | واز همه اقلیم سراسر گرفت

نیست شب و روز جز اینش سخن | کایں منم اسکندرِ دارا شکن

گر پدرم رفت جهانباں منم | وارثِ اکلیل سلیماں منم

تا سرِ من در خورِ افسر بود | سر که نهد تاج کرا سر بود

هر که ز دعویِ من آید بقیل | سر کشمش چوں دبه در پائے پیل

مردمک دیدهٔ من کیقباد | کافسر جد فرِ بزرگیش داد

گوهرش از نسبتِ من روشن است | کاں گهر از مهرهٔ پشتِ من است

گرچه جهانگیر شد و تاجدار | نیست جهاندیده تر از من بکار

تختِ پدر گر نه بپائے من است | هر همه دانند که جائے من است

جائے خود از بخت بود رهنمائے | تا نه ستانم نه نشینم ز پائے

مهر غیاثی که بدیں سکه گشت | از خط نامم نتواند گزشت

حاصلِ ایں حادثه کامد پدر | شاهِ جهاں یافت پیاپے خبر

زاں صف انجم کہ مہیّا شدہ — مہ بشرف گاہِ ثریّا شدہ

نورِ علمہا کہ بگیہاں گرفت — آتشِ گوئی بہ نیستاں گرفت

خواست (برق نیزہ) کہ افتد بزمیں چرخ پیر — لیک شدش چوبِ علم دستگیر

پرچم بیرق کہ بگردوں رسید — در رخِ مہ کرد محاسن پدید

از شغبِ کوس دمے کاندر وست — گاوِ زمیں راخلل آورد پوست

دمدمۂ کاسہ آوازِ خوش — کوس زدہ با فلک کاسہ وش

نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ — تیرِ فلک خانہ زنے ساختہ

بسکہ زمیں شد ز علم سایہ دار — ماند چو (عطارد) سایہ[1] زدگاں بیقرار

ہیکلِ فیلاں بزمیں خسم فگند — زلزلہ در عرصۂ عالم فگند

زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود — روئے زمیں رقعۂ شطرنج بود

از حشم و پیل دراں پیل مال — حشرِ جسد ثابت و سیرِ جبال

جنبشِ اسپ از سمِ خارا شگاف — لرزہ درافگند زمیں را بناف

از روشِ اسپ بگامِ فراخ — گاوِ زمیں راشدہ سر شاخ شاخ

واز اثرِ نعل بصحرا تمام — خاک پر از نون[2] شدہ و عین و لام

ہر یک ازاں کوہ تنان چو پیل — رقص ہمی کرد بہ بانگِ صہیل[3]

گرد سواراں کہ بخورشید جست — قطرہ (بل) بر چشمۂ خورشید بست

---

[1] سایۂ جن و پیری وغیرہ ۱۲ [2] یعنی از نعل اسپاں بر زمیں نشانہائے نون وعین ولام بود صنعت این است کہ در نعل ہمیں سہ حرف ست ۱۲ [3] صہیل آواز اسپ ۱۲

روشن اینک دل دمِ گریۂ خونیں تنِ من | خبرِ گرمِ دلے ماہِ سحرگاہ کجاست
وے ہمی رفت وزبس دیدہ کہ غلطید بخاک | گفت یارب کہ کجا پائے نہم راہ کجاست
ہر شب اے دیدہ کہ بر چرخ ستارہ شمری | جانِ من عزم سفر کردہ بگو ماہ کجاست
ماہِ من کور شد ایں دیدہ زبیداری شب | آخر از زلف نپرسی کہ سحرگاہ کجاست
گفتی از طرۂ کوتہ شبِ تو روز کنم | اے بریدہ سرِ آں طرۂ کوتاہ کجاست
من برانم ز زنخدانت کہ درچہ افتم | یکزماں ترک[1] زنخ گیر و مگو چاہ کجاست
پیش ازیں کردمی از آہ دلِ خود خالی | دل کرا ماند کنوں طاقتِ آں آہ کجاست
عزم حج دارد خسرو زپئے توبہ عشق | توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست

جنبشِ شاہ ز دہلی زپئے کینِ پدر گشتن آغازِ غبار روشدنِ مہرنہاں

روز دو شنبہ بگہِ چاشتگاہ | در مہ ذی الحجہ بپایانِ ماہ
رایتِ منصور ببالا کشید | ماہ علم سر بثریا کشید
شاہ شد از خانۂ دولت سوار | خانۂ دولت شد از و بختیار
کوکبۂ چوں فلک آراستہ | ماہ علم تا بفلک خاستہ
صف شکناں صف زدہ در پیشِ شاہ | انجمنے ساختہ برگردِ ماہ

---

[1] ترک زنخ عبارت از ترک گفت ۱۲

زیر علم آں شہِ خورشید تاب | بود یکے سایۂ و صد آفتاب

لشکرِ انبوہ بہم بستہ صف | غرق عرق گشتہ سواراں ز تف

کوکبۂ زیں نمط انجم[1] شمار | رفت بروں با عَلَمِ شہریار

نصب شد اعلام مبارک اصول | گرد سراپردہ بشیری[2] نزول

دامنِ دہلیزِ[3] بریشم طناب | برشدہ زاں رشتہ ببامِ سحاب

میخ کہ شد دورتر از دامنش | رفت فرو در زمیں از سرزنش

بارگہِ شاہ درآں بوستاں | روے ظفر داشت بہندوستاں

چار ستوں بود برسمِ شہاں | در حرمِ دہلیزِ جہاں در جہاں

عزمِ بزیش بناکشش نہاد | خانہ ز تربیع بہ تسدیس داد

بارگہی را دو ستوں رسم بود | شاہِ یگانہ دو دگر در فزود

چار ستون بارگہِ عرش ساے | عرشِ دوم گشتہ بداں چارپاے

شیر سیہ شد ز سرِ بارگاہ | خانۂ خورشید گزرگاہِ ماہ

از اثرِ ہیبتِ شاہِ دلیر | لرزہ ہمی کرد ز ہر باد شیر

کوشکِ لعل و سیہ شد بلند | ہر یک ازاں سایہ بگردوں فگند

لعل چو آتش سیہش ہمچو دود | سوختہ زیں ہر دو سپہرِ کبود

ہر دو دو برجِ مہ و خورشید تاب | گرچہ بیک برج بود آفتاب

---

[1] یعنی لشکر کثیر بعدِ ستارگاں بود ۱۲ [2] نام مقامی ۱۲ [3] نوعیست از خیمہ ۱۲

بلک ازاں گرد سرا فراشتہ — چشمۂ خورشید شد انباشتہ
نے خود ازاں گرد کہ برشد بہر — گشت جزیرہ[1] بمحیطِ سپہر
شاہ براں سوئے چو کشتی براند — کشتیِ ماہ آمدہ بر خشک ماند
شاہ فلک رفعت و خورشید تاب — زیر علم چوں بشفق آفتاب
گرد رہش کاں ببصر شد دلیل — سُرمۂ ہر چشم شدہ چند میل
گردِ وے از خاصگیان و سراں — موج چو دریا زدہ از ہر کراں
موئے شگافاں بکماں بستہ زہ — زہ زدہ ابروئے کماں را گرہ
ترکش پُر تیر کمر بستہ تنگ — شیر نیستاں شدہ از بہرِ جنگ
پیش رکاب از روشِ تیغِ تیز — سوئے عدم کردہ سلامت گریز
گردنِ ازہیبتِ تیغ یلاں — نے بزمیں بود و نہ بر آسماں
تیغِ برہنہ کہ بپوشید دشت — برہنہ را ایں کہ چہ پوشندہ گشت
تیغ نہ بلک آتشِ پولاد خیز — بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز
تیز زباں ہندیِ سر درمیاں — طرفہ بود تیزیِ ہندی زباں
گرد بگرد شہ و الا گہر — حصن پلارک شدہ سرتا بسر
در صفِ تیغ آں تنِ آراستہ — چوں گلے از سوسنِ تر خاستہ
پیش سپہ روشنیِ دور باش — داد جگرگاہِ عدو را خراش

---

[1] یعنی گرد دریاے فلک از گرد سم اسپاں جزیرہ (ٹاپو) پیدا شد ۱۲

تختِ شہی کرد سلیماں پدید — خلق چو موراں ز دو سو صف کشید

فرق نہادند سراں بر زمیں — خاک شد از فرقِ سراں نافِ چیں

خلق ز دو سو صفِ ادب ساز کرد — بار یک آمد شدن آغاز کرد

یافتہ چوگانِ زر از دستِ شاہ — حالِ کساں گفت دراں حال گاہ

حاجبِ خلقے چو دراں فتحِ باب — گشت مشرف بشکوہِ جواب

رخش طلب کرد شہِ تاجور — رفت ز یک تخت بہ تختِ دگر

خانۂ زیں منزلِ خورشید شد — سرو ہمسایگیِ بید شد

عزم بروں کرد شکار افگناں — بر دلِ خورشید غبار افگناں

روے زمیں گشت پر از یوز و باز — ہر ہمہ آہوکش و نخچیر ساز

شکرہ را گشت ہمیں دستگاہ — از ہنرِ خویش ز بر دستِ شاہ

چوں ہنر از عیب فراواں شود — مرغ زبردستِ سلیماں شود

واے بر آں آدمیِ بے خبر — کو کم ازاں مرغ بود در ہنر

باز ز دستِ ملکاں می پرید — چوں نہ پرد ہر کہ چناں جاے دید

خفت چو خرگوش بخوابِ دراز — جست ز خواب از خلۂ چنگِ باز

سارو کلنگے کہ نوا می گرفت — چرخ خود آں را بہوا می گرفت

مرغِ ہوا جملہ سیہ چشم[۵۷] برد — صیدِ زمیں پیشِ سیہ گوش مرد

---

۵۷ سیہ چشم پرندۂ شکاری ست ۱۲

خرگهِ زرّین که در آمد بهش — چنبر مه شد کمرِ خرگهش

بود چو داخل بزرگی علم — گشته پیاده ز شکوهش حشم

هر که درون زد قدمِ دلدلش — راند به نیزه علمِ داخلش

میمنه بر تلپته زد میسره (نام مقام ۱۲) — بود میان اندپت میسره (نام مقام ۱۲)

پیلِ گران سنگ بهاپور بود — قلب چو دریاش در آمد بجود

پیش بهاپور بقدرِ سه میل — سنگِ گران سرمه شد از پای پیل

پایگه خاص بسیری رسید — سبزهٔ تر بر سرِ سبزی رسید

خیمه ز هر سوی بیک پای خاست — چار وتد گشت بیک قطب راست

دائرهٔ خیمه چو پرکار گشت — نقطهٔ خاکی بمیانش نشست

خیمه پر از گل چو گلستان نمود — وز گلِ او دشت چو بستان نمود

دائرهٔ خیمه بسیری قطار — ابر فرود آمده در مرغزار

بس که دران گلشن مینونشان — شاه شد از ابر کرم دُر فشان

هر که درین سبزه نظر در گرفت — قطره طلب کرد و گهر برگرفت

یک شبی آن جا بخوشی گام راند — خورد مئی روشن و گوهر فشاند

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد — مارِ سیه در شکمِ خاک شد

داورِ جمشید نسب کیقباد — تاجِ کیان بر سرِ والا نهاد

سروِ جوانیش که شد میوه دار — شاخِ کرم گشت و در آمد بهار

بادِ بارش دو جهان لیپتِ او | قلعهٔ شهر در شده در لیبتِ او
از شرفِ پایهٔ او نرد بال | پایهٔ سایه شده بر آسمان
کالبدِ چرخ بجنبش یکے ست | خشتِ زمین کالبدِ بیش نیست
آئینه گشته ز گچ صاف خشت | دیده را او صورتِ خود در ہشت
ہر چه که در آئینه بیند جوان | پیر دران خشت به بیند ہمان
ہر چه که نقاش بیکسو کشید | عکس بدیوارِ دگر شد پدید
نیست درو حاجتِ نقش از صفا | بس که شد از عکس کسان رونما
نقش بلندش بہوا خامه راند | تختهٔ سقفش بفلک باز خواند
دیدهٔ بد مردم ازان جاے خوش | تیر بسے خورده ز ہر تیرکش
قطره بر آن بام نیفتاد تیز | ابرِ گریزنده ز باران گریز
شکل ستونش بمقامِ ستاد | قصر ارم را شده ذات العماد
گشت چو جاروب زو خاک روب | کرد ز سنجش[۱] ہمه کس سرمه چوب
طرفه عروسی شده آراسته | آئینه از آبِ روان خواسته
چون کز و گشت حبابے عیان | قصر نمود از تهِ آبِ روان
ہمچو دو آئینه مقابل ز تاب | آب درو عکس نما او در آب
عکسِ وشیش مثل نیارد دگر | گرچه که سر زیر کند یا زبر

---

[۱] سیخ (تیلی) سرمه‌چوب ـ اے چوب سرمه یعنی سلائی ۱۲

هرچه ز بالاۓ فرو رو نمود | ملکِ سیه چشم و سیه گوش بود
بود چو خورشید ولایت فروز | گشت کناں تا گہہِ نیمہ روز
چشمۂ خورشید چو شد گرم رو | گرد شہرِ نو ہوسِ شہرِ نو
رفت بکیلوکہرے دا دِ عون | از مددِ دست چو دریا بجون
قصر شد از فرِّ شہی ارجمند | چون فلک از منزلتِ خور بلند

صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب
کہ بود عرصۂ رفرف[۱] چو رفِ آں ایواں

قصر نگویم کہ بہشتے فراخ | روفتہ طوبیٰ درِ او را بشاخ
با چمنِ ہشت درش دریکے | با فلکِ ہفت سرش سر یکے
بامِ سفیدش بفلک سود سر | کرد بخورشید سفیدے ابر
پایے چو مہتاب ببامش نہاد | گشتے[۲] ز دوران بہ زمیں او فتاد
رفت درون درِ او آفتاب | وقف زمیں کرد رُخِ چرخ تاب
رفت صبا زاں رو دیوارِ خس | گفت ندانم در و دیوارِ کس
رہ بسوے روزنِ او جست ماہ | ہیچ ندا دا و بسوے خویش راہ
بانگ کشادہ درِ او دم بدم | رفتہ بدر بند و بدر دو از ہم
مقام | مقام

---

[۱] رفرف باش ہا و بساط ہاے گرانمایہ و تختے کہ رسول صلعم را سوے خداے تعالیٰ در شبِ معراج برد۔ ورف طاق ۱۲ [۲] یعنی از دوران سر برگردید و بر زمین او فتاد ۱۲

گشت بدنبالِ حریف از زوال — قامتِ هر بدره کشته چون هلال

بس که نمی شد کفِ شه گنج سنج — بیش در آفاق نگنجید گنج

موسمِ دی جمله بعشرت گذاشت — ز آتشِ می مجلسِ خود گرم داشت

با همه وقت خوش و شاد کام — کس نه ز بر دستِ دی الا که جام

مه بجنیبت کشیِ عزمِ او — زهره بخنیاگریِ بزمِ او

همتِ عالم بوفا جوئیش — خاطرِ خسرو به ثنا گوئیش

این غزل از مطربِ موزون اصول — یافته در گوشِ همایون قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد — دلِ من پار[1] برد امسال با جان داوری دارد

من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ بلا گشتم — هنوز آن شهسوارِ من سرِ جولانگری دارد

بهر شکلی که می آید ز من جان می برد آری — دروغ ست آنکه این شیوه زبهرِ دلبری دارد

مسلمانان نگه دارید بیچاره دلِ خود را — که تیراندازِ من مست ست و کیشِ کافری دارد

ندارم آن چنان بختی که خواند بندهٔ خویشم — غلامِ دولتِ ادیم که با او چاکری دارد

مثل گر یک سخن با من بگوید عاقبت آن را — بیارد بر زبان و سرزنش خود برسری دارد

توئی دیوانه وش جانان که داری سایهٔ گیسو — دلم دیوانه تر از تو که آسیبِ پری دارد

مرا چون صیدِ خود کردی شفاعت میکند جانم — نمیگوید بکُش لیکن سخن در لاغری دارد

---

[1] پار: پارسال ۱۲

طاق بلندش بفلک گشت جفت — حاصلِ او شد فلک اندر نهفت

کنگرِ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنهای راز

سنگِ سفیدش که شده بر سپهر — آمده از مهر و شده هم مهر

یکطرفش آب و دگر سوی باغ — باغی و آبی زد و سویش بلاغ

آبی از آن باغ برو ماند زرد — باغی از آن آب بجا گشت سرد (بازی ۱۲)

شاخ بهار برگ گهی کرده راه — جای گهِ بار شده بارگاه

شه چو در آن خلدِ برین جای کرد — خرم و خندان بطرب رای کرد

بازبهی بُرد کفِ زرفشان — گرد پر از زر کفِ ساغر کشان

باده کشان باز کشیدند صف — گشت مئی لعل در افشان کف

رود زنان از سینه برون برد صبر — آب چکان دست چو باران ابر

بس که شد او مست ز آواز خویش — ریخته از پرده برون از خویش

چنگ ز سر گشته تواضع نمای — باد دگر بسر افگنده نای

زخمه چو نول بط در رود و چنگ — راه چکاوک زد و بانگِ کلنگ

مرغک و صد مرغ دگر در صفیر — بر همه مرغان شده گنجشک میر

شاه در آن زمزمهٔ نای و نوش — بحرِ کفش گشت چو دریا بجوش

دست ندیمی که ورق برگرفت — مهرهٔ کاغذ بگهر در گرفت

بربطِ مطرب که نوا برکشید — تار بریشم بدُر اندر کشید

جلد سمن را شده شیرازه باز — نامده از باد ورقها فراز

سوسن آزاده در افتادگی — هیچ نمی گفت ز آزادگی

نسترن آویخته بر شاخ بود — هر دو بهم باز گسستند زود

شاخ چو از باد خزان کوژ پشت — باد خزان نیز از دو بر شکست

سرو که از سایه نشانے نداد — سایه نشینان همه را داده باد

هر شجر باغ ز سر تا تنه — ماند ز بے برگی خود برهنه

برهنه گشته تنهٔ گل بباغ — باد کنان خس کشی از روے لاغ

دیده چو نرگس به چمن این فساد — گل شده در دیدهٔ خویش اوفتاد

نرگس بے دیده روان کور وش — خار عصا باد خزان کور کش

ریختنی کرد درختان ز سر — گشته زمین پر ز درمهاے زر

پشت بنفشه به سمن زارها — کوژ شد از چیدن دینارها

بر زمین افتاد بسے نازنین — لرزه کنان بر سر شان یاسمین

خاک ز زردی شده بر زعفران — خنده نه با این همه در ارغوان

شاخ گل از بس که نگون شد گلش — کرد نگون سر ز نشستن بلبلش

باد به هر سرو رسیده فراز — سرو ز هر باد بجنبد دراز

سبزه بسے خط تر انگیخته — باد بسے خاک بر آن ریخته

گل همه سرخیش دامان زبرون — کش همه در پوست در افتاد خون

---

[1] مراد از گل سپیدی ست که در چشم می افتد و آن را در هندی پهولا گویند یعنی نرگس از دیدن فساد خزان کور شده ۱۲

بہ بدنامی برآمد نامِ حسنش گرنپئے دیدہ | نہ یک تر دامنے دارکہ صد دامن تری[1] ارد

صفتِ فصلِ خزان و مغل عزمِ سپاہ

ہم برآں سال کہ تباراجِ چمن بادِ خزاں

فصلِ خزاں چون بچمن خانہ خواست | بادِ رواں کرّہ بگلزار تاخت

شاہِ سپر عزم ز ولایت براند | کش بچمن ہیچ ولایت نماند

کوہ ز سنگ آتشِ لالہ فروخت | شعلہ بدامانش گرفت و بسوخت

لالہ سر از سنگ بلنگر سپرد | ماند بجا لشکر و بادش ببرد

بادِ خزاں آمد از آں جا کہ بود | خشک شدہ باغ ہماں جا کہ بود

گشت سمن نازک و زرد و حقیر | کاب گرفتش بلبِ آب گیر

رفت سمن روئے چمن را گزاشت | زاں کہ خزاں روئے نگاہش نداشت

جامۂ خود کرد بنفشہ کبود | گشت چو صوفی برکوع و سجود

شد بہ تنِ نازکِ زیبائے گل | پارہ ہمہ پوست ز سرمائے[2] گل

لالہ ز بسیاریِ خون در فساد | ریختہ نازک تنش از رنج باد

سوختہ از آتشِ خود لالہ زار | گشتہ در و نش ز خزاں پر غبار

دفترِ صد برگ فتادہ ز دست | آمد و رہ بر ورقِ او شکست

---

[1] اضافت مقلوب یعنی تری صد دامن ۱۲ [2] گلابی جاڑا ۱۲

فرش بہ پیچید گل از روے گل — گفت غلیوا ز کطے السجّل

باغ خراب از قدمِ بومِ شوم — چغدِ قدم شوم شدہ یارِ بوم

نائے میسچہ کہ نماندہ دمش — حلق تہی گشت ز زیر و بمش

در طلبِ روے نکو سو بہ سو — قمریِ کوکو زدنی کو بہ کو

باد کہ اندر سرِ ہُدہُد فتاد — تاجِ سلیماں ز سرش بُرد باد

گرچہ حنا را آئینہ طاؤس داشت — حُسن چو پوشید جملہ پسِ دم گذاشت

آں کہ پریدے زبرِ خود تدرو — ماند چو پر گم شدگاں زیرِ سرو

لالہ چو پر کوہ برفت از شکوہ — کبک بہ برید دل از تیغِ کوہ

سبزکِ دیباچہ خود باز خواند — شارکِ بیچارہ دہن باز ماند

طفلِ شگوفہ بہ رہ اُفتاد و مُرد — شاخ بہ دید و بعنا دل سپرد

گرچہ گلے بیش نشد در چمن — گم نشد از مجلسِ شاہِ زمن

گرچہ زکہ لالہ نہاں کرد پے — لالہ نو ساخت شہ از جامِ مے

گرچہ نہ بُد برگ و نوائے بشاخ — برگ و نوا بود بمجلس فراخ

گرچہ کہ بربست ہوا سیمِ آب — شاہ کشاد از کفِ خود سیمِ ناب

گرچہ چمن گشت پر از برگ زرد — شاہِ زمیں در تہِ دینار کرد

از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود — فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

---

۵ میسچہ جانورے ست خوش الحان ۱۲

آب که باران بگلِ کوزه بخیت | کوزه بیفتاد و شکست و بریخت
ابر که بگریست به بستان بجبر | شد مژه‌ها ریخته از چشمِ ابر
نم بکفِ دستِ چنار از روش | زیبقِ لرزان بکفِ مرتعش
گربهٔ بید[1] از عمل دست برد | گشت لگدخوار ز گنجشکِ خرد
بید بیارید زهی برگ تیغ | ریخته خون از تنِ گل بی دریغ
لاله فرو ریخته در پیشِ باد | خونِ خود آن جا که خوی گل فتاد
غنچه که با باد کشادیش دل | شد هم از آن باد گریبان گسل
جامهٔ گل پاره شده بر تنش | غنچه گره[2] بر زده در دامنش
دامنِ نسرین که در آمد بخار | ماند همان جا و سرِ پیوند دار
گل شده بی روی[3] هر بوستان | مرغ ز بی رویِ او در فغان
از کلهٔ مرغ نوایی که خواست | سرو برقص آمد و پایش نخاست
بر سرِ هر خار که بلبل گذشت | حلقِ وی افتاد و خراشیده گشت
بلبل ازین غصه چنان خون نشست | کش تهِ دم رنگِ دگرگونه گشت
گنگ[4] شده طوطی و زاغ و زغن | در دهنش یافته جای سخن
کور شده فاخته از نولِ زاغ | فاخته کور[5] آمده گل را بباغ

---

[1] گربهٔ بید نوعی از بید ست ۱۲
[2] رسم ست که چون جامه پاره می‌شود بر دامن گره می‌دهند ۱۲ [3] بیمروت ۱۲
[4] زاغ و زغن در خزان آواز می‌کنند و طوطی خاموش می‌ماند ۱۲ [5] فاخته کور نام علتی ست که درختان را خشک سازد ۱۲

سلطنتِ جملۂ عالم مرا — وانکہ از آہنگ کساں غم مرا

خلق چہ گویند بہر کشورے — شاہ من و قلعہ کشا دیگرے

بوم کہ باشد کہ بجنگِ دراز — طعمہ برد از وطنِ جرہ باز

گرگ و سگے ہست بر آہو دلیر — پنجہ نخواہد زدن آخر بشیر

من کہ بہ ہند از ہمہ رایاں بسال — جزیہ ستانی کنم از پیل و مال

گہ بکشم زر و ہم از گوجرات — گاہ بدیو گیر نویسم برات

اسپ ہمہ تند کشم از تلنگ[1] — پیل ہمہ مست ستانم ز بنگ

مالوہ را وقفِ وفاین کنم — جام نگر[2] و جبہ خزاین کنم

نیست مرا وجہ قبا[3] جز خطا — سرحدِ چیں بستۂ بندِ قبا

زیں دگلی[4] چند نگر دگلہ پوش — کز نیے کیں پنبہ کشیدم ز گوش

پنبہ کنم[5] لشکرِ شاں را چناں — کز تنِ شاں پنبہ شود استخواں

گرچہ چو مور و ملخ ست آں سپاہ — مور شود کشتہ چو افتد براہ

پیل من آں دم کہ بجوشد چو نیل — چیست صفِ مورچہ در پاے پیل

می شودم دل کہ بجنبم ز جاے — فرقِ قراخاں سپرم زیرِ پاے

لیکنم از تیغ خود آید دریغ — چوں کنم از خونِ سگ آلودہ تیغ

---

[1] نام ملک ۱۲ [2] جام نگر نام مقام ۱۲ [3] قبا بضم قاف نام مقامی ۱۲

[4] دگل یعنی دغل و دگلہ پوستین یا جامۂ کہ پر از پنبہ باشد ۱۲

[5] پنبہ کنم اے مثل پنبہ پارہ پارہ ساختہ بر ہوا اپرّانم ۱۲

شه بچنیں فصل بریں گونه شاد | کز مغل آوازه بعالم فتاد

نامه کشتے چند چو تیر از کمیں | آمد و بوسید چو پیکاں زمیں

کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم | سوے فرود راند بآهنگ رزم

لشکرِ انبوه چو ذرّاتِ ریگ | جوشش بر آورد چو آبے بدیگ

بوم بسر بسته سیاهی چناں | آمد ازاں بوم خرابی کناں

ناوکِ شاں دیده کشے ساز کرد | دیده نیارست کسے باز کرد

گشته بهم قطرهٔ بارانِ تیز | سیل شد و کرد بدریا ستیز

قوّتِ آں سیل که از ایشاں رسید | آب زهاپور ملیتاں رسید

هر که گهے چشم نمی زد ز کس | چشم زدن چشم زده شد ز خس

مردمِ آں خاک فرو شد بخاک | گرد بر آورد از ایشاں هلاک

امن و اماں دور شد از راهِ سال | بو که بفریاد رسد شاه شاں

ایں مه کاندر رهِ گرگ اوفتاد | وارهد از قوّتِ راعی العباد

شه که ز گستاخیِ آں گمرهاں | یافت چنیں آگهی از آگهاں

تلخ بخندید چو شیر از غضب | تلخ بود خندهٔ شیراں بلب

گفت که خه خه[۱] بجهاں عهدِ من | وز دگراں زلزله در مهدِ من

غازیِ ما چوں نه بکارِ غزاست | کافر اگر تاختن آرد سزاست

---

۱ خه خه خندهٔ تلخ را گویند یعنی خندیده گفت که در جهاں بادشاهی من ست و از دیگراں زلزله در مهدِ من ست ۱۲

گرچه تمر[1] تیزی و سختی نمود — گشت چو موم ارچه که پولاد[1] بود

سر سد و کیلی دو بیک سو شتافت — پیچلک و بید و بدگر سوی تافت

جمله زبی سنگی خود بد درنگ — در گله مرغ در افتاد سنگ

برزده دامان قبا هم گروه — عطف نمودند بدامان کوه

روی مغل بود بهر سو که بود — پشت مغل بود بهر ره که بود

روی چو بنمود سپاه درشت — رو نمودند نمودند پشت

باربک اندر پی شان کینه خواه — تیغ زنان قطع همی کرد راه

روی بدند از همه رو در ستیز — پشت شدند از همه رو در گریز

دست وی از قوت چوگان زر — کرد پر از گوی زمین سر بسر

بس که ببرید سر آن خران — شد خزه سنگ ز سر خر سران

روی بپن کرده چو طشت نگون — دید سر خود همه در طشت خون

تیغ که بر تارک آنها گذشت — کرد بیکجای سر و تیغ و طشت

لشکر اسلام که دنباله کرد — کوه زخون زیر و زبر لاله کرد

خرتنه چند ز لشکرکشان — رفته عنان تافته بهر نشان

وانچه دگر بود ز برنا و پیر — یا علف تیغ شده یا اسیر

خان جهانگیر که این فتح یافت — فرخ و فیروز عنان باز تافت

---

[1] تمر و پولاد نام مغل بود ١٢

کس نزده تیر بمردارخوار | جز بگیرد شہ نکند این شکار

چوں سخن چند ازیں در براند | عارضِ دانائے سپہ را بخواند

گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار | نامزدِ مغل شود سی ہزار

بر سرِ شاں باربکِ تیغ زن | خانِ جہاں شاہکِ لشکر شکن

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ | کرد رواں سوے مخالف سپاہ

باربک و قلب گہی رزم ساز | وز ملکاں صد سرِ گردن فراز

ساختہ در رزم چو شیرانِ مست | سوے سگِ چند کشادند دست

انجمنے چوں فلک آراستہ | چرخ ازاں انجم امان خواستہ

ماہ سبک سیر شد اندر شتاب | خنجرِ تیز آختہ چوں آفتاب

ناحیہ بر ناحیہ راندند تند | بود صبا پیش چناں سیر کند

از قدمِ شومِ مغل آں بلاد | نام و نشانے ز عمارت نداد

از حدِ سامانہ و تا لاڈ ہور | ہیچ عمارت نہ مگر در قصور

لشکرِ اسلام کہ آں جا رسید | بود زمیں تشنہ کہ باراں رسید

یافت خبر کافرِ ناخوب کیش | تیز ترا ز تیر بروں شد ز کیش

تن ز غنیمت بہزیمت سپرد | بردنِ جاں را بغنیمت شمرد

---

۱ غلولہ گلین و مردارخوار را گویند ۱۲ ۲ شاہک سپہ سالار کاف تصغیر ۱۲
۳ لاڈ ہور لاہور ۱۲

وقت در آمد که حریفان بزم | بر طرفِ خانه نمایند عزم
میر سپه کرد بسے ہدیہ راست | داد بیاران و بسے عذر خواست
پیشِ بزرگان و سرانِ نبرد | خدمتے آورد سزاوار مرد
کرد بزرگی بحقِ کہتراں | داد بسے جامہ بقیمت گراں
ہر ہمہ خشنود دخوش از بزم گاہ | باز گرفتند سوے خانہ راہ
بزم ز مہماں چو تہی یافت جائے | بزم نشیں باز ہمی کرد رائے
خلوتیِ چند ز خاصانِ خویش | پیش طلب کرد ومی آورد پیش
جام کہ شد چوں دل کافر بجوش | کرد بیادِ شہ اسلام نوش
چنگ نواز اں ہوا سر کشید | چنگ نواز ندہ نوا بر کشید
گفت برآہنگ نمطہاتِ تنگ | ایں غزلِ نغز برآوا زِ چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگ گل و گلزار برفت | سرخروئی ز رخِ لالہ و گلنار برفت
سرو بشکست و سمنِ زرد شد و نرگس خفت | گو برو ایں ہمہ چوں از برِ من یار برفت
نزد من بادِ خزاں دوش غبار آلودہ | آمد و گفت کہ سروِ تو ز گلزار برفت
خواستم تا دم اندر طلبِ رفتۂ خویش | یاد م آمد رخ او پاے من از کار برفت
دردِ دیدا شک چو باز آمدنِ خویش ندید | دل باند اخت ہم اندر رہِ خونبار برفت
خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند | صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت

بست اسیرانِ مغل را قطار — داد بدان چند شتر در مهار

گردنِ شان بهر رسن ساز کرد — سر برسن بست و رسن باز کرد

کشته هم این نشد از ترک و تاز — تا ز سرش پوست نگردند باز

چون ز چنین فتح جهان یافت بهر — دست همی برد سپهدار دهر

مجلسی آراست بر آیینِ کی — داد بسی کشتیِ زرّین بمی

شیشه همی ریخت به یاقوت گنج — طرفه بود شیشهٔ یاقوت سنج

ساقیِ مهوش بقدح دست برد — دَورِ قمر جام بساقی سپرد

چرخ هر آن دَور از ین پیش داد — رفت بریدانِ قضا را ز یاد

تا که ز ساقی شنود بانگِ نوش — پنبه برون کرد صراحی ز گوش

صف زده یارانِ خوش و باده‌کش — سرخوشِ باده سری کرده خوش

هر یک از آن پهلوی شمشیر و تیر — شیر گرفتند چو شد شیرگیر

بزمگهی ساخته شد چون بهشت — خاک شد از جرعه معنبر سرشت

جرعهٔ مشکین که زمین در گرفت — گاو زمین خورده بعنبر گرفت

بربط و طنبور که شد نغمه ساز — کرد ز حیرت سر قرّابه باز

زخمه در آمد بزبان آوری — داد مطرب بزبان یاوری

باده چو خورشید ز صبح‌گه تا بشام — داشت طلوعی و غروبی بجام

کرد چو خورشید بوقت غروب — طالع خود بر همه آفاق خوب

باد ہمہ خاکِ زمیں را بہ بیخت / یافت زر و دُر بر صد برگ ریخت

بس کہ گرانیِ زر از حد گزشت / دامنِ صد برگ بصد پارہ گشت

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش / غنچہ گرہ بر زدہ در دامنش

گل ز کرم زر دہد آں را کہ ہست / وز پئے خود جامہ نسازد درست

آب سمن در چہِ خوئے مشک سود / باد شد آہو تگ و مشکش ربود

باد کہ از شاخ ہمی بر شکست / باز چہ بر ہا کہ بر آں شاخ بست

سایہ کناں سرو بر افتادگاں / با ہمہ کس راست چوں آزادگاں

گرچہ پرانید صبا ہر چہ خواست / در صفتِ سرو ہمی بود راست

نرگس تر گشت ہمہ روش چشم / خیرہ شد اندر رخِ خیرہ وش چشم

خون سمن چشمکِ پوشیدہ داد / چشم نہ زد از کسے الا زباد

سبزہ چناں شد کہ جہاں در گرفت / چشم ز نرگس نتواں بر گرفت

نسخۂ دیباچۂ عشرت جہاں / خواند صحیح از ورقِ ارغواں

خون بچکید از گلِ نازک خیال / لالۂ خود روئے ازاں یافت حال

سرخ گل از باد چو آورد یاد / خونش بجنبید ز آسیبِ باد

شاخِ گلِ کوزہ کہ تر شد برش / کوزہ تر از دستۂ کوزہ سرش

ساختہ گل کوزۂ نو از نبات / ابر درو ریختہ آبِ حیات

باغ ز ہر غنچہ شدہ کوزہ در / گردشِ چرخ از گلِ تر کوزہ گر

هرچه از عقل فزون شد همه عمرم جو جو | اندرین غارتِ غم جمله بیک بار برفت
باد خارے ز رهِ گلرخِ من می آرد | جانم آویخته در آن خار گرفتار برفت
گله کرد آن بتِ شیرین ز برِ خسرو رفت | خله کرد آن گلِ نسرین ز سرِ خار برفت

صفتِ فصلِ بهاراں که چناں گردد باغ
که بدو نرگسِ نادیده بماند حیراں

فصلِ بهاراں چو علم برکشید | ابر سراپرده بر اختر کشید
سکّهٔ گل چون درمِ شه زدند | سکّه بصد وجه موجّه زدند
شه سپرِ غنچه چمن داد بار | خار سلاحی شد و گل پرده دار
تیغ کشید ارچه که سوسن بلاغ | هم ز سرش سایه نبرّید باغ
تا شودش سوسنِ آزاده رام | خار غلامی شده سرتیز نام
خونِ خود از باد خزاں گل بخواست | لیک صبا از سرِ خونش نخاست
خواست گل از باد بخواهد دیه | برد برون نرگسش از تعمیه
سوسن ازیں غصّه بکیں خواستن | خاست بشمشیر زہے خاستن
او خود ازاں خاست که آزاد گشت | غنچه چه افتاد که برباد گشت
بس که صبا همدمیِ غنچه کرد | تازه نشد تا دمِ او را نخورد
باد حریفِ گل و گستاخ زد | جامهٔ صد برگ بصد شاخ زد

هر گلِ بالا که بود تازه روی | جز تبری زو نتوان یافت بوی

نغزیِ این گل که ز تبری مغز | داد به خشکی و تری بوی نغز

ماند چو در جامه نسیمش مقیم | جامه نماند که نماند نسیم

سیوتی خوش که کنندش گلاب | از همه سو رو همه روی آب

یک گلِ بیل دو ده دیگر درون | گل ز گل و گل ز گل آید برون

از گلِ بسیار دلش گشته باغ | وز خوی او در جگرِ لاله داغ

مولسری خرد و بزرگ از هنر | خرد و بزرگ از هنرش بهره ور

بوی وی آن را که مغز آرمید | بوی دگر گل نتواند کشید

پنجه گشاده گلِ لعل از پله | غرق بخون ناخن شیرِ یله

نی غلطم نافه ولی نیم خام | چیزی از مشک جگر خون تمام

تا کند اندر دل بدخواه ریش | زاغ نشاند بسرِ شاخ خویش

جای نه در باغ ز گلهای جای | مرغ در افغان که کجا بند جای

از پیِ گل هر که به بستان شتافت | ملکِ جهان یافت اگر جای یافت

گشت ز سرسفت گل زرد ام زاد | گل به زمین گونه زر دام داد

سبزه گشتش همه صحرا خرام | برگِ گل زرّین شده صحرا تمام

غنچه به بستان ز نم آورده شیر | مرغ چو طفلان شده اندر نفیر

باد دراں کوزہ شد و سر کشاد — گرچہ کہ در کوزہ نگنجید باد

نسترن از روے نکو می پرید — بلبل و قمری ہم ازاں می برید

فاتحہ[۱] خواں غنچہ بگاہِ سحر — نرگس و سبقِ گل و علمِ نظر

گل کہ سپر ہاش فراہم شدہ — پیشِ سپرِ غم سپرِ غم شدہ

گل کہ ہمہ روے شناسا شدہ — روے شناسِ ہمہ صحرا شدہ

قطرۂ شبنم زدہ بر یاسمیں — ماہ بہ پرویں شدہ ہم در زمیں

گرد بسنگ آتشِ لالہ نشست — زاغ شدہ ہندوے آتش پرست

گربۂ[۲] بید از گلِ لعل و سپید — گربۂ مشکیں شدہ در مشک بید

بید شدہ تیغ فشاں زیر پائے — سایہ از و خستہ شدہ جابجائے

لرزہ کناں آب ز آسیب باد — بس کہ برو سایۂ بید او فتاد

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ و آب شد از تابِ مہر

غرقِ سپر گشتہ ز نیلوفر آب — بر سر سرش قبۂ سیم از حباب

طرۂ سنبل ز شکن گشتہ باز — پنجۂ شمشاد شدہ شانہ ساز

برگِ بالا کہ دہد بوستاں — بیشترے ہست ہندوستاں

آں گلِ ہندی کہ چمن کرد راست — نے بخراساں کہ بعالم کجاست

کیورہ ہر برگ چو سیمِ سپید — عود از دسوختہ چوں مشک بید

---

[۱] یعنی خود را کشادن می خواست ۱۲ [۲] گربہ بید نوعی از بید ۱۲

مائیم و مطربے و شرابے و محرمے | جائے بزیر سایۂ شاخ چنار خوش

اے باد کابلی مکن و سوے دست برد | ما را بکن ز آمدن آں نگار خوش

چیزے دگر بگوے ہمیں گو کہ در چمن | سبزہ خوش ست و آب خوش و جوئبار خوش

گر خوش کند ترا بحدیثے کہ یار کرد | پیشش کن و بیار مشو زینہار خوش

ور بینیش کہ مست بود خفتنش مدہ | ہم ہمچنانش مست بہ نزد من آر خوش

با او در آں زماں کہ میش راہ میدہد | بازی خوش ست و بوسہ خوش ست و کنار خوش

من مست خوش حریفی او یم کہ آں حریف | سر خوش خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش

سرو پیادہ خوش بود اندر چمن ولیک | آں سرو من پیادہ خوش ست و سوار خوش

از وے خوش ست بر شکنیہا[1] نگاہ ناز | وز خسرو شکستہ فغانہائے زار خوش

صفت موسم نوروز و طرب کردن شاہ
بزم دریا و کف دست چو ابر نیساں

رفت چو خورشید برج حمل | نور شرف کرد بگیتی عمل

دور جہاں و ز نو از سر گرفت | موسم نوروز جہاں در گرفت

شاہ دراں روز ہم از بامداد | قصر فلک مرتبہ را تاب داد

کنگرۂ قصر طرف بر طرف | تا بحمل رفتہ شرف بر شرف

۱؎ بر شکستن اعراض کردن ۱۲

زاغ برفته ز چمنهائے نو | بوم هم آورده دران راغ رو

شارکِ رعنا به چمن باز خورد | چشم برخسارهٔ گل سرخ کرد

بلبلِ سرمست ز نظمے که خواند | غنچهٔ سربسته دهن باز ماند

زان قدحِ لاله که قمری چشید | طوق گرو کرد و ز گل زر کشید

کبک چو بر لالهٔ کوهی گذشت | باش چو منقار ز خوں سرخ گشت

هدهد ازاں آیهٔ هب لی[۵۱] که خواند | تاجِ سلیمان بسرِ خود نشاند

طوطیِ ناطق چو زباں برکشاد | منطقِ مرغانِ خراسانش داد

فاخته ناطق باصولِ کلام | گفت یکے صانعِ خود را مدام

رهبرِ جاں گشته بگلزار طیب | رهزنِ عشاق شده عندلیب

شاه دریں فصل بعشرت گری | با گل و بلبل بطرب گستری

باده بشاخ آمده در گل شده | وز دمِ او بلبله بلبل شده

مطربِ بلبل نفس از نغمه مست | وین غزلش برده بسی راز دست

غزل

آمد بهار و شد چمن و لاله زار خوش | وقتیست خوش بهار که وقتِ بهار خوش

در باغ با ترانهٔ بلبل دریں هوا | مستی خوش ست و باده خوش ست و خمار خوش

---

۵۱ اشاره بدعائے که سلیمان علیه السلام فرموده بود که "ربِّ هب لی مُلکاً لا ینبغی لِاحدٍ من بعدی"

گوہرِ آن چتر کہ برشد بماہ　　قطرۂ باران ست در ابرِ سیاہ

صفتِ چترِ سپید از پسِ آن چترِ سیاہ
چون شبِ قدر و سپیدہ دمِ عید از پسِ آن

چترِ سپید آمد چرخِ اُمید　　بیضۂ اسلام از و رو سپید
سقفِ زر کردہ ستون از زرش　　وز گہر آویزشِ سر تا سرش
داشتہ ابرے بستون در سما　　قطرہ معلّق بمیانِ ہوا
ابرِ سپید و گہرِ بے بہاش　　قطرۂ او داں کہ نمود از صفاش
سایہ زخورشید بود روسیاہ　　سایۂ رویش بسفیدی چو ماہ
نور دہ و روشن و عالم فروز　　چون رُخِ خورشیدگہِ نیمروز
شکلِ وے از فرقِ شہِ کامیاب　　پارۂ نورے ہم ازاں آفتاب
از برِ خورشید سرش برگذشت　　جامہ سفیدش ہم ازاں چشمہ گشت
چترِ سیہ کرد سوادے پدید　　ویں بہ بیاض از سببِ ور سید
ماہِ دو ہفتہ کہ مدوّر نشاں ست　　عکسِ وے از آئینۂ آسماں ست

صفتِ چتر کہ لعل ست چو خورشید بصبح
بلکہ ہست او شفق و صبحِ جمالِ سُلطاں

چترِ دگر روشن و خورشید تاب　　لعل و منوّر چو بصبح آفتاب

صفّهٔ نُه طاق بیاراستند | پردهٔ زربفتِ فلک خواستند
تخت زدند و تُتق آویختند | عرشِ دگر بر زمین انگیختند
چتر ز هر سو بفلک سر کشید | ابر سیه از شرم بجا در کشید
پنج طرف چتر چو مهرِ سپهر | شش جهت آراسته زان پنج مهر
همچو گل و سنبل و سوری بید | لعل و سیه گلگون و سبز و سپید

صفتِ چترِ سیه کز پئے چشمِ خورشید
آں سیاهی که تو در خود طلبی هست هماں

چترِ سیه از شبِ قدری شمار | گشته شبِ قدر بروز آشکار
گونهٔ او زاں سیاهی شتافت | گرته و بالاش ز خورشید تافت
بر سرِ او سایهٔ فرِّ هماے | در تهِ او سایهٔ عونِ خداے
سوخته خود را ز تفِ آفتاب | باز رهانید جهاں را ز تاب
گرد شود سایه چو پیرامنش | سایه که گرد آورد از دامنش
تا ز پئے سایه بشه کرد روے | شاهِ جهاں گشته از و سایه جوے
سایهٔ او بر سرِ هند اوفتاد | هند شد از وے همه اعظم سواد
خامهٔ نقاشِ سحر بناں | نقش نکرده است سوادے چناں

۵؎ عبارت از پنج چتر ۱۲

پرتو او ماند بجائے که دیر　　مهر بران خاک نتابد دلیر

پیش وے از شرم سپهر کبود　　نیمهٔ کامل بزمین شد فرود

کله او گشت چو با چرخ جفت　　در غلط افتاد جهانی و گفت

چترِ شه آن ست که شد چرخ ماه　　چرخ مه این ست که شد چترِ شاه

دید سپهرش چو بدان نیکوئی　　گفت که یارب منم و یا توئی

تو بسرِ شاه و من اندر محن　　یک نفسے چرخِ تو شو چترِ من

صفتِ چتر که گل گزشده از گل گزِ او
بر سرِ شاه زگل سایه کند تابستان

چترِ دگر گل گز[1] و گلگون چو زر　　چوبِ وے اکسونِ فلک گرده گز

یک گل و بر هفت فلک پرده پوش　　شه شده در سایهٔ گل باده نوش

گرد گلی رنگ دِل شده　　مرغ چو بلبل بسرِ گل شده

سایه اش آن جا که فتد بر زمین　　گل بدمد گز بگز اندر زمین

بر سر مه کرده نه گل خرمنے　　گشته معلق بهوا گلشنے

گردِ رخِ شاه چو جولان نمود　　گل[2] که مهتاب دمد آن نمود

---

[1] گز بفتح جنس از ابریشم لغتی است در قرات گر بکاف فارسی لهجه بدان گز کنند و جامه پیمایش نمایند و تیر بی پر و نام درختی که عرب آن طرفا و هند جهاؤ نامند ۱۲

[2] چتر را بمنزلهٔ گل گرد روی بادشاه را نسبت به ماه کردند ۱۲

نه فلک از پیش روی در پیش   خوانده کواکب فلک اطلسش

سود سرش بر فلک سبز دام   گشت فلک سرخ و شفق یافت نام

از رخ سرشته رنگ چو دریوزه کرد   پشت بنه قبهٔ فیروزه کرد

ابر نبارد چو شود لعل کار   او شده ابری که بود لعل بار

روشن بسرخی چو گل تر شده   سرخی روی همه کشور شده

سرخی او تا ز فلک برگذشت   دیدهٔ خورشید بدو سرخ گشت

معدنی و معدن یاقوت و دُر   معدن او گشته ز یاقوت پُر

چتر سیه را همه تن مشک دید   خون خود از غیرت او خشک دید

لعل که آویخته گشت از برش   خون چکان ست ز رنگ ترش

صفت چتر که سبز ست سر سبزی شاه
برگ نیلوفری اندر سر دریای روان

چتر دگر همچو فلک سبز رنگ   بسته از و چشمهٔ خورشید رنگ

اطلس او سبزتر از آسمان   موجب سرسبزی شاه جهان

سبز درختی ز گهر یافته   سایه ز حق بر سر شه تافته

سایهٔ او گشت چو صحرا نشین   سبزه زمرد شده اندر زمین

طرفه درختی که چو آید ببار   بر ندهد جز گهر شاهوار

گرد بجائے کہ سہ پایہ بہ فرش | کرسیِ نو ساختہ پہلوے عرش
گاہِ نبردش بزبان کار داد | جانِ بد اندیش بجاندار داد
حربۂ جاندار شدہ جان خراش | در جگرِ خصم زبانِ دورباش
دستِ سلاحی شدہ شمشیر سنج | دستِ وے از بارِ گہر زیرِ گنج

صفتِ تیغ کہ با خصمِ نیامش گوید
کہ ز بہرِ تو فرو چند برم آبِ دہان[۱]

قطرۂ آبی کہ بہنگامِ غرق | بگذرد از گردن و انگہ ز فرق
او بخوشی خفتہ میانِ نیام | خواب مخالف شدہ از وی حرام
شعلۂ آتش بزبان آوری | ز آہن و سنگ آمدہ در داوری
آب ورا گوہرِ نصرت بہ پشت | آہنِ او را زرِ عالم بمشت
قیمتِ زر بیشتر از آہن ست | لیک زر از آہنِ او روشن ست
آہنش ار نیست قوی تر ز زر | ہر چہ زر بستہ بہ پیشش کمر
پارۂ آہن کہ بزر درخور ست | حرمتِ آہن نہ ازانِ زر ست
از تنِ بدخواہ کشد گاہِ کار | رشتۂ رگ در گہرِ شاہوار
گردنِ دشمن زند با سر بہم | مہرہ در آمیختہ گوہر بہم

---

[۱] یعنی آدمی چوں چیزے ترش و شیریں می بیند دہن پُر آب میگردد ہمچنان بدیدن خصم نیام را دہن پر آب میگردد و آب عبارت از تیغ ست ۱۲

داد بخورشید فلک پایگی — خاصه برای حقِ همسایگی

پشتِ دُوی از بارِ گهر خم زده — چون سحرِ گلشنِ شبنم زده

گوئی از انجم همه گُل چیده ماه — دوخته و ساخته زان چترِ شاه

خامه بسی نقشِ تر انگیخته — رنگی ازان گونه نیامیخته

جامه چنان رنگ نیارد پدید — خامه چنان نقش نیارد کشید

وصفِ دُورباش که نزدیک شد از هیبتِ شاه
گنگ ماندست ز حیرت نکند کارِ زبان

روی بر و آئینهٔ دُورباش — گاه گهر سنج گهی نورپاش

از دو طرف رفته به پهلوی شاه — گوهرِ شان گوهرِ بازوی شاه

تیغ زبان آخته چون بیدبرگ[۱] — در دلِ بدخواه زبان گیر مرگ

زآبِ گهر چونش زبان پُر شده — ریخته دستارچه پُر دُر شده

زان سرِ دستارچهٔ بی‌بها — در دلِ بدخواه بسی ریشها

دستهٔ شان فرقِ سران کرده کوب — بسته بزر چوب ز تعظیم چوب

وان دو کرگ از دو طرف چون دو شیر — باد بجنبد ز دو سوش دلیر

کرگس آن جا پرد اندر هوا — در رود اندر دهنِ اژدها

---

۱ بیدبرگ جنس از پیکانِ تیر ۱۲

صفتِ تیر کہ بارانش بغایت سخت نیست

سخت بارانی در تیرمہ و در نیساں

تیرِ پلنگ افگن و آہو شکار — وز دلِ دشمن شدہ سنداں گزار

گاہِ پریدن چو عقابی درشت — کردہ ز خوں کرکسِ پر سرخ پشت

پیسہ عقابی کہ چو ماہی نشست — جستہ براں گونہ کہ ماہی بجست

نے غلطم پیسہ نشد تیر راست — پیکی از دستۂ شمشیر خاست

در سر و پالیش دو گرہ جای گیر — زاں دو گرہ ماند عقاباں اسیر

راند چو بر رشتۂ ہوا تیز گام — از گرہ گز کرد فلک را تمام

بیلکِ سوزاں بسرِ رشتہ زدہ — شعلۂ آتش بسرِ نے زدہ

ہست نئی خشک عدو را امید — زو ہمہ سوری بود و برگ بید

سوی عدو نی بدرا شدہ — در زدنِ چشم گزارا شدہ

دیدہ ز شمشیر بے سرزنش — جانِ عدو کند بگاہ کنش

از پئے فرمانِ نگہبانِ خویش — نامہ کشی کرد چو پیکانِ خویش

تیر گرش کرد چو سوفار ساز — گشتہ ز دستش سرِ سوفار باز

بود چپ و راست بہ پیشِ سرِ — رمح و سپر یابد و پرتابِ تیر

میمنہ بگرفتہ سپرہا سیاہ — راست بداں گونہ کہ گیرند ماہ

دینِ شاہاں ز سیاہیِ خویش — داد سپرہای سیاہش بہ پیش

ہندیِ گرہ گشتہ باسلام راست　　یافتہ از شاہِ جہاں دست راست

صفتِ چرخِ کمانے کہ بیازوی شہ است

نیم چرخ ست کہ او نام نہاد ست کماں

تُرکِ کماندار کمانے بدست　　کز خمِ او چرخ شدہ در شکست

از ہنر و علم کنندش چو زہ　　افگند از ناز در ابرو گرہ

ہست گرش علم بداند کسے　　علم بدست آر کہ ہست ادبے

ماندہ بپاے یکشاکش اسیر　　نا آمدہ از کش مکش اندر نفیر

گوشہ خانہ زکشاکش دواں　　خانہ بجا ماندہ و تیرش رواں

خانہ دوار دو بجاں خرمی　　تیرزنی[1] خانہ بداں محکمی

تا کند اندر دلِ بدخواہ ریش　　زاغ[2] نشاندہ بسرِ شاخِ خویش

ہر چہ بود خشک بیابش آب　　تر[3] شد از آب نہ بینی بخواب

زشت بود آب چو بر وے گذشت　　زشت تر آنگاہ کہ بے آب گشت

چوں کنندش غرق خداوندِ او　　ماہ شود بستہ پابندِ او

چوں زہنر بر کفِ شاہاں نشست　　زہ کنندش ہر کہ بود زود دست

---

[1] چوب کہ در تہ تیرِ نی باشد او را تیرِ نیزنی گویند۔ ہندی کڑی ۱۲

[2] زاغ رمز از تیر زیرا کہ لازمہ زاغ پریدن ست و تیر نیز می پرد ۱۲

[3] اگر تر شد ۱۲

از دُر و یاقوت درختانِ فراخ — مُرغ ز زر ساختہ بالاے شاخ
شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید — مُرغ تو دانی کہ بخواہد پرید
ہر چہ گزشتی ز گلستانِ زر — خوشتر از آں کردہ بہاے دگر
ساختہ از سوم بسے نخلِ چست — کاں بجز از موم نیاید درست
باغِ سوم چوں گزری زیں دو باغ — یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ
بستہ بسے دستۂ گل دلفریب — کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب
یافتہ سبزہ ز چمنہا درود — ہر درود آمدہ آں جا فرود
غنچہ کہ دل بستہ بشاخِ چمن — ہم بگسست از پئے آں انجمن
بید کہ تیغ از طرفِ گل کشید — ہم ببرید از چمن آں جا رسید
قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک — زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک
پرّہ بزر دوختہ ہر دامنے — تا شدہ بے دوخت بسر سوزنے
اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ — داد بہر سنگ ز یاقوت رنگ
کردہ مسلسل ز گہر بوریا — کاں نرسش خواند فلک بوریا
خاک از آں مفرشِ زربافتہ — خلعتِ نور و ز زرش یافتہ
جشن چو آراستہ شد یکسرہ — از دو طرف میمنہ و میسرہ
شاہِ جہاں نشستہ بزرّیں سریر — چشمِ بداں دوخت ز قدسے چو تیر
تاج بسر کردہ چگویم چہ تاج — قیمتِ او ہر دو جہاں را خراج

بر سپر لعل شدہ میسرہ　　لعلی و زرد دلیش ہمہ یکسرہ

چوں گلِ سوری شدہ گرد چمن　　لعل تر از لالہ بروئے چمن

نیزہ شدہ از سپر آراستہ　　راست چو تیر از سپر آراستہ

نیزۂ والا ز سمک تا سماک　　رامح و اعزل[1] شدہ بر روئے خاک

صفتِ رایتِ لعل و سیہ اندر سرِ شاہ گشتہ خورشید میانِ شفق و شام نہاں

از دو طرف رایتِ لعل و سیاہ　　سایہ رسانیدہ ز ماہی بماہ

ماہیِ تو ماہِ نو انگیختہ　　ماہی و مہ را بہم آمیختہ

یک دو ہزار اسپ مرصّع تمام　　از دمِ خود بستہ صبا را بدام

زین ز زرِ خویش کہ عالم فروخت　　کرد ہم از آتشِ خود سیم سوخت

میمنہ جلہا سپہ انداختہ　　آتشے از دو دسلب ساختہ

از پسِ اسپاں صفِ صد پیلِ مست　　ابرِ ہوا کرد بصحرا نشست

قلعۂ آہن تہ برگستواں　　قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں

باغِ زر آراستہ شد جائے بار　　کردہ برو ابر جواہر نثار

سبزہ زمرّد ہمہ ریحانیش　　سیم نباتے گلِ بستانیش

---

[1] سماک رامح و سماک اعزل نام ستارگان کہ ایشاں را سماکاں گویند ۱۲

دست بدست آشکرهٔ کامگار — کو برسد دست بدست از شکار

بازِ سپید آفت طاؤس و قاز — چرغ گزو بسته شده چشمِ باز

شیرِ فلک صید که شاهینش نام — آنکه سزد بازِ سپهرش غلام

جامهٔ زر دوخت بقیمت گران — دوخته چشمِ همه قیمت گران

جامِ زر و نقره بباغِ امید — کرده عیان لالهٔ سرخ و سپید

کشتی گز نقره و از زر بود — عمر بر آن خوش گذرد گر بود

زین همه چون بر گذری بادپای — کز تگِ شان باد بماند بجای

هر یک از آن تیز تگ خوش خرام — قطعِ زمین کرده به تیزیِ گام

صورتِ تازی زده گوشش تیز — چشمِ جهان گوشش به تیزی نیز

عرضه کنان حمله بافگندگی — خدمتیِ خود ز سرِ بندگی

جامِ زر و جامهٔ گوهرنگار — بود ز هر جنس برون از شمار

مردِ محاسب بشمارے که خواست — بیشتر از دستِ چپ آورد راست

بس که فرو رفت بسودا قلم — مجبره سر باز بماند از رقم

حاجبِ قصّال چو قمری و سار — نغز نوا گشته ز فصلِ بهار

تا بشب آن روز دگر روز هم — کم نه شد آن خدمتے از بیش و کم

شب چو بر آئینِ بهارِ زمین — کرد هوا پر ز گل و یاسمین

شاه بخلوتگهِ دولت شتافت — خلوتے از دولتِ جاوید یافت

چرخ قبائے ز گہر یافتہ ‏ کردہ بلے صنعتِ زر بافتہ

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر ‏ تا بکمر تا بگلو تا بہ سر

تن چو در آں خلعتِ روشن گرفت ‏ خونِ یواقیت بگردن گرفت

بستہ چو جوزا کمرِ زرد و روئے ‏ لعل بخورشید سپرد از دو سوئے

ہر کہ نظر کرد بروئیش ز دور ‏ عطسہ در آمد بدماغش ز نور

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں ‏ سہم زناں بر حشمِ اختراں

قوقۂ چاؤش کلہ در شدہ ‏ یکسرہ بر صد سرِ شاں بر شدہ

ساختہ بالائے کلہ جا بگاہ ‏ نادرہ باشد کلہے بر کلاہ

شحنۂ بار آمد وصف است کرد ‏ ترکِ فلک ہیبت از و خوست کرد

تیغ زناں دستِ چپ و دست راست ‏ ہر دو صف از صف شکناں گشتہ راست

نعرۂ حجاب کہ دور از میان ‏ آبِ کیاں ریخت بہ پیشِ کیاں

گر مگسے پر زد از اں پیش و پس ‏ خستہ شد از تیغ چو پرِ مگس

پیش کشیدند گراں تا کراں ‏ خدمتیے[۱] ہر ہمہ خدمت گراں

گشتہ پر از نافہ چینی زمیں ‏ بادشد از نافِ زمیں نافہ چیں

چرخ کمانہائے سزا دارِ رہ ‏ بر مہِ[۲] نو کردہ ز ابرو گرہ

تیر کہ بکشاد سبے بستہا ‏ در ہنرش بستہ شدہ دستہا

---

۱ خدمتی — پیش کش و نذر ۱۲ ۲ برماہ تکبر و فخر کرد و ماہ را کمینہ دانست ۱۲

نشسته سبزه زیں سو دو چپ گُل | ستاده سرو زاں سو جانبِ راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن | بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفته با یار | بنام ایزد چو ماہ بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو | برآمد از دلم فریاد بے خواست

عزمِ سلطاں بسوئے ہند بپایانِ بہار راندن از شہر چو انبوہِ گل از بستاں

چوں حمل رفت شو آفتاب | پخت ہمہ دانہ پرویں ز تاب
از شرفِ خویش بروں اندر خش | و ز شرفِ ماہ طلب کرد بخش
نقطۂ پرکار حمل را گزاشت | چوں حمل از نقطہ نشانے نداشت
رفت جہاں را زعدالت مزاج | جست دُر آغازِ حرارت علاج
کشتِ ربیعی بدر و د او فتاد | مُرغ بہر کشت فرو داو فتاد
خوشۂ پُر شد بہ تواضع گری | خوشۂ خالی بزبان آوری
خوشۂ ز پیری چو شد اندر سلام | از ہمہ کس یافت درود ے تمام
از پئے کلمرغ جہاں می گزاشت | خوشۂ گندم بزبانش بداشت
سینۂ کنجشک بجائے درو | گشت پُر از گندم نو جو بجو

---

۵ کلمرغ بکاف تازی نوعیت از کرگس سرخ سر کہ بر سرش پر نباشد ۱۲

رفت بخلوت درِ دولت گشاد — خلوتیان را به نهان بار داد

گرد روان بر کفِ چون لاله زار — بادۂ گلرنگ بوے بہار

بزم که از خلدِ برین دست برد — تشنگیِ خلد بساقی سپرد

شاہ بہر جرعہ که بر خاک ریخت — در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

از ہوس جرعۂ شہ در مغاک — العطش آواز بر آمد ز خاک

ریخت بسے رشتۂ درِّ ثمین — گشت بیک رشتہ سرشتہ زمین

موسمِ نو روز ہوائے شراب — شاہِ جہاں مست و مخالف خراب

جام ہمی خورد ہمی بود شاد — شاد ہمی کرد جہاں را بداد

ہر چہ زر و جامۂ نوروز بود — توسنِ تندش ادب آموز بود

بخشش خود کرد ز اندازہ بیش — باز بدو داد کہ آورد پیش

ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر — بُرد بسے دامنِ پُر سیم و زر

زر بخوشی داد شمارے نہ بود — خوشتر ازاں ہیچ بہارے نہ بود

بادِ شگفتہ گلِ بخشش مدام — بادہ گلِ بوئے مدامش بجام

نغمہ زنش زہرۂ پردہ شناس — نغمہ گری کردہ بچندیں سپاس

یافتہ در گوش ہمایونش جاے — این غزل از مطربِ بربط سرائے

غزل

گل امروز آخرین شب برخاست — بجامِ لالہ مجلس را بیاراست

کوس عزیمت زد و شهریار — لرزه در آورد بروئین حصار

دمدمه را کرد دمامه بلند — دم بدم نای دمادم فگند

کوچ سپه کرد شه از شهر نو — داد جهان را ز ظفر بهر نو

لشکری از ذرهٔ خورشید بیش — ذره بدنباله و خورشید پیش

از اثر جوشش چندان لشکری — لرزه اثر کرد تحت الثری

کرّهٔ گل شد چو فلک بیقرار — کرّهٔ گل گشته فلک از غبار

از سم اسپان که زمین کرد چاک — کوه در آمد بتزلزل چو خاک

یافت سراپرده در آن جا مقام — دشت در آمد ز رسنها بدام

گرد سراپردهٔ صحرا نشین — دست زده تا بحبل المتین

باز همه رسم خوشی ساز کرد — زد همه عالم خوشی آغاز کرد

باده فرو ریخت بجام طرب — جرعه بخورشید زمین با ادب

هر چه زمین در شکم گنج سنج — خاک بسر کرده همی خورد گنج

خاک بهر جرعه کز آن جا چشید — زر همه از پردهٔ صحرا کشید

بود در آن مجلس فرخ اثر — گنج همه زیر زمین بر زبر

خاک نگر تخته دگرگون گرفت — کز ته گل زر همه بیرون گرفت

شاه بدولت خوش و عالم بکام — از خوی پیشانی گلگشته جام

جام چو بر دست شه آورد پای — غرق عرق ماند ز هیبت بجای

خرمنِ دہقاں بفلک سر کشید　　　سنبلہ در تودۂ خود در کشید

سبزۂ در پاش زمرد نمائے　　　کاہ شد از زردی بلِ کہربائے

سرو سر از حکمِ گلستاں نبرد　　　نعمتِ دیدار غنیمت شمرد

ہرچہ گُل آخر شد و عمرش گزشت　　　اوّلِ عمرِ شہِ آفاق گشت

شاہ بر آئینِ خود از جامِ جم　　　خونِ بداندیش ہمی کرد کم

پے بہ پے از شرق خبر می رسید　　　ویں خبر از ہر ہمہ بر می رسید

مصلحتِ ملک ز رائے درست　　　ہرچہ صواب است ہمی باز جست

کز پئے آں کار بتدبیرِ خویش　　　حیلہ چہ سازد کہ بخیزد ز پیش

خود بکمرِ کینہ کند استوار　　　باز پئے رزم فرستد سوار

کارشناسی کہ دراں راز بود　　　پردہ ز تدبیر بر انداخت زود

گفت کہ از صد سپہِ کینہ خواہ　　　آں نہ سزد کز تنِ تنہائے شاہ

لشکرِ شہ گرچہ بود فتح یاب　　　شاہ بباید ز پئے فتح باب

گرچہ کہ سیارہ بود شب فروز　　　لیک ز خورشید تواں یافت روز

گرچہ کہ صد جوئے بیک جا شود　　　سیل شود لیک نہ دریا شود

شاہ در آئینۂ رائے منیر　　　نقش ہماں دید و ندیدش گزیر

در وسطِ ماہِ ربیعِ نخست　　　عزمِ سفر کرد بمشرق درست

صبح چو بر زد علمِ آفتاب　　　لشکرِ سیارہ فرو شد بآب

بازنی گفتم و افسانهٔ هجران با خویش
تا بدان لحظه که بالای سرم مه برسید

از پیِ کوری آن کس که نیارد دیدن
قرهٔ نورِ بصر بر منِ اکمه برسید

آمد آن روشنیِ چشم باستقبالش
مردمِ دیده دوان تا بسرِ ره برسید

آمد آن ساده زنخ بر منِ بیهوش زد آب
بر سرِ تشنه نگه کن که چه سان چه برسید

گریه بر سوزِ منش آمد و بر سوختگان
این چه بارانِ کرم بود که ناگه برسید

دل شد از منِ بیمار و بپرسش نامد
چون خبر یافت که جان می‌دهم آنگه برسید

می‌کشیدم سرِ زلفش ز قفا جانب روی
تا شبِ تیره بنزدیکِ سحرگه برسید

خسروا اگر رسد آبله به بهشت این چه عجب
عجب این بین که بهشتی بتو آبله برسید

ذکر باز آمدنِ قلب شه از قتلِ مغل همچو گرگان ز رمه یا علم از برخان

صبح چو بر شد بسریرِ سپهر
گرد کشاده بجهان چشمِ مهر

بارِ گران داده فلک را ز گنج
تا فلک از بارِ زر آمد برنج

شاهِ فلک مرتبه دُر گنج بار
داد برادرنگ چو خورشید بار

مه ز فلک چتر کشِ شاه شد
چتر بهمسائگیِ ماه شد

صف بکشیدند ملوک از دو سوی
بر همه بگردیه شدند از دو روی

طبل زنان باربک و لشکرش
وانچه بُد از لشکریِ یا درش

گرچه همی خورد بسے جام بخت — هم بتغافل نه جدا از کارِ تخت

مست نمی شد که ز رائے صواب — عقل زبردست شدش بر شراب

مستیِ او مایهٔ هشیاریش — خفته همه خلق ز بیداریش

خواست گلِ فتح ز هندوستاں — لاله شگفتش ز دگر بوستاں

لشکرِ کافر کُشِ بالا نورد — از عقبِ کوچ در آمد چو گرد

بار یک آمد ز مصافِ مغل — بسته گلو هائے مغل را به غل

طوق بگردن همه چوں فاخته — غلغلے اندر گلو انداخته

در خمِ هر سلسله صد سگ اسیر — سلسله از حلقِ سگاں در نفیر

اسپ تتاری که بدندانِ تیز — بر کند از شاخِ گیا رستخیز

شیرِ پهن سینه و کوتاه دُم — سوده سرِ گاوِ زمیں زیرِ سُم

شاه بداں مژدهٔ دولت که یافت — باده طلب کرد و بمجلس شتافت

ز اوّلِ روزش ز طرب تا بشام — دور نشد مے ز کف و لب ز جام

خورد مے و گنج بمحتاج داد — بس گهر و زر که بتاراج داد

گاه بهر جرعه گهر مے فشاند — گاه بهر زمزمه زر مے فشاند

عمرِ ابد باد بعیشِ اندرش — ویں غزل اندر لبِ خنیاگرش

غزل

دوش ناگه بمنِ دل شده آں مه برسید — دل بمقصودِ خود المنة لله برسید

صاحی از موج بر آب دگر | بر تنِ دریا صفتانش گزر
خاره بر اندامِ کسے خود نه سود | معدنی لعل کم از خاره بود
جمعی ازیں گونه کم آراسته | چشم بد از دیدنِ آن کاسته
صف زده با تیغ زنان دگراں | گشته بدرگاهِ شهنشه رواں
بانگ برآمد ز نقیبانِ بار | پرده برانداخت ز در پرده دار
راستی آمد بمقامِ لعال | کرد بسجده قدِ خود را هلال
هر کس ازاں سجده که حالی نمود | صورتِ آں صورتِ قالی نمود
زاهلِ سپه تا بخداوند کوس | یافت همه کس شرفِ دست بوس
از پسِ آں خدمتی آمد به پیش | هدیهٔ شاهانه ز اندازه بیش
جام زر و جامهٔ زریں علم | با تحف و اسپ و طرائف بهم
حاجب فصل آمد و تفصیل داد | کرد مفصّل همه در فصل یاد
خدمتی اندر محلِ عرض گاه | گشت چو مقبول با قبالِ شاه
عرض در آمد باسیرانِ رزم | کز پیِ شاں لشکرِ شه کرد عزم
کافرِ تاتار برون از هزار | کرده دگر گونه با شتر سوار
سخت سرانی بوغا سخت کوش | هر همه پولاد تن و پنبه پوش
روی چو آتش کله از پشمِ میش | آتشِ سوزاں شده با پشمِ خویش
سر تراشیده ز بهرِ قلم | زاں قلم انگیخته خذلاں رقم

آمده پیرامن داخل ستاد | شد علم داخل از و پر زباد
رمل صفت لشکر و چمره[1] علم | داخل نصرت شده از وی حشم
چون کژه بر کوس میین داد بوس | زد مس او باد ثر روئینه کوس
کوفت چو آن کوس شغبناک را | گوش فتاد اشتر افلاک[2] را
از سر داخل یل[3] کافر شکن | گشت پیاده چو گل اندر چمن
داد شهش خلعت گلگون بپر | گل ز زر و شبنم او از گهر
قندز زرین چو فلک مو بمو | فرق بموئے ز فلک تا بدو
جامۂ خز جوهرش از جفت طاق | جوهر فرد آمد بالاتفاق
جوهر[4] آن جز و که فردش لقب | یافته تقسیم بجز و این عجب
در صف او حمله سران نبرد | رنگ برنگ از سلب سرخ و زرد
موے میان در کمر زر شده | رشته بیاقوت و گهر در شده
هر چه که بودند امیران شاه | هر همه در چرخ چو خورشید و ماه
کارگزاری که بقیمت گران | جامگی کارگزاران جهان
بسکه خوے داد خوی از تن برون | آب چکید از تن خوے آب گون

---

[1] بزبان ترکی سرخ علم ۱۲ [2] فلک را بوجه کوزه پشتی به اشتر هم تشبیه دهند ۱۲
[3] پهلوان و شیر مبارز ۱۲
[4] جوهر آن جز که لقب او فرد است ۱۲

گشت یلی[۱] گو همه بر بانگِ نے | همچو زنان نوحه کنان پی به پے
از روشِ موے شان پرورش | از غش[۲] و پاشنِ سنسن خورش
قصه شنیدم هم از ایشان که گر | این یکی بند سقے بخورد آن دگر
خوردنِ سقے را چو پے اندرند | عیب نگیرم که ترکِ سقے اند
(غارتگر) (نام ولایت)
مائده شان از خورش زشت قے | وان که به بیند قیش آید بے
اصل ز سگ لیک بزرگ استخوان | گربۂ یخنی نشده بر روے خوان
کوه تنانے لنبتر کرده جاے | کوه شده بر سرِ کوهان بپاے
شه بعجب زان همه روهای زشت | کایزد شان ز آتش دوزخ سرشت
دیو سپید آمدی هر یک بروے | خلق بلاحول ز هر جا بسوے
رخت چو بربست اسیرانِ بار | در عددِ کشته در آمد شمار
سر بسرِ نیزه بسے داشته | سر ز پسِ مردگی افراشته
نیزه سر افراخته از حد برون | بیشتر از نی به نیستان درون
پوست درون کرده پر از کهی | از خسے افتاده بدیگر خسے
بر سرِ چوبے سر پر که شده | سلخ بران غرّه موجبه شده
چون سخن از سر زدگانِ قطع گشت | پیچشِ سر رشته بپایان گذشت
اسپ چه گویم همه تاتاری اصل | بند به بندش بهنر کرد وصل

---

۱ یلی گو یا یلی زن سرائنده و خواننده ۱۲ ۲ هرسے انواع گیاه بسیار بد طعم و زشت بو ۱۲

رخنه شده طشتِ مس از چشمِ تنگ ⁂ دیده در انداخته در رخنه سنگ

زشت ترا از زنگ شده بوی شان ⁂ پست ترا از پشت شده روی شان

چهرهٔ شان دبه نم یافته ⁂ جاے بجا کنجلک و خم یافته

از رُخِ تا رُخ شده بینی پهن ⁂ واز کله تا کله لبالب دهن

بینیِ پُر رخنه چو گورِ خراب ⁂ یا چو تنورے که ز طوفانِ آب

موے ز بینی شده بر لب فراز ⁂ سبلتِ شان گشته بغایت دراز

ریش نه پیرامنِ چاهِ زنخ ⁂ سبزه کجا بر دمد از روے یخ

گرد زنخ شان ز محاسن کنار ⁂ اهلِ زنخ را بمحاسن چه کار

سبلتِ چون سیخ چو تمتاج[1] روے ⁂ رشته همین نعمتِ شان در گلوے

از سپستان سینه سفید و سیاه ⁂ کاشته کنجد بزمینِ تباه

روغن اگر خلق ز کنجد چشید ⁂ کنجدِ شان روغن از ایشان کشید

بر تنِ شان از شپشِ بے شمار ⁂ پشت چو کنجیت شده دانه دار

پشت چو کیمخت سزاے درفش ⁂ چرم قفا گاه سزا وار کفش

نیم تن از موے بره در خراش ⁂ نیم سر از بیم شپش در تراش

بیرقِ لعنت ز سر افراخته ⁂ پرچم[2] و طاسیش ز سر ساخته

خورده سگ و خوک بدندانِ بد ⁂ هر همه دندان خرد[3] و بی خرد

---

[1] قومی از مغلان ۱۲ [2] پرچم قبه را گویند یعنی بیرق ایشان همین سر ایشان بود ۱۲

[3] دندان خرد که آن را در عربی ضرس العقل و در هندی عقل داڑھ گویند ۱۲

گشت رواں پرۂ پیل از شکوہ | خاک بلرزید و بجنبید کوہ
پاے کشاں شد جل زرّینہ طرز | دامن کہسار درآمد بلرز
ہر یک ازیں گنبد رنگیں بپاے | در رخ صحرا شدہ گنبد نماے
تا ش بہ پیش نظر آید بدی | گور کند زیر چناں گنبدی
از دہل ہندی و از کرناے | وز شغب طاس و نفیر درلے
شد ہمہ روے زمیں اندر خروش | در سر ہر پیل گراں گشت گوش
پیل گراں غلغلہ آواز داد | کوہ تو گوئی کہ صدا باز داد
پیکر شاں پیش شہ ارجمند | بست سدے پیش سکندر بلند
شاہ بفرمود کہ بردند پیش | گاو قوی ہیکل و نرگاو میش
بستہ فگندند دو گا نرا بہم | پشت زمیں شد زگرانی بخم
پیل بیک حملہ کہ جنبش نمود | ہر دو بیک گوشۂ دنداں ربود
یلک بدنداں چو بکیں درگرفت | گاو زمیں را ززمیں برگرفت
گاو کزاں کوہ ببالا پرید | چوں بزکوہی بہ بلندی رسید
دور چو بگذشت ز گاومیش و گاو | شد بجرا افسار مغل کاو کاو
رشتہ کہ دادند بدیناں دراز | رشتہ گرہ ہاے دگر کردہ باز

۱؎ بمعنی جست ۱۲ ۲؎ یعنی ہر پیل کر شد ۱۲ ۳؎ آوازے را کہ از کوہ و گنبد باز آید ہمدا خوانند ۱۲ ۴؎ خر افسار رسنیکہ در گردن سگ وغیرہ بندند ۱۲

گوش سناں ساختہ پر چیم ز موے ۔۔۔ پرچم سر بستہ بہ زیر گلوے

کاسہ سمانی ہمہ صحرا نوش ۔۔۔ تلخ کمیتانِ برآوردہ جوش

سخت چو سنگے تنِ کشتی نماے ۔۔۔ کشتیِ سنگی و بآب آشناے

چوب شدہ از روشِ ذی قیاس ۔۔۔ کرسیِ چوبیں شدہ زیرِ پلاس

یاد ہمراہیِ شاں کشتہ لنگ ۔۔۔ یافت زہر پاے عصاے بجنگ

چوں بجیا در زدہ دندانِ میش ۔۔۔ بیخِ زمیں کندہ ز دندانِ خویش

لقمہ شود کوہ بمیدانِ شاں ۔۔۔ سنگ نیاید تہِ دندانِ شاں

چوں فرس افسار با خور سپرد ۔۔۔ میر سلاح اسلحہ را پیش برد

تیر دکماں را چہ تواں صف بکرد ۔۔۔ بر سرِ پیکاں ز بلا آب خورد

بیلکِ شاں از سرِ چوبِ سپید ۔۔۔ برگ بروں آمد از شاخِ بید

یافتہ از کلکِ خطاے عطا ۔۔۔ وصل خطا کردہ و دور از خطا

سخت کمانہاے تتاری شکنج ۔۔۔ آمدہ از چوبِ آتابک برنج

ہر کہ بہر گوشہ او خانہ ساز ۔۔۔ خانہ شدہ کوتہ و گوشہ دراز

بود نہ چنداں کہ تواں برشمرد ۔۔۔ رفت سلاحی بسلح خانہ برد

آمدہ فتح چو از پیش رفت ۔۔۔ ہر گہرے در محلِ خویش رفت

پیل طلب کردہ شہ پیل زور ۔۔۔ کاورد آں بے ہمگاں را بشور

---

١ پیکاں آب بلا خوردہ بود نہ بیلک مصغر تیر شکاری و فیلک بالفارسیتے ازد ١٢

٣ چوب اتابک چوبے کہ بدو گردشِ کماں راس کنند ١٢

تری نم گشته مرکب برود | نام ترنّم شدش اندر سرود
نور نشاط از افق جام تافت | شه زمی و مے زلبش کام یافت
باد ہمہ وقت بشادی و ناز | بادہ کش و خصم کش و بزم ساز
گفت ہمی زہرہ بربط زنش | ایں غزل تر ززبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برہم | تیر بکشاے کز نظر برہم
آشکارم بکش کہ تا بارے | ہم ز سر ہم ز دردِ سر برہم
خشم کن تا بمیرم اندر حال[1] | از تو وز خویشتن مگر برہم
با خودم جرعۂ ببخش از لب | تا ازیں عقل حیلہ گر برہم
بیتو دایم چگونہ باید زیست | اگر از مرگ بیشتر برہم
گفتیم خوش بزی و عشق مباز | زندہ از دستِ تو اگر برہم
وہ[2] کہ شب درمیاں کنم ہردم | از تو روزے کہ ای پسر برہم
جور کردی بآہ رخصت دہ | بو کہ از سوزشِ جگر برہم
غمِ خسرو بگو میت کہ اگر | از رقیبانِ بے ہنر برہم

---

[1] اے علی الفور و بلا تاخیر ۱۲

[2] کلمۂ تعجب ۱۲

هر گرهی سخت کزان رشته داد | پیل بدندان گرهش برگشاد
خرد شدند از ته کوه گران | گرچه که بودند بزرگ استخوان
پشت به پشت ارچه که از بهر جنگ | آمده بودند کمر بسته تنگ
گشته همان نوع شده تن بتن | بسته گره پشت بپشت از رسن
شاه بفرمود که ده گاو هم | سخت به بندند شکم بر شکم
پیل کزان حمله برون تاختند | آن همه را پیش وی انداختند
تن بزمین کرد ز مالشش[1] رحیل | سر همه را رفت چو بالشت[2] پیل
گر سر و پا شان ببریدی ز پیش | فال گرفتندی ز احوال خویش
فال نگه کن که کجا سر کشید | وان سر و پا بین که کجا ها رسید
چون تنه چند ز امیر صده | دست اجل داد بدام و دده
وانچه دگر ماند شهنشاه دهر | کرد روان از پی تشهیر شهر
روز بدان مشغله مشغول بود | گاه کرم گاه سیاست نمود
چون فلک از شیشهٔ خود گاه شام | جام فرو برده بدور مدام
هم بفرو بردن جام از درون | داد همه گوهر خود را برون
شاه طلب کرد شراب رحیق | شیشه در آمیخت گهر با عقیق
شد لب قرابه ز می خون فشان | گشته رگ چنگ بخونش کشان

---

[1] یعنی از مالیدن پیلان ۱۲ [2] تکیه، در اوائل پیلان را تعلیم به بر انداختن تکیه می کنند ۱۲

منزل جیور ز نزول سپاه ‌ ‌ ‌ ماند تهی از علف و از گیاه

حکم چناں رفت ز زرّیں سریر ‌ ‌ ‌ کز صف لشکر ز دو سو چند امیر

نامزد و باربکِ درگهند ‌ ‌ ‌ در همه تدبیر بد و همرهند

باربک و تیغ زنانِ سپاه ‌ ‌ ‌ طبل زناں پیش گرفتند راه

کوچ بکوچ از شدن بے درنگ ‌ ‌ ‌ لشکر شاں رفت گذاراے گنگ

گرم بآبِ سرو در رسید ‌ ‌ ‌ در سرو رفت عنان درکشید

پیش درآمد ز بزرگان پیش ‌ ‌ ‌ چند ملک با سپه و ساز خویش

خان کره چهجوے کشور کشاے ‌ ‌ ‌ کز لب خاناں کره بستش بپاے

(سردار ۱۲ — برادر غیاث الدین)

چند هزارش ز سوار نبرد ‌ ‌ ‌ ساختهٔ هر چه نخیزد ز مرد[۱]

خان عوض نیز بفرمانِ شاه ‌ ‌ ‌ کرد بیک جاے فراوان سپاه

باربک و شاں همه یکجا شدند ‌ ‌ ‌ ساخته کار مهیّا شدند

لشکر شاں شد ز صف باشکوه ‌ ‌ ‌ از لب آب سرو شش کروه

تیغ زن مشرق ازاں سوی آب ‌ ‌ ‌ تیغ بروں آخته چوں آفتاب

در همه خشکی و تری لشکرش ‌ ‌ ‌ برده ز عالم همه خشک و ترش

یافت خبر ز آمدن آں سپاه ‌ ‌ ‌ کز پے شمشیر بریده است راه

از غضب افگنده برابرو گره ‌ ‌ ‌ وز پے کیں کرده کماں را بزه

---

[۱] هر قدر که مردانگی از مرد بظهور آید یا قدر که سلاح مرد بردارد و آنها برداشته بودند ۱۲

نامزد گشتن لشکر بیزک سوے اوده

صدر سرافراز و ملک باربک اندر سر شاں

کرد چو شب نوبت خود را تمام — صبح[۵۱] دہل برد بہ بالاے بام

نوبتِ شاه شد اندر عمل — نوبت او شد بدما مہ بدل

لشکر اقلیم ستاں کوچ کرد — چرخ و زمیں ہر دو یکے شد ز گرد

ماه علم بعدِ دو منزل بعون — عکس نما شد بلبِ آبِ جون

کرد تہی آں سپہ اندر شتاب — ہم ز زمیں کاه ہم از جون آب

گرد چناں کرد دراں ره اثر — کآبِ رواں تیره نمودش بدر

گرد سپہ بس کہ بجون او فتاد — جون جزیره شد و پایاب داد

گر بدے آنجا دو سہ روزی مقام — بستہ شدی پل ز غبارش تمام

آمده با لشکر دریا شکوه — رفت بپایاب گروہا گروه

عُبره[۵۲] شہ داد بیک روز عون — عِبرهٔ[۵۳] یک روزهٔ عالم بجون

شہ ز لب جون سپہ را بخواست — دور نشد دست چپ از دست راست

روز دگر چوں فلکِ آبگوں — داد رواں چشمۂ خود را بروں

کوکبۂ شاه رواں شد ز آب — کرد سوے منزل جیور شتاب

---

[۵۱] یعنی صبح بلند شد و برآمد ۱۲ [۵۲] یعنی در آمد شہ یک روز عون داد جون را ۱۲

[۵۳] بالکسر خراج و بالفتح گذار شدن ۱۲

لیک چو هم[ه۱] چشم من این نور برد | چشم خود از خود نتواں دور برد

من ز پدر فرّ پدر یافته | تاج دریں ملک پسر یافته

چوں کلهم را بسرم شد پناه | کس نرباید ز سرِ خود کلاه

هر که فرستادهٔ آں درگه است | بندهٔ موروثِ درِ ایں شه است

بنده که با شاه شود کینه جوے | خلق چه گویند- تو هم خود بگوے

خود که تواند که دریں داوری | پیش من آید بزباں آوری

ایں قدرم دست دریں کار هست | کت بنمایم بچنیں کار دست

لیک چو من با تو شوم همعناں (برابر) | فرق چه گوئی چه بود درمیاں

مس که زراندود کند زرگرش | کس نستاند بهاے زرش

عیبِ ترازوست که چوں برکشد | آهن و زر هر دو برابر کشد

نے ز فرستاده دلم عیب جوست | آنکه فرستاده- عتابم بروست

در دلم آید که برآیم به تیغ | خوں بدلِ خاک دهم بیدریغ

مشرقیم هندیِ[ه۳] (شمشیر ۱۲) من چرخ تاب | کس نزده تیغ به از آفتاب

لیکنم ایں پایه زبانِ خود است | حرمت تو نیست از آن خود است

گر سپهم در تو رساند گزند | جانِ من است آنکه بماند نژند

ور ز تو در قلب من آید غبار | هم تو شوی در رخ من شرمسار

ه۱ فرزند من بادشاه شد ۱۲ ه۲ یعنی درحالت حیات خود غیاث الدین مرا مرتبه بادشاهی داده بود ۱۲

ه۳ هندی تیغ دورویه و بولادهندی رمز آفتاب زیراکه آفتاب هم دورویه است ۱۲

جُست رسولے کہ گذارد پیام | ہرچہ بگویند بگوید تمام

گر سخن از صلح بود یا نبرد | کم نکند ہیچ ز نیروے مرد

دید کہ کس نیست ز برنا وُ پیر | در خورِ این کار چو شمسِ دبیر

پیش طلب کرد پیامے کہ خواست | سوے مخالف ز کرشمے کرد راست

کین منم اینک شہ مشرق کشای | بر حد مغرب شدہ تیغ آزمای

آنکہ علم از سر مغرب کشید | پایش ازیں پایہ[1] بمنصب رسید

لشکر آں ملک غلام من ست | خطبۂ آں تخت بنام من ست

ملک زمن چشم[2] مراد او نور | خانۂ خویش ست ز رفت ست دُور

رشتۂ من گر بگہر بردسر | مالک[3] آں سلک منم در گہر (دراصل)

آنکہ بر آرد بمیانہ غبار | تیغ بدست ست مرا آبدار

اے کہ بپیش آمدی از راہ دُور | کین نتواں گفت مگر در حضور

چون تو نمک خوردۂ از خوان ما | دست چہ داری ز نمکدانِ ما

چون تو نمک در ہمہ مذہب حلال | گر تو حرامش کنی اینک وبال

گر پسر از غیبت من ملک یافت | روے نخواہد ز پدر باز تافت

ہم تو کزیں راہ ترا آگہی ست | وارث این ملک ندانی کہ کیست

گرد گرے در محلِ من بُدے | تیغِ منش بر سر و گردن زدے

۱؎ یعنی از مرتبہ من ۱۲ ۲؎ یعنی فرزند را بادشاہی ۱۲ ۳؎ مالک آں بادشاہی ۱۲

رفت فرستادهٔ رازِ نهفت — هرچه که بشنید بشه باز گفت

شه چو خلافے ز مخالف ندید — زانچه همی گفت زبان درکشید

دست بے برد و بیاراست بزم — دور شد از پیش همه سازِ رزم

گشت بمیدان طرب ناشکیب — بس که گران شد ز کمیتش[۵] رکیب

باده همی خورد بر آئین کے — گنج همی داد بهر جام مے

گنج برد رنج ولے گنج سنج — در کشش گنج همی برد رنج

لعل فشان ساقیِ زرّین کمر — گشته چو خورشید فلک لعل گر

شاه بران سو بطرب گستری — باریک این سوے بعشرت گری

ساغرِ ضحّاک همی خورد شاد — از کرمِ شاهِ جهان کیقباد

باد خوش از بادهٔ شادی سرش — شاهدِ دولت بکنار اندرش

ساز طرب مطرب او را بچنگ — بر دل زهره شده زو پرده تنگ

کرده بگوشش غزلِ من عمل — حال منش گفته بگوش این غزل

غزل

از دل پیام دارم بر دوست چون رسانم — آنجا که دوست جان است پنهان درون رسانم

گفتی که جان خود را کس چون بکس رساند — گر در حضور باشی دانی که چون رسانم

۵؎ عبارت از شراب پیاله ۱۲

باش کہ تا در رسد آں کینہ کوش | مہر مرا بیسند و ماند خموش
رفتہ فرستادہ و بردہ ایں پیام | گفت بلشکر کشِ کشور تمام
خان سپہ باربک تیز ہوش | کرد چو زاں گونہ پیامے بگوش
درخور آں داد جوابے سرہ | سختہ بمیزانِ ادب یکسرہ
گفت ازیں بندۂ حضرت پناہ | سجدۂ تعظیم رساں پیش شاہ
بازنما کاے بسر بر سرے | یافتہ از تاج گہر برترے
تاج ترا از گہرت[1] باد نور | چشم بد از گوہرِ تاجِ تو دور
من کہ فرستادۂ شاہ خودم | بر خط اخلاص گواہ خودم
شاہ کہ از تاج کیاں سرکش ست | تخت پدر داشت نگہ زاں خوش ست
غیبت تو جاے تو نگذاشت ست | غیبت ازیں بہ کہ نگہداشت ست
شیر دگر در پے ایں صید بود | شیرے او بیں کہ چگونہ ربود
نامزدم کرد کہ در ہر دیار | دشمن او را ندہم زینہار
زانچہ اشارت بمن ست از سریر | تیغ گزارم کہ ندارم گزیر
گر دگرے پیش من آید بہ تیغ | تیغ خورد از من و از خود دریغ
ور زر تو از دور ببینم حضور[2] | گر نہ گریزم شوم از پیش دور
عطف کنم لیک نہ از بیم کس | از پے تعظیم شکوہ تو بس

[1] از فرزند تو ترا تاج ترا نور شدہ است ۱۲

[2] یعنی من یا معز الدین بدل و جان موافق ہستم ۱۲

هر دم صبحے کہ دما دم گرفت — آتش خورشید بعالم گرفت

دشنہ کہ خورشید زدو سایہ خورد[1] — در سپر سایہ بسے رخنہ کرد

ماند درآں رخنہ ز آتش نشاں — چرخ بہر رخنہ شد آتش فشاں

بسکہ ستد روز جہاں را ز تاب — دیدہ نشد نقش شب الا بخواب

صبح ہم از تافتن شب برست (گرمی ۱۲) — طالب شب گشت چراغی بدست

تافتہ از گرمی خود آفتاب — تابش او کردہ جہاں را بتاب

شب شدہ چوں روز دی اندر گداز — روز چو شبہاے زمستاں دراز[2]

بیش بقا روز بماند بسال — بیش بقا تر شدہ بعد از زوال

تیز سے خورشید ہم از بامداد — کرد حک از کاغذ شامی[3] سواد

خلق کشاں در پئے سایہ رخت — سایہ گریزاں بہ پناہِ درخت

جانب سایہ شدہ مردم رواں — سایہ بدنبالۂ مردم دواں

بسکہ شدہ سایہ زگرمی سیاہ — گرم[4] در انداختہ خود را بچاہ

خواست کند خلق زگرمای خویش — در پئے سایۂ خود جای خویش

لیک ز تاب فلک تابناک — سایہ[5] نماند از تن مردم بخاک

گرم چناں گشت ہوا در جہاں — آتش گویند بسوزد[6] زباں

---

[1] اے سایہ پارہ پارہ شد ۱۲ [2] در ماہ وے چوں آفتاب در قوس رسد روز کوتاہ و شب دراز گردد ۱۲ [3] کاغذ شام نیلہ رنگ میباشد کنایہ از روز ۱۲ [4] شتاب یا سوزاں ۱۲ [5] وقت استوار آفتاب ۱۲ [6] یعنی اگر لفظ آتش بر زباں آرند زبان بسوزد ۱۲

آں بادراکہ جاناں از تو جوابم آرد — یک جاں اگرچہ باشد صد جاں فزوں رسانم
جاں می بری زسینہ دارد گرانی ازغم — تو دست خود مرنجاں تامن بروں رسانم
گیرم جواب ندہی دشنام گوے بارے — تامن بداں عنایت دل راسکوں رسانم
آنجا کہ کشتہ شد دل شمشیر تیز برکش — تا سرنہم ہمانجا خوں رابخوں رسانم
حکم ارکنی بمردن بر دیگراں تو دانی — لیکن اگر بخسرو فرماکنوں رسانم

صفتِ موسمِ گرما و برہ رفتنِ شاہ

ابر بالاے سرو باد بدنبال دواں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت (عبارت ازچتر) — رفت درانخانہ دروں جا گرفت (عبارت ازاسپاں)
رفت درانخانہ تیر ازمسیر — محترق[۱] ازآتش خورشید تیر
باد زجوزا شدہ[۲] آتش زمہر — سوخت جہانے ززمیں تاسپہر
چرخ چو شد صیقلی تیغ خور — بست زجوزاش دو رو[۳] یہ کمر
خانہ زخیش[۴] ازخنکی و تری — یافتہ از خسرگہ مہ برتری
اختر بد مہر فلک گرم کیں — گرم شدہ مہر[۵] فلک برزمیں
مہر زجوزا (آفتاب) بدورو گرم خوے (دوپیکر) — گرم[۶] بود ہرکہ بود از دورے (منافق)

---

[۱] یعنی باہر ستارہ کہ آفتاب قران کند آں ستارہ را محترق خوانند گرماہ و عطارد اکثر اوقات دراحراق باشد ۱۲
[۲] چوں آفتاب درجوزا درآید باد گرما بسیار باشد ۱۲ [۳] بسبب دوپیکر دورو یہ گفت ۱۲
[۴] خیش نوعے ازکتاں کہ در گرما از و خانہا آراستہ کنند ۱۲ [۵] سقف و آفتاب ۱۲ [۶] کثرت التوضیح من الفہ

صفت خربزه کزپر دلی آنجا که بود

تیغ وطشتیش مهیا بسر آید غلطاں

خربزه گوئی که بصحرا و کشت — گوے ربود از ثمرات بهشت

گوے شکم بسته بچوگانش ره — گوے یکے بینی و چوگانش ده

سبز خطے در خط او موے نه — مشک دمے مشک بہاں بوی نه

ساخته در آب کمانش کمیں — چاشنی و آب کمانش ببیں

رنگ[۱] زهش سبز و کماں آبگوں[۲] — زه[۳] ز بروں بسته کماں از دروں

بر سر هر میوه کله در شده — بهر کله را همه تن سر شده

از مزه گرد آمده در روے نبات — خام خضر (سبز ۱۲) بخیه چو آب حیات

گرچه از و چشم کساں درد کرد — روشنی چشم من است آں نه درد

خلق جهاں را چنیں وقت شاه — داشته در سایهٔ چتر سیاه

هیچ ز خورشید نبود آگهی — در کنف دولت ظل الٰهی

با چنیں آتش که بود سنگ نرم — بر سپه شاه نشد باد گرم

هیچ کسے را نه ز خورشید غم — سایه کناں بر سر لشکر علم

با همه تابی که نمود آفتاب — تافته از خیمه نشد یک طناب

---

۱ یعنی خط سبز خربزه ۱۲ — ۲ پرکاله خربزه یا مغز ۱۲ — ۳ خط سبز خربزه ۱۲

خون برگ مرد زبون آمده — خوے شد از پوست برون آمده

پاے مسافر بره گرم دور — ز آبله پر قبه چو نان تنور

ز آتش گرما که شد از سر جوال — آهوے صحرا شده آهوی خوان (بریاں ۱۲)

چوب شد از غایت خشکی نبات — از پئے یک شربت آب حیات

سبزهٔ دریا شش زمرد نماے — کاه شده بلکه شده کهرباے

خشک شد اندام گل از رنج باد — باد در اندام کسے رامباد

لاله سیه گشت ز خشکی چو مشک — خون سیاهی کشد از کشت خشک

سنگ که آتش ز روے آید برون — ماند ز خورشید در آتش درون

باد زنه دست بدست همه — وز دم او باد بدست همه

یافته دامے طلسمی تمام — باد[ل] هوا کرده مسلسل بدام

اصل[٢] ز نخلے که بمریم رسید — باد مسیحش بنفس هم رسید

گرم هوا بر سر هر میوه زار — گرمی او پختگی آورد بار

بر سر هر میوه ز تاب تموز — مرغ شده پخته مخور و خام سوز

ز آتش خورشید که شد میوه پز — بلبل و گنجشک شده میوه گز

خشک شده برگ درختان بشاخ — میوهٔ تر گشته ببستان فراخ

ل یعنی معجزهٔ دم عیسیٰ در احیاء اموات ۱۲

٢ یعنی درخت خرما و باد زنه از برگهای او راست کنند و در آن شب که حضرت عیسی علیه السلام زاد درخت خرما که خشک بود بدعاے حضرت مریم آن سبز شد و بار آورد گویا که درخت را باد مسیح رسید که سبز شد ۱۲

یوز رواں گشتہ بہر سوے صف   زو ہمہ پُرخال شدہ رُوی صف

تند چو شیرے کہ بجا یک روی   شیر ہمی گشت زبے آہوی

بود بسر بچۂ آہو رباے   دست درازیش بکوتاہ پاے

سگ کہ بسے خون شکارے مزید   داد بخصم از بن دندان گزید[۵۱]

رفتن خرگوش بصحرا چو یاد   بس کہ بسگ بازی روباہ داد

از زدن تیغ سواراں بوزن   گشتہ بصد شاخ سر ہر گوزن

گرگِ گریزاں بوحل شد اسیر   شیر نہاں شد بنیستانِ تیر

گرگ کہ بارانش بسے بود یاد   دید چو بارانِ خدنگ ایستاد

شیر بہ تپ لرزہ بُد از بیم مرگ   بود گراں روز زو شب اندام کرگ[۵۲]

بہر نہاں کردن بالاے خویش   غار کناں کرگ ہم از پای خویش

خوک کہ دندان گرازی نمود   طعمۂ سگ شد ز گرازی[۵۳] چہ سود

لشکر ازیں گونہ جہاں می نوشت   ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت

تا علم شہ بعوض در رسید   از پئے دہلی عوضے شد پدید

نصب شد اعلام شہنشاہ دہر   برلب گہگہر بجوالی شہر

گہگہر ازیں سو۔ سرُ زاں طرف   از تف لشکر بلب آوردہ کف

روز دگر شاہ بر آئین گشت   آمدہ زاں سوی عوض بر گذشت

---

۵۱ بمعنی جزیہ کہ از کفار ستانند ۱۲   ۵۲ مخفف کرگدن (گینڈا) ۱۲   ۵۳ بمعنی رفتار کہ از روے ناز وتکبر باشد ۱۲

تاب خور از چار فلک درگذشت — خیمۂ کیتوش گذشتہ نگشت

پرتو خور نیز گہ گرم گاہ — در پئ خیمہ ہمی جست راہ

لیک ہمہ پردہ کشاں بر طناب — تا نہ رود چشمہ درون آفتاب

گشتہ پر از خرگہ شاہاں زمیں — بر ہمہ چوں مہ شدہ خرگہ نشیں

خانہ کہ یک روزنش اندر میانست — از تف خورشید درو صد فغانست

خرگہ شہ بیں ہمہ روزن تنش — پرتو خور در نشد از روزنش

خانۂ چوبیش ز خشکی تری — یافتہ از خرگہ[1] مہ برتری

خلق ز گرما شدہ جویاے خیش[2] — کرد کتاں لرزہ ز سرپاے خویش

لرزۂ یک توے بہارے بتن — بر گل صد تو بدریدہ کفن

بس کہ کتاں در بر شاہاں خزید — ماہ سارا بلت خود کشید

جامہ تنک ساختہ ہر کس چو گل — خانہ خنک داشتہ بر بوے مل

شہ بگہ کوچ ہمی شد چو شیر — چتر بسر کردہ و توسن بزیر

تابش گرماش گزندے نداد — کش بزبر ابر بد و زیر باد

تند ہمی راند کشادہ عناں — از گذر و دشت شکار افگناں

---

[1] خرگہ مہ کنایہ از برج سرطاں کہ خانہ قمرست و آں برج بر فلک ہشتم ست و یا مراد فلک اول کہ قمر بر فلک اول باشد ۱۲

[2] نوعے از کتاں کہ در موسم گرما می پوشند ۱۲

تیر برآورد ز کیشِ خدنگ ‌ ‌ وز سرِ کیں کرد کماں را بچنگ

غرق درآورد چناں بر گشاد ‌ ‌ کاتشے از تیر بکشتی فتاد

گرچه که آں زخم بکشتی رسید ‌ ‌ خستگیِ زخم بدریا کشید

تیر که در کشتیِ شاں رخنه کرد ‌ ‌ از سرِ کشتی بتہ افتاد مرد

رفته فرستاده بصد حیله باز ‌ ‌ پیش شهِ شرق عیاں کرد راز

شاه که از خونِ خود آں زخم دید ‌ ‌ ناله چوں تیر ز دل برکشید

خشم همی گفت ز کینش سخن ‌ ‌ مهر همی گفت که هے هے مکن

گفت بخود کای دلِ تنگ و خراب ‌ ‌ قلب شده نام تو از انقلاب

مهر چه جوئی بوفائے که نیست ‌ ‌ روی چه بینی بصفائے که نیست

چوں طلبی داروی چشم از کسے ‌ ‌ کز پئے چشمت خله دارد بسے

پیش که گویم ز خودم شرم باد ‌ ‌ کز پئے خونِ خودم اندر فتاد

گشت چو فاسد بتنِ مرد خوں ‌ ‌ به که به نشتر کند از تن بروں

تیر که بر دیده رسد خوں بود ‌ ‌ دیده که خود تیر زند چوں بود

آنکه چنین ست نویدم ازو ‌ ‌ بهتر ازیں بود امیدم ازو

حیله چه سازم بچنیں کار تنگ ‌ ‌ با پسرِ خویش که کرده ست جنگ

گر پسرم راز جوانی و ناز ‌ ‌ عزم براں شد که شود رزم ساز

من که جهاں دیده و کار آگهم ‌ ‌ چوں غلط افتد بچنیں جا گهم

کرد صفے برلب آب رواں ‏ ‏ ‏ سو بہم پہلوے ہر پہلواں

درعقب شاہ سوارے ہزار ‏ ‏ ‏ جملہ سرانِ سپہ و نامدار

تیغ زنِ مشرق ازاں سوی آب ‏ ‏ ‏ کرد چو روشن کہ رسید آفتاب

کوکبۂ خویش چو مہ راست کرد ‏ ‏ ‏ ماہ ازو کوکبہ درخواست کرد

برلب آب آمد و آراست صف ‏ ‏ ‏ تافت دو خورشید ز ہر دو طرف

چشم پدر بہرِ جگر گوشہ تر ‏ ‏ ‏ گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر

در پسر از دور نظر درفگند ‏ ‏ ‏ وز مژہ در آب گہر درفگند

روے بدستارچہ میکرد پاک ‏ ‏ ‏ تا نچکد گوہر چشمش بخاک

دُر کہ بدستارچہ شد بارہا ‏ ‏ ‏ رشتۂ دُر گشت ہمہ تارہا

در عرقیہ قطرات عرق ‏ ‏ ‏ شبنم گل بود بروے ورق

دید چو شہ سیل مژہ بیکراں ‏ ‏ ‏ حاجب خود کرد بکشتی رواں

گفت بحاجب کہ ازیں چشم تر ‏ ‏ ‏ مردمکِ چشم مرا دہ خبر

نیست بتو حاجت دیگر سخن ‏ ‏ ‏ خود سخن من ببرد اشک من

حاجب فرزانہ بآنجا شتافت ‏ ‏ ‏ شست بکشتی و رواں شد چو آب

چوں بمیانِ سرِ دُر در رسید ‏ ‏ ‏ بود معزے زکرانش بدید

گرچہ بباطن اثر مہر داشت ‏ ‏ ‏ لیک بظاہر نظرکیں گماشت

دید بکشتیش براں گونہ تیز ‏ ‏ ‏ کاتشے برخاست ازاں آب خیز

مهر سنا گشت چو آبا سپهر
خون شفق گشت کشان سوی مهر

جست پیام آوری از آگهان
آمده و رفته به پیش شهان

گفت بدو نکتهٔ پنهان خویش
کرد تلقینش زبان دان خویش

کز پدر اوّل برسانش سلام
وآخرش آئین دعا کن تمام

وانکه از آئینه برون ده خیال
صورت این حال بگویش بحال

کای خلف از راه مخالف بتاب
تیغ بیفگن که منم آفتاب [في الحال ۱۲]

در نسب از ملک خلافت مراست
تو خلفی سر بخلاف[۵] خطاست

غصب مکن منصب پیشین ما
غصب روا نیست در آئین ما

از پدرم کے رسد این فن بتو
از پدر من بمن از من بتو

گر ز خود این نقش گرفتی بدست
سوی خدا بین و مشو خود پرست

ور ز بد آموز رسد این ره پدید
گفت بد آموز نباید شنید

خصم بصد دست گر افسون کند
ناخن از انگشت جدا چون کند

دجله چو آمیخته گردد به نیل
هست جدا کردن آن مستحیل

کار شناسانت که پیرامنند
گر بزبان با تو بدل با منند

گر ز زر پخته دهی شان عیار
نیز ز خامیت کنند این شمار

آنکه شکوه منش اندر دل ست
خدمت تو کردن ازو مشکل ست

---

۵ خلاف بمعنی دشمنی و تاے خطاب ست ۱۲

گر رسد آزار ز تیغ منش جان من آزردہ شود در تنش
ور ز خدنگش بمن آید گزند او ہم ازیں درد شود دردمند
ورنہ زنم تیغ براں تیغ زن حمل شود ہم بزبونی من
چارہ ندانم کہ دریں کار چیست بخت کہ داند کہ دریں یار کیست
باخود ازیناں گلہ مے نمود وانچہ پسر گفت ز دل مے شنود
روز چو در پردہ بپوشید راز راز برون داد شب پردہ ساز
کرد ہمہ شب گلۂ آفتاب کاو ستم من زدہ و من زو خراب
بادشہِ شرق ہمہ شب نخفت جز گلہ زیں ساں کہ بگفتم نگفت
بود بحیرت کہ چو شب بگذرد روز دگر چارہ چہ پیش آورد
گر پسر از تیغ کشاید زباں چوں گرہِ صلح نہم درمیاں
ور ز رخ صلح برافتد نقاب معذرتش را چہ نویسم جواب
تا بسحر بود بگفت و شنید کز شب زایندہ چہ آید پدید

ذکرِ پیغامِ پدر سوی جگر گوشۂ خویش
سوی یاقوت رواں گشتنِ خونابۂ کال

چوں دل شب حاملۂ مہر گشت بر شبِ حامل مہِ کامل گذشت
حامل یک ماہہ نہ بل یک شبہ تاجوری زاد دراں کوکبہ

خون منی و دل من مہر جوست — جوشش بسیار مکن زیر پوست

گوش کن این گفت و مکن گفت کس — بشنو و مشنو سخن این ست و بس

رفت فرستاده و بگذشت ز آب — کرد ازاں جوے بدریا شتاب

بادشه روی زمیں کیقباد — بود هم از اوّل آں بامداد

همچو گل از بالشِ خود خاسته — جایگهِ بار برآراسته

بار گراں داد گراں تا کراں — پست شده خاک ز فرقِ سراں

رفت رسول شه مشرق چو باد — خاک ببوسید و زباں برکشاد

پرده برانداخت ز راز نهفت — هر چه شهش گفت بشه باز گفت

گفتنِ شاهِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر
قصّهٔ یوسفِ گم گشته به پیرِ کنعاں

شاه ازاں چاشنی تلخ و تیز — تیز شد و تلخ ز روی ستیز

پاسخ انگیخت ز جنبش پیام — قوتِ شمشیر و مدارای جام

گفت بحاجب که بشه باز گوی — خدمت من گوی و پس آنگه بگوی

کای سرت از افسر دولت بلند — رای تو از گنج خرد بهره مند

با منت از بهر تمنای ملک — خام بود پختن سودای ملک

ملک جہاں پخته بمن شد تمام — کی دهم از دست بسودای خام

تا بچمن سرو بود سایه دار | کس نخزد زیر گیا سایه وار
در غلطی با من ازین دم مترس | ور غلط اندازی عالم مترس
گرچه جهان جمله بدیدی چو روز | لیک جهاندیده نگشتی هنوز
گرچه کنی دعوی دانش ولیک | نیک بدانم که ندانی تو نیک
خردی و در کار خرد نارسید | درد سرِ خلق نیاری کشید
کودک اگر چند هنرپرورست | خرد بود گر همه پیغمبرست[له]
هر که درین ملک شبی روز کرد | بی ادبان را ادب آموز کرد
چون تو شب و روز ادب افزون کنی | بی ادبی با چو منی چون کنی
گرچه جوانی همه فرزانگی ست | این نه جوانی ست که دیوانگی ست
ای پسر ار چه پسری درخوری | لیک مکن با پدر این سروری
طفل شدی عمر چو طفلان گذار | جای بزرگان به بزرگان سپار
دُرِّ بزرگ از پی تاجِ شه است | لولوکِ خورد نثار ره است
کسوت شاهی که تو داری بپوش | شوکت من بنگر و برخود مپوش
گرچه بگوهر (ذات) ز تبار منی | کی بمحل مرتبه دار منی
چشمهٔ چه ار چه که بالا شود | چشمه محال ست که دریا شود
بر سر خوان آی که هم توشهٔ | یاد نمک کن که جگر گوشهٔ

له قال النبی علیه السلام الصبی صبی وان کان نبی ۱۲

هردو جوانیم من و بختِ من | با دو جوان پنجہ بہم برمزن
ملک و جوانی چو بہم[۱] برفروخت | کیست کہ از تابِ دو آتش نسوخت
سایۂ من کیست کہ جوید دلیر | صید بقوت کہ ستاند ز شیر
ورچہ برآئی تو بحجت چو میغ | ہست مرا حجتِ قاطع ز تیغ
گرچہ برویت نکشم در ستیز (ق) | از پئے تعظیم تو شمشیر تیز
لیک تو دانی کہ چو کیں آورم | شیشۂ[۲] فلک را بزمیں آورم
درسمِ پا برکاب آورد | ریگ بیاباں بحساب آورد
شاہے ازیناں و سپاہی چنیں | گرد مینگیز براہے چنیں
جز تو کسے گر دم ازیں در زدی | سرزنش تیغ منش سر زدی
لیک توئی چوں تو پئے ایں سریر | من نہ ہم گر تو توانی بگیر
مرد سخن گوی چو پاسخ شنید | زانچہ ہمی گفت زباں درکشید
راز نہاں را بدل اندر نوشت | سوی فرستندۂ خود باز گشت
رفت بشہ پاسخ پیغام برد | ہرچہ بدل داشت زباں اسپرد
شاہ ازاں زمزمۂ بحر جوش | چوں صدف بحر فروہشت گوش
لختے از اندیشہ فروشد بخویش | تا دل داناش چہ آرد بہ پیش
مصلحت آں دید ز رائے صواب | کانچہ بگفتند بگوید جواب

---

۱ در وقتِ واحد ۱۲ ۲ برج اسد ۱۲

پختۂ آتش خم خاناں مزن ‏— من ز تو زادم نه تو زادی ز من

تخت نه ز آباست مرا کز من ست ‏— ملک عقیم و فلک آبستن ست

ملک گر از ارث بُدی نی ز بخت ‏— کے شدی پیشتر از تو بتخت

ملک بمیراث نیابد کسے ‏— تا نزند تیغ دو دستی بسے

ور تو ز میراث پدر دم زنے ‏— قصر سه جد راست ز من روشنے

(ناصرالدین غیاث الدین شمس الدین ۱۲)

هست ز یک سو بتو میراث شاه ‏— من ز سه شاهم بتو میراث خواه

حضرت سلطان شهید کریم ‏— خلده الله بخلد عظیم

راند چو در راه ابد مهد خویش ‏— خواند و مرا کرد ولی عهد خویش

خود چو ازیں عالم خود راے رفت ‏— جاے خودم داد و خود از جاے رفت

کرد بجاے تو مرا تاجور ‏— من پسرم لیک بجاے پدر

شه بحیات خودم ایں نقش بست ‏— ملک من ست ایں دگری را چه دست

گر تو ازاں شاه نکو زاده ‏— من ز تو زادم که ازو زاده

مثل من اے یاد تو شادی مرا ‏— هم تو نزادی که بزادی مرا

از تو اگر نام پدر روشن ست ‏— خطبهٔ جدیں که بنام من ست

نیستم آں طفل که دیدی نخست ‏— بالغ ملکم ببلاغت درست

خرد مخوانم که ز دور زمن ‏— داد خدا دور بزرگی بمن

شرط ادب نیست مرا خرد خواند ‏— بخت چو بر جاے بزرگم نشاند

پیشِ من از پری لشکر ملاف — حاضرم اینک من و اینک مصاف
لشکر من نیست کم از لشکرت — کشور من بیشتر از کشورت
من که سپه را بو غبار انده ام — نه از سر بازی و دغا رانده ام
تیغ بر آں گونه کشیدم برُوں — کش بلب سند بشویم زخوں
کافر اگر روے بتابد ز پیش — از کجک پیل کشم سوے خویش
تا بگلو شاں فگنم در زحیل — سلسله از حلقهٔ خرطومِ پیل
با چو منے تیغ فشانی مکن — دولت من بین و جوانی مکن
لشکر من گشت چو صحرا خرام — دَورِ زمیں گرد نماید تمام
در صفتِ پیلانِ من آید بکار — ابر بود قطره صفت بے شمار
پیل بجاے که بجنبد ز جاے — پشت هزار اسپ کند زیر پاے
ور چه هزار اسپ کنند ایستاد — کوه چه غم دارد از آسیب باد
اسپِ تو باد آمد و پیلم چو کوه — باد بکهسار ندارد شکوه
پیل بیک حمله صفے بشکند — در صفتِ پیلاں که شکست افگند
اسپ چو با پیل نماید ستیز — چاره تو دانی که چه باشد گریز
پیل چو خرطوم بر اسپ افگند — بر کَنَد از خاک و بخاکش زند
اسپِ ترا گنبد اگر بے حد ست — پیلِ مرا خود همه تن گنبد ست
قیمت یک پیل هزار اسپ بیش — کز دو هزار اسپ یکی پیل بیش

باز پیغامِ پدر بر پسرِ خود که بر زم
پیلِ خویش از می خون مست کند در میدان

جست دگر موی شگافی شگرف — عمر بگفتارِ چو مو کرده صرف

راز که باریک تر از موی بود — موی بمویش همه بشگافته زود

کز من بیدل بسوی جاں خرام — جان مرا از دل من ده پیام

کای سر از آئینِ وفا تافته — وز تو دلم تا شفتگی یافته

گرچه بغیبت شدیم کینه توز — رنج چه داری بحضورم هنوز

آدمئ را که بود گرم خوں — خونش به پیوند بود رهنموں

طرفه که تو خونی و دلبند من — لیک نه گرم به پیوند من

با چو منے دور کن از سرکشی — چوں بصفت من توام و تو منی

مشک شوم هم نکشی بوی من — چیست بنزدیک تو آهوی من

تیغ مکش تا نشوی شرمسار — از من اگر نیست ز خود شرم دار

گرچه که تیغت بگهر روشن ست — گوهرت آخر نه ز تیغ من ست

تیغِ زباں را چه کشی در عتاب — نیست حسابیت ز روزِ حساب

به که دریں کار زباں در کشی — تیغ کشی به نه زباں بر کشی

تیغ خوش و تیغِ زباں ناخوش ست — تیغ چو آب ست و زباں آتش ست

بازپاسخ ز پسر سوے پدر کاسپِ مرا
پیل بندست دوالے کہ بپیچد عناں

داد جوابے ادب آمیختہ — لعبتی ہاے عجب انگیختہ

کاے بخم چشم جفا کردہ باز — دیدۂ مہر تو بروئیم فراز

چند زنی لاف ز پیلانِ مست — کانچہ ترا ہست مرا نیز ہست

پیل ترا ہیچ و مارا صد ست — و اسپِ تو دانی کہ بروں از حد ست

ور نبود پیل چو توسن بود — پیلِ تو در سلسلۂ من بود

ز اسپ تواں پیل گرفتن بسے — لیک ز پیل اسپ نگیرد کسے

گر ہمہ عمر اسپ بود زیر شاہ — حاجتِ پیلش نبود ہیچ گاہ

ور بودش پیل دمے زیر راں — حاجتِ اسپش بود اندر زماں

اسپ چو در راہ نباشد دلیل — شاہ پیادہ است ببالای پیل

گر نبود پیل تواں ملک داشت — ور نبود اسپ بباید گذاشت

پیل ترا اسپ مرا در خور ست — زانکہ ز پیل اسپ بسے بہتر ست

بیں کہ بشطرنج ہم اُستادِ کار — پیل کم از اسپ نہد در شمار

کم مزن اسپانِ مرا کز نشاں — پیل شکارند سوارانِ شاں

پیل تنانی کہ دریں لشکرند — نے کم ازاں پیل خصومت گرند

اسپ بهر خانه بود در سپاه — پیل بجز شاه که ندارد نگاه

از سپه خویش چه رانی سخن — حملهٔ پیلانِ مرا یاد کن

چرخ بیفتد چو بخیزم ز جاے — خاک بلرزد چو بجنبم ز جاے

گر نکشم تیغ که خونِ تو ام — تا تو ندانی که زبونِ تو ام

لیک ازاں تیغ نرانم همی — کز تو بریدن نتوانم همی

چوں پدرِ من ز جهان رخت برد — ق — در بامانت بتو کاری سپرد

هم تو بدانی که نه آن کارِ تست — دشمنِ تست آنکه درین یارِ تست

تخت رها کن که سزای تو نیست — تا منم این پایه بپای تو نیست

گر کمرِ کینه کنی استوار — پیش تو بیش از تو درآیم بکار

در بمدارا کشد این گفتگوی — نیز نتابم ز وفای تو روی

لیک بشرطے که درین رائے من — جاے پدر گیرم و تو جاے من

کرد رواں رشته کشِ سلکِ دُر — تا کند از دُر صدفِ بحر پُر

پیش سریر آمد و بوسید خاک — لب سخن آمیز و دل اندیشه ناک

چونکه نبودش ز گزارش گزیر — سرِّ سخن باز کشاد از ضمیر

شاه که آں سلسلهٔ پُرگره — ق — دید مسلسل چو شکنجِ زره

کرد پر از چین سرِ ابرو ز کین — بلکه درآمیخت بهم روم و چین

بهر تو شد ساختہ چترِ شهی — داد من پرتوِ ظلِ الٰهی

تخت جهاں بهر تو برپاے کرد — لیک برآں تخت مرا جاے کرد

کرسیِ زر بهر تو کردند ساز — پایہ منش نسبت بگوهر طراز

خواست یکے خواستہ لیکن نیافت — وانکہ نمی خواست برِ او خود شتافت

محنت دریا همہ غواص برد — شاہ گهر بر کمر خاص برد

رفت یکے در طلبِ لعلِ سنگ — ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ

واں دگرے را کہ غمِ آں نبود — لعل چناں یافت کہ در کاں نبود

کوشش بیهودہ زغایت بردل — کوبش آب ست بہ هاون درول

گفتنِ چیزے کہ درو مغز نیست — نے ز تو کز هیچ کسے نغز نیست

در نظرِ من کہ فلک سر نهد — جز تو کرا زهرہ کہ افسر نهد

این تنِ من نیست کہ بر تخت تست — عکس تو در آئینۂ بخت تست

ماهِ فلک غرّہ نماے من ست — روت مہ پرتو راے من ست

تیز مبیں در رخِ نورانیم — کاخترِ بخت ست بہ پیشانیم

طلعت من بین و بوحشت مکوش — مهر خود در روشنیِ من مپوش

ور بیقیں در دل تو ایں هوس ست — بندۂ فرمانم و فرماں تراست

تاج ز من[1] می طلبی چرخ ساے — بر سرم آ۔ تا کشمت زیر پاے

---

[1] اے اگر تاج از من می طلبی مانند آسمان بر سرم آ یعنی نزدیکم بیا یا مهر بورز تا آن تاج را زیر پایت کشم ۱۲

گرچه که پیلان تو کوه آمدند ۔ کوه تنانم همه پیل افگنند

شیرِ نبردم چو برآیم دلیر ۔ شیر بود هر که برآید ز شیر

با همه ایں قوت و جوش سپاه ۔ نیستم اندر پئے آزار شاه

با تو برابر نشوم در مصاف ۔ ورچه بدوزم بسناں کوه قاف

قصه شود در دهن مرد و زن ۔ کینِ پسر با پدر خویشتن

تیغ که سهراب بر رستم کشید ۔ هیچ شنیدی که ز گیتی چه دید

گر گهر صلح پذیرد نظام ۔ حلقه بگوشم برضاے تمام

ور ز سر کینه فرازی سناں ۔ باز کشم تا بتوانم عناں

گرچه که از گردش دور سپهر ۔ تافته بر سر من هم چو مهر

در همه آتش زنی از چار سوے ۔ روے نتابم ز تو از هیچ روے

تیر تو گر خواست بجانم خلید ۔ من بکشم تا بتوانم کشید

چشم تو ام تیر برابر مکش ۔ خون تو ام تیغ جفا بر مکش

تیغ کشم سوے تو ام خون کشد ۔ بر سر خود تیغ کسی چوں کشد

گر بگهر تاج ستانِ تو ام ۔ عیب مکن گوهر کانِ تو ام

در هوس تاج ترا در سر ست ۔ من گهرم تاج بمن درخور ست

ورچه توئی درخور تاج نگیں ۔ ملک بمن میدهد انگشتریں

چوں سرم از بخت سرافراز گشت ۔ تاج تو بر تارک من باز گشت

منّت بخواہم تو نخواہی اگر ‌ ‌ ورت بخواہیم چہ خواہم دگر

من نخودم آمدہ پہلو سے تو ‌ ‌ کآرزو آورد مرا سوے تو

جز بتمناے تو سودام نیست ‌ ‌ بہتر ازیں ہیچ تمنّام نیست

قاصد تو گر کند اینجا گذر ‌ ‌ در رہش از دیدہ فشانم گہر

ور ز تو ام حاجبے آید بہ پیش ‌ ‌ شانمش از مرتبہ بر چشم خویش

پیک تو گر نامہ رساند بمن ‌ ‌ ورد دلش سازم و تعویذ تن

گرد سمندت کہ برآید بماہ ‌ ‌ سرمہ کنم از پئے چشم سیاہ

تیغ کشی تیغ تو جاں بخشدم ‌ ‌ زآئینۂ بخت نشاں بخشدم

ور زنئ تیر تو بسویم جہد ‌ ‌ ہر گرہش تازہ فتوحم دہد

گرچہ کہ سلطانِ جہانم بملک ‌ ‌ تاج دہ و تخت ستانم بملک

لیک چو دورم ز تو اے نیکبخت ‌ ‌ نے خوشم از تاج و نہ شادم ز تخت

بخت من ار پایہ بر افلاک سود ‌ ‌ با تو چو یکدم نہ نشینم چہ سود

تاج خود ار پر ز دُرِ مکنون کنم ‌ ‌ با تو چو ہمسر نشوم چوں کنم

در شدہ در چشم کساں از تو نور ‌ ‌ دیدۂ من ماندہ ز روے تو دور

مردمک دیدۂ غیرے شوی ‌ ‌ طرفہ کہ از دیدۂ من در روی

دیدہ کہ نادیدۂ دیدار تست ‌ ‌ دیدہ و نادیدہ گرفتار تست

نیست بنزدیک من از بیش و کم ‌ ‌ بیشتر از دوری تو ہیچ غم

باز پیغامِ پدر جانبِ فرزند عزیز
ماجرائے کہ زخوں بود دلش را بمیاں

مرد نیوشندہ ازاں امر جست | باز شد و کرد حکایت درست
شاہ سخن را دگر از سر گرفت | نکتہ بآزرم تری در گرفت
کای ز نسب گشتہ سزای سریر | در پسرے ہمچو پدر بے نظیر
چشم منے ہیچ غبارے میار | چشم نشاید کہ بود پُر غبار
در چہ غبار ست ز کار تو ام | سرمۂ چشم ست غبار تو ام
کیں نکنم لیک تمکیں کنم | مہر رہا گر کندم کیں کنم
تا تو ندانی کہ دریں جست و جوے | از پئے ملک ست مرا گفتگوے
گرچہ توانم ز تو ایں پایہ برد | از تو ستانم بکہ خواہم سپرد
لیکنم ایں راہ نموئی بملک | از پئے آنست کہ چونی بملک
شکر کہ شد زندہ در ایّام تو | من ز تو و نام من از نام تو
باش بکامم کہ بکام تو ام | زندہ و تا زندہ بنام تو ام
من بتو ام زندہ تو زی پر سال | تا ز تو من نیز بوم زندہ حال
زندگی از مرگ ندارد گزیر | لیک تو خوش می زی و ہرگز ممیر
خواہمت از جاں کہ پناہے مرا | گر تو بخواہی و نخواہی مرا

کاے شدہ مشرق شدہ چوں آفتاب | وز تو جہاں تا حد مغرب بتاب
من کہ گل رستہ ز باغ توام | پرتوے از نور چراغ توام
شاہ نہ زانم شدہ بر ہمگناں | گر زرہ فرمان تو تابم عناں
گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم | ہم بتہ پاے تو باشد سرم
من کہ ز دروازۂ اقلیم ہند | لشکرے آراستہ ام تا بہ سند
سد سکندر زدہ ام از سپاہ | فتنۂ یاجوج مغل راتباہ
تا بحد شاہ زبالائیاں | من چو بوم پیش نیاید زیاں
رو تو چو خورشید ز مشرق برآے | من بسم اسکندر مغرب کشاے
شو تو سوے کامرو انگیز رخش | من کنم اقصاے عراقین بخش
خیز تو از قلعہ سین[1] جوے گنج | من زدذر روم شوم سیم سنج
عبرہ[2] از معبر دریا تو جوے | من[3] دہم از تیغ بحریں شوے
زابروے خود کن تو اشارت بہ چیر | من سر خاقاں فگنم بر زمیں
ازمن ہند ست ترا زیر دست | کار من بالاست ز من در شکست
رو تو در آں قلعہ بکن پیل بند | اسپ بخواہم من ازیں سو فگند
از تو ز ہندوستدن پیل و مال | وز قبل من مغل قیل و قال

---

[1] قلعہ سین نام قلعہ کہ در ولایت ہند ست ہندوی اورا تا بہ گرہ گویند ۱۲
[2] خراج کہ غالبے از مغلوبے ہر سال بستانند یعنی محصول از گذرگاہ دریا طلب کن ۱۲
[3] یعنی من آب شست و شوے تیغ در بحرین افگنم ۱۲

دل که نزدیکِ تو مجنوں بود | دور ز تو دور ز تو چوں بود
شربت دوری نتوانم چشید | درد جدائی نتوانم کشید
هجر تو بشگافت دلم نرم نرم | درد و پیوند کن از خون گرم
اے مدد جاں شده حاصل ز تو | کے شودم دل که کشم دل ز تو
می شودم دل که جگر بر کشم | پس بدلت هیچو جگر در کشم
گرچه جگر هست بهر گوشهٔ | به ز تو ام نیست جگر گوشهٔ
خود ز پئے دیدهٔ مردم پرست | جز تو مرا مردمک دیده هست
لیک ازیں خز نتواں حلّه دوخت | شمع بمهتاب نشاید فروخت
سکّه چو زد در دل من کیقباد | نامهٔ کاؤس کے آرم بیاد
(نام برادر معز الدین)
بهر خدا صورت خویشم نمائے | روی بگرداں و بترس از خدائے
نقش چو بر زد ورق ساده را | باز فرستاد فرستاده را
آمد و آورد پذیرائے راز | قصهٔ آزرم بآزرم ساز
شاه چو پولادِ پدر نرم دید | تیغ سیاست بمیاں در کشید
گوهرِ دل را بوفا آب داد | سلک سخن را ز گهر تاب داد
گفت بتدبیرِ پسندیده زود | باز جوابے که پسندیده بود

باز از شاهِ جهاں پاسخِ پیغامِ پدر
شربتِ آبِ حیات از پئے سوزِ هجراں

خازن شه آمد و در باز کرد ‌‌ دادن افسر ز سر آغاز کرد

گشت جهان معدن درّ عدن ‌‌ کرد زمین باز ز صامت سخن

هر که دران بزم طرب ساز گشت ‌‌ دامن پر گوهر و زر باز گشت

بسکه ز زر گشت زمین ناپدید ‌‌ هر که زمین جست نشانش ندید

شاه چو از خون قدح گشت خوش ‌‌ دل بجگر گوشه شدش مهر کش

خواست دلش تا بخوشی جام مے ‌‌ نوش کند بر رخ کاؤس وکے

کرد اشارت که در آمد به پیش ‌‌ خاک[1] بوسید بر آئین خویش

زان گل نورسته دل تاجور ‌‌ شد ز گل تازه و تر تازه تر

بر رخ آن گل مے احمر کشید ‌‌ لیک ببوی گل دیگر کشید

دیده بران نور پسندیده داشت ‌‌ دل بدگر مردمک دیده داشت

زیور افسر بکلاه او فگند ‌‌ قرعهٔ خورشید بماه او فگند

گرچه دلش مهر بکاؤس داد ‌‌ هم ز دلش دور نشد کیقباد

باده همی داشت بر آنش که خیز ‌‌ قصهٔ غیبت بحضورش بریز

لیک سریر سری و تاج کے ‌‌ دست بدامانش همی زد که هے

چون اثر شوق ز غایت گذشت ‌‌ کفهٔ دانش ز کفایت گذشت

روے بکاوس کے آورد و گفت ‌‌ تا شود آن ماه بخورشید جفت

---

[1] یعنی آن کاؤس برسم قدیم ۱۲

تاج ز تو سر زمن افراختن — عاج ز تو تخت زمن ساختن

تا تو بمشرق بوئی و من بغرب — حربه خورد هر که درآید بحرب

در بملاقات ره و رای تست — افسر من خدمتی پای تست

نیست مرا آن محل و آن شکوه — کز سر خود سایه فشانم بکوه

در فگند رای تو بر بنده تاب — ذره شوم پیش چنان آفتاب

شاه بترتیب صوابی که بود — چون برضا گفت جوابی که بود

داد بحاجب سلب زرنگار — بافته بکیسه به دُر شاهوار

بس که گران شد سلب زرکشید — حاجب ازان بار چو ابرو خمید

خرم و خندان چو گل از بارگاه — سوی گلستان دگر جست راه

رفت و نمود ار خود آنجا نمود — هر چه ز دُر یافت بدریا نمود

غالیهٔ صلح که در نافه برد — شمه بشمه همه شه را سپرد

معزالدین — نصیر الدین

بادشه شرق چو این مژده یافت — روش چو خورشید ز مشرق بتافت

کرد نشاطی و رامشگران — مجلسی آراست گران تا کران

باز طلب کرد بعنبر همای — خون خروس از بط سرخاب رای

گیسوی چنگ و قدح آب رنگ — دور بمی داد و تسلسل بچنگ

داشت اصول طرب از قیل و قال — ریختن خون صراحی حلال

کای غم تو کرده بجانم اثر — تو ز من و حالت من بی خبر

جای تو در چشم و تو در جای نه — هیچ سوی مردمیت رای نه

تا شدی از چشم من ای آفتاب — دیدهٔ خود پیش ندیدم بخواب

خواب من از دیدهٔ من آب برد — آب من این دیدهٔ بیخواب برد

این منم و نقش تو و آبِ چشم — عکس خیالت شده مهتاب چشم

گرچه نه چشم برخت روشن ست — صورتت آخر بخیال من ست

گرچه پرستیدن صورت خطاست — صورت تو گر بپرستم رواست

ای بصر دیده و جان پدر — زان دگر کس نه ازآنِ پدر

صبر من از دوری تو رفت دور — مرحمتی کن که بمانم صبور

من که صبوری نتوانم ز تو — وای که محروم بمانم ز تو

می نکند سوز من اندر تو کار — باش که تا در رسد آن روزگار

آمدنم نه از پی این کار بود — کافسر و اقلیم توانم ربود

این قدرم عرصه درین ملک هست — کم نرود سوی دگر پایه دست

لیکنم از بس که بتو دل کشید — میل توام رخت بمنزل کشید

هجر بس ست آنچه که بد پیش ازین — نیست مرا طاقت غم بیش ازین

تشنهٔ دیدار توام روز و شب — شربت خود باز بگیرم ز لب

از تو نشاید که بدین سان روم — تشنه دل از چشمهٔ حیوان روم

سوی برادر شود آراسته | با سپه و کوکبهٔ و خواسته
جست بسی هدیه بقیمت گران | دیده فروز همه قیمت گران
بی عدد از رشتهٔ دُرِّ دری | دوخته زان رشتهٔ لب جوهری
سلک دگر از گهر شب چراغ | هر گهری مملکتی را فراغ
لعل که بوده است ز غایت بروں | سنگ ز مهر از پیٔ شان خورده خوں
جامهٔ هندی که ندانند نام | کز تنکی تن بنماید تمام
مانده به پیچیده بناخن نهاں | باز کشائیش بپوشد جہاں
عود بخرار و قرنفل یمن | خرمنی از نافهٔ مشک ختن
عنبر و کافور معنبر سرشت | صندل خالص ز درخت بهشت
ساختهٔ هند بسی تیغ تیز | تیر تر از آب گه آب خیز
سر بفلک برده بسی ژنده پیل | کوه گران را بقیامت دلیل
هدیه چو آراسته شد بی شمار | چار طرف گشت طرائف بکار
داد بشهزاده و گردش رواں | ساخته با کوکبهٔ خسرواں
وانچه سخن بود ز اسرار ملک | کن مکن از ضابطهٔ کار ملک
چوں دگری محرم آں سر نبود | محرم سر دید فرو خواند زود
تا بامانت بودش در ضمیر | باز رساند با مانت پذیر
راز که داند که چه بد در نهفت | ظاهرش از باطن آشفته گفت

بر در دہلیزِ شہِ تاج بخش | جاے ادب دید و درآمد زرخش

تحفۂ آوردہ ہمہ کردہ راست | شد دو صف آراستہ از چپ و راست

پیشترک شد بزمیں بردہ روے | رُفت زمیں را ز تواضع بموے

شاہ بر دیش چو نظر کرد چست | دید[۵۱] درآں آئینہ خود را درست

گرم فرو جست ز تخت بلند | کرد بآگوشش تن ارجمند

داشت بآغوش خودش تا بدیر | سیر نشد چوں شود از عمر سیر

با خودش از فرش باورنگ برد | تخت کیاں باز کیاں را سپرد

گاہ مہش خواند برغم سپہر | گاہ ببوسید سرش را بمہر

گاہ ز پایش بکف افشاند خاک | گہ ز بنا گوش خویش کرد پاک

گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت | گاہ دو بارہ بکنارش گرفت

گاہ نظر بر رخ زیباش کرد | گاہ دل از مہر شکیباش کرد

گاہ بیک دیدہ شدش رہنمای | گاہ بچشم دگرش کرد جاے

چوں کہ دو افسر بوفا شد یکے | در تتقِ نور دو جا شد یکے

پرسش از اندازہ و غایت گذشت | حد نوازش ز نہایت گذشت

از درِ دیگر سخن آغاز گشت | قفل ز گنجینۂ سر باز گشت

شاہ بکاؤس کے آوردہ گوش | نکتہ[۵۲] بروں داد خداوند ہوش

---

۵۱ اے در روی او زیرا کہ ہر دو برابر بودند ۱۲ ۵۲ نکتہ کہ پدر گفتہ بود با برادر گفت ۱۲

شاد کن ایں جان غم اندیش را | روے نما منتظر خویش را

تختۂ حال دل ریشم بخواں | یا بمن آیا برِ خویشم بخواں

از پدر آمدنِ شاہِ جہاں کیکاؤس

بر برادر چو گلِ نوبرِ سروِ رواں

گشت رواں موکب کاؤس شاہ | سوے فریدون سریر و کلاہ

آمد و زآبِ سرو واگذشت | چشمۂ خورشید ز دریا گذشت

یافت خبر صاحب تاج و سریر | ز آمدن آں دُرِ دریا نظیر

تاج بسر کرد و برآمد بہ تخت | تا نگرد ہمچو خودے را ز بخت

گشت مہیا ہمہ ترتیب بار | چتر کشادا ز دو طرف چتردار

کرد زباں آوری دور باش | چشم زدن دیدۂ بد را خراش

روے زمیں از سپر و رمح و تیغ | گشت پُر از بارقۂ برق و میغ

گشت صف آراستہ تا چند میل | زانبہیِ آدمی و اسپ و پیل

پیش دویدند سران و سپاہ | تا لب آب از پے تعظیم شاہ

پیش رکاب شہ مسند نشیں | جبہہ نہادند بروے زمیں

سیر[1] نمودند بزیر عناں | تا بدر شاہ نثار افگناں

---

[1] پیادہ شدہ آمدند ۱۲

فروغ روے تو تیز ست زلف بر لب نوش — ز آفتاب بنہ آں شراب در سایہ
بگفت خسرو بکشاے زلف تا شنید — حریف مطرب و چنگ و رباب در سایہ

رفتن شاہ کیومرث و تزک عارض

بر شہ شرق یکجا عرض ایں جوہر آں

روز دگر کرد چو ناف جہاں — مشک شب از آہوی مشرق نہاں
ناف جہاں مشک زمیں را اسیر — باد شد آہو تگ و آں مشک پر
شاہ شد از سیرت خود مشک سای — خوں بسوی صلح شدش رہنمای
شمع دل ملک کیومرث شاہ — خلدہ اللہ بجد و جاہ
خواند و رواں کرد بسوی جدش — جد ادب کرد بروں از حدش
ہدیہ زربفت خطا و عراق — ہر یک ازاں طاقہ در آفاق طاق
از خز و اکسون و دگر پرنیاں — زیب تن تاجوران و کیاں
اسپ ہمیں اصل و لایت نورد — گاہ تگ از باد برآوردہ گرد
سخت کمانہا زمہ نو فسرہ[1] — درخور زہ کردن و ناکردہ زہ
سادہ غلامان خطا و تتار — موی شگافندہ بشب روزگار
اشتر پوئندہ و پولاد پاے — کوہ نما از تن کوہاں نماے

---

[1] زرہ بیشی و سبقت ۱۲

گنج سخن باز کشاد از ضمیر — داد امانت بامانت پذیر
شاه پذیرفت و بدل در گرفت — دزد گر اندیشه سخن برگرفت
جام طلب کرد و بعشرت نشست — نی زمی از خون عدو شست دست
از رخ فرخندهٔ این هر دو کی — بلبله بلبل شده گل کرده می
رهزن عشاق شد آواز چنگ — باده روان گشت دران راه تنگ
هرچه بمجلس غزل تر زدند — جمله بنام شه کشور زدند
بردر او مطرب فرخنده فال — دور میاد از غزل و از غزال
با خوشی دل چو شود باده کش — زین غزلم گوش گرامیش خوش

غزل

بباغ سایهٔ بیدست و آب در سایه — ازین سپس من و جانان و خواب در سایه
کنون چو باد بباید چمید پیش از صبح — بگلشنی که روان باشد آب در سایه
ببانگ نوش نگر ساقیم کند بیدار — چو خفته باشم و مست و خراب در سایه
بسایه خفته بدم دی که یار آمد و گفت — چه خفتهٔ که رسید آفتاب در سایه
ببوستان صنم امروز مجلسی و گلی — روانه گشت می چون گلاب در سایه
در آفتاب همه ساقیان هم از رخ خویش — دگر صراحی و نقل و کباب در سایه
هوای گرم تو نازک بدن مرحبا نان — بنوش با من صهبای ناب در سایه
چو پای بند تو شد جان در آفتاب مگرد — مسوز جانم و باز آشتاب در سایه

پیشتر از جنبش ایں دار و گیر ‌ ‌ ‌ باعث (برانگیزندہ) بود مرا در ضمیر

کم ز چہ[1] رو دست بر آں در شود ‌ ‌ ‌ کیں شرفم زود میسّر شود

در سبق ارشاد قدم پیش راند ‌ ‌ ‌ ایں سبقت باورقم باز خواند

آمدم اینک بہزاراں نیاز ‌ ‌ ‌ تا کنم ایں دیدہ بروے تو باز

بود بسے پرسشِ شاہ زمن ‌ ‌ ‌ کامدن از خود طلبی یا ز من

من بدرِ شہ بسر آیم دواں ‌ ‌ ‌ چوں پسراں بر پدراں بیگماں

لیک مرا پایہ نو یافت پاے ‌ ‌ ‌ گلبن نو بہ کہ بجنبد ز جاے

لیک خداوند سریر و کلاہ ‌ ‌ ‌ بود ہمہ وقت براورنگ شاہ

مملکتش ضبط و جہاں زیر دست ‌ ‌ ‌ ہرچہ کند باک نہ از ہر کہ ہست

شرط چناں ست کہ در بحر و بر ‌ ‌ ‌ چشمہ کند بر لب دریا گذر

لیک سزد گر شہ دریا نشاں ‌ ‌ ‌ بر سر ایں چشمہ شود درفشاں

شاہ چو فارغ شد ازیں گفت و گوے ‌ ‌ ‌ کرد رواں عارض فرزانہ خوے

عارض دانا و کیومرث شاہ ‌ ‌ ‌ سوی شہِ شرق گرفتند راہ

زاب گذشتند و بسلطاں شدند ‌ ‌ ‌ چوں گل و بلبل بگلستاں شدند

حال بگوشِ شہِ کشور رسید ‌ ‌ ‌ کز چمن آں میوهٔ دلبر رسید

رفت و براورنگ سکندر نشست ‌ ‌ ‌ وز صفِ پیلاں سدِ یاجوج بست

---

[1] مرا از چہ نوع و صورت دست براں در شود ۱۲

جنس دگر ہرچہ تواں برد نام | وانچہ کسش نام نداند تمام

ساختہ کردند ز ہر جنس صد | وز درو یاقوت بروں از عدد

داد بشہزادہ کہ بر حد رساں | خدمت من خدمتے خود رساں

دید کہ آں طفل وحشی خرد سال | رمز بزرگاں نشناسد بحال[١]

تو زک آں عارض سبزانہ را | خواند و تہی کرد نہاں خانہ را (شتاب)

ہرچہ ز کاؤس شنید از نہفت | پاسخ آں را بنہاں باز گفت

کانچہ دل شاہ بداں مائل ست | رائے مرا نیز ہماں در دل ست

دل نہ زکیں کرد روانم بہ تو | کارزو آورد کشانم بہ تو

تن بوفا گرچہ کہ حائلے[٢] نبود | دل ز تمنائے تو خالی نبود

ورنہ تو دانی کہ بشمشیر تیز | کس نکند باپدر خود ستیز

ظاہرم ار نقش خلافی گذشت | باطنم از حد وفا بر نگشت

ایں نہ خلاف تو پسندیدہ ام | مصلحت ملک چناں دیدہ ام

تا چو شوم با تو مخالف بپوست | دشمن تو باز شناسم ز دوست

جلوہ کنم از ہمہ رو آں جمال[٣] | تا ز ہر آئینہ چہ بینم خیال

دوست بود راہ بہ نیکی برد | دشمن از اندیشۂ بد نگذرد

آرزوے من کہ گذر بر تو کرد | مہر من ست ایں کہ اثر در تو کرد

---

[١] فی الحال ۱۲ [٢] آراستہ ۱۲ [٣] این جمال مخالفت ۱۲

کرد چو نوازش بدل دیده جاے | گاه سرش بوسه زد و گاه پاے

مهر جگر گوشه ز سر تازه کرد | جنبش خوں راز جگر تازه کرد

گاه ز رحمت بکنارش گرفت | وز سر تا پا بنثارش گرفت

گاه بیاقوت لبش داشت هوش | کرد پر از لولوے ناسفته گوش

روے ورا آئینهٔ ملک خواند | آئینه را بر سر زانو نشاند

دید از آں گوهر نیکوے خویش | ز آئینهٔ زانوے خود روے خویش

بس که مبارک نظر تاجور | ماند به نظارهٔ لولوے تر

دیده زمانے ز رخش بر نکرد | میل بآیندهٔ دیگر نکرد

در رخ آں دیده همی دید شاه | هیچ نمی کرد بعارض نگاه

عارض از آئین ادب پروری | بود کمر بسته بخدمت گری

تا نظر شاه بر آں سو نتافت | خدمت عارض محل عرض یافت

تحفهٔ شاهانه که با خویش برد | کرد نمودار و بخازن سپرد

هدیه چو از ره بگراں برد رخت | گشت سخن تازه ز اسرار تخت

مرد خردمند پسندیده هوش | ریخت ز لب هر چه درآمد بگوش

شاه بر آں مژدهٔ شادی فزاے | هیچ نگنجید ز شادی بجاے

داد بعارض ز قباهاے خاص | نادره چرخی[۵۱] همه زرّ خلاص

---

[۵۱] جنسے از جامه ابریشمی ۱۲

چتر برآمد ز دو سو یکسره | ساخته شد میمنه و میسره
بار گہر داد کیانی درخت | پیش ستادند بزرگان تخت
فرشش کشادند تتق بر زدند | پردهٔ دہلیز بر اختر زدند
ساخته شد پرهٔ پیلان مست | صف جنیبت ز دو سو راه بست
مفرد[1] کژ بند کله کژ نهاد | راست به پیرامن داخل ستاد
پایک هندی معلق زنی | در صف خود گشته به تیغ افگنی
شعشعهٔ تیغ فلک تاب گشت | چشمهٔ خورشید ز سهم آب گشت
گر مگسے زد بسر تیغ پر | شعشعه در پر مگس کرد اثر
کارگزاراں همه رفتند پیش | سجده کناں پیش خداوند خویش
پیش عناں بانگ روا روز زدند | سکهٔ نو بر درم نو زدند
رفت خراماں ملک ارجمند | تا درِ دہلیز به پشت سمند
چشم چو بر گلشن بختش فتاد | گشت پیاده چو گل از پشت باد
روے چو گل سود به پشتِ زمیں | گشت زمیں پر سمن و یاسمیں
آمد از او رنگ بزرگی فرود | دست بگل در زد و گفتش درود
برد و بالاے سریرش نشاند | و ز مژه بر ماه گہرے فشاند
خون خودش دید بجاں درکشید | خون خود از دیده رواں برکشید

---

[1] مفرد کژ بند سپاہی که در حفاظت پادشاه باشد و در زیر حکم کسے نبود ۱۲

ساقی خورشید وش و ماہ چہر | دَور ہمی کرد چو مہ بر سپہر
شاہ ز ہر مے کہ بکف برگرفت | جام زکف در دُرد گوہر گرفت
جام ہمی داد بخورشید و ماہ | زہرہ ہمی رفت ز دو رش براہ
زخمۂ قانون کہ ہمی کند تار | بود از و در رگ جاں خار خار
مجلسے از خلد بریں تازہ کرد | شاہ ز طوبیٔ فلک آوازہ کرد
تا ابدش بادۂ خوش باد نوش | نغمۂ طنبور نشاطش بگوش
ایں غزلم گرچہ ندارد محل | مشکل من از کرمش گشت حل

غزل

وہ کہ اگر روے تو در نظر آید مرا | پیش ز خورشید و ماہ رونما ید مرا
بستۂ تست ایں دلم با دگرانش مبند | کاش کہ با دیگراں دل نکشاید مرا
روے نما شد ز اشک چہرۂ من تا ہنوز | از تو چہ خونابہا رونماید مرا
خون مرا آب کرد گریہ کہ در خدمتت | بیشتر از من دو دو ہیچ نیاید مرا
دل بشنیدم کہ دوش لعل تو بوسید و مُرد | پیش چنیں مردنے زیست نشاید مرا
جان من آں روز رفت کم رخت آید پیش | یا رب کایں روز بیش پیش نیاید مرا
سینۂ خسرو ز تست آئینۂ زنگ خورد | مصقلۂ وصل کو تا بزداید مرا

داد بشهزاده کیومرث نیز — تحفهٔ آں ملک ز ہر گونہ چیز

یافته چندیں گہر از در و لعل — دشت نوردانِ بزر بسته نعل

پیل بسے زیر عماری زر — بارِ عماری همه گنج و گہر

وعده چناں رفت که فردا پگاه — جنبش خورشید شود سوے ماه

منزلِ سعدین شود برج تخت — مجمع بحرین شود روے بخت

از دو طرف بخت مطرف شود — وز دو طرف تخت مشرف شود

گشت مقرر چو قراری چناں — سکه چو زر شد ز عیاری چناں

خرّم و خوش عارض و فرزند شاه — باز نوشتند سوے خانه راه

حال نمودند بدارا ے ملک — کاب درا فزود بدریاے ملک

کار که اقبال خداوند خواست — شد همه ز اقبال خداوند راست

وعده بفرداست ملاقات را — ساخته شد رسم مراعات را

شاه بفرمود بفرمانبراں — ساختن برگ و نوالے گراں

از تحف و خدمتی و یادگار — گوہر و یاقوت ز بهر نثار

کانچه ببایدهمه یکجا کنند — جمله بترتیب مهیّا کنند

کار چو بر کارگزاراں گذاشت — خودمی و شادی و طرب پیش داشت

جام همی خواست ز ساقی مدام — تا فلک از دور فرو برد جام

ساغر خور چوں بزمیں داد تف — کرد پُرا ز دُرِّ قدح شب بکف

روز چو آخر شد و گرما گذشت | چشمۂ خور خواست ز دریا گذشت
تاجورِ شرق بر آهنگِ آب | کرد طلب کشتیِ گردون شتاب
پیش کشیدند بهشتی سُتُرگ | سدره و طوبی بمحل کرده صرف

صفتِ کشتی و دریا بیانِ کشتی

موج دریائے کہ رفتہ ز کراں تا بکراں

ساختہ از حکمت کار آگہاں | خانۂ گردندہ بگرد جہاں
نادرۂ حکم خدائے حکیم | خانہ رواں خانگیانش مقیم
اہل سفر را ہمہ بر وے گذر | ہمرہ او ساکن و او در سفر
گاہ روش ہمرہ او گشتہ آب | آبلہ در پاش شدہ از حباب
جاریۂ ہند زبانش سلیم | حامل چندیں بچہ لیکن عقیم
عکس کہ بنمود بآب اندروں | کشتی خصم ست کہ بینی نگوں
ماہ رسن بستہ چو دلو استوار | یافتہ در خانۂ ماہی قرار
ماہ نوے کاصل وی از سال[1] خواست | یک مہ نو گشتہ بدہ سال راست
گشتہ گہ سیر ہلالش زبوں | عکس ہلال ست بآب اندروں
صورت آں تختہ کہ بد بے بہا | عین چو ابر و شدہ بر چشمہا

---

[1] سال نام درخت کہ از وکشتی وغیرہ سازند و از ہلال مراد کشتی ۱۲

اتصالِ مہ و خورشید و قرانِ سعدین

چرخ گرد انست بگردِ سراپیاں گرداں

گشت چو دریاے سپہرآبگوں | داد رواں چشمۂ خود را بروں
کشتی مہ سوے کراں[1] ساز کرد | چشمۂ خورشید بدو باز کرد
شب کہ بکف داشت دُرِ شاہوار | کرد براں چشمۂ و کشتی نثار
شاہ در آں ناحیہ کاوّل نشست | دستگہے دید درو تنگ دست
از چپ و از راست نظر برگماشت | تخت دو جمشید مسافت نداشت
شہ ز زبر دست عوض کوچ کرد | سوے فرودست برآورد گرد
پیشترک شد قدرے زاں سواد | نصبِ علم را رقمِ فتح داد
دَورِ سراپردۂ سیّارہ ساے | برلبِ آبِ سرو شد بپاے
در محلے کاب رواں تنگ بود | گرچہ کہ پہناش بفرسنگ بود
تا بگہ عبرۂ آں شاہ شرق | زود ترے سیر نماید چو برق
تاجور آں سوی خود از جای خویش | آمدہ بد پیشتر از شاہ بیش
گرد سراپردہ مقابل بلند | منتظر دیدن آں ارجمند
شاہ ہمہ روز متاعے کہ خواست | جملہ بترتیب ہمی کرد راست

---

[1] کراں بمعنی کنارہ ۱۲

تختہ تپے حرف گرفتہ بکش — یاد برآب از ہوش حرف کش
تختہ نشد پیشِ معلم درست — طرفہ کہ صد تختہ بیکبار شست
دست چو در آب فراز افگند — آب بدست آرد و بازافگند
ہمچو جواں مرد کش آید بدست — سیم فراواں و نپاید بدست
لطمہ زناں بر رخِ دریا بزور — آب ازاں لطمہ بفریاد و شور
دیدہ دل و دست خداوند خویش — بر رخ دریا زدہ صد لطمہ بیش
تا عملِ بحر شدش مستقیم — آمدہ از عبرہٴ دریاش سیم
پیشہٴ ملاح در دشیم پاشش — تیشہٴ نجار ازو در خراشش
مرکب بحری زسفر گشتہ چوب — بر طرف بحر شدہ پاے کوب
بگذرد از آب سوارش بخواب — غرقہ نگردد چو سوارانِ آب
در تہ او آب سبک خیز نیست — گرچہ کہ صد نیزہ بود تیز نیست
جوے کہ بگریست تر و آب دار — گاہ لبش گیرد و گاہے کنار
ہر کہ پے آب بروشد سوار — آب گذارد چو بگیرد کنار
دررہ بے آب نداند شدن — کیست کہ بے آب تواند شدن
خاک نخواہد کہ غبار آورد — تیرگیِ دیدہ ببار آورد
آب اگر گرد بگردد برش — ہیچ زگرداب نگردد سرش
با سبکی بار تواند کشید — از سبکاں بار کشیدن کہ دید

لیک جزیں فرق ندانم کنوں　　کوست سرافراختہ ابر نگوں

ابروے او دادہ بہ چشم نور　　چشم بد از ابروے نیکوش دور

ہمچو کماں پر خم و تیر از میاں　　تیر تا دست و کمانش رواں

راہ نخواہد بمدارا شدن　　راست چو تیرے بگذارا شدن

او برسد تیر فلک را باوج　　تیر بہ تیرش نرسد گاہ موج

تیر دو گرچہ کہ بپیش افگنند　　پس قدش گرچہ کہ پیش افگنند

پیشتر از مرغ پرد در کشاد　　پیشتر از باد رود روز باد

وقت دو منزل بدمے بل دو چند　　بار سن و سلسلہ و تختہ بند

بستہ بزنجیر مسلسل دراز　　بحر رواں زو شدہ زنجیر ساز

یک زدن چشم کہ بینیش پیش　　تا بزنی چشم نہ بینیش پیش

بر پرواز جاے نہ جنبیدنی　　نیست دریں ہیچ پرانیدنی

ہمچو کلنگاں بہوا سر فراز　　پر چو حواصل زد و سو کردہ باز

مرغ کہ آں از پر چوبیں پرد　　طرفہ بود لیک نہ چندیں پرد

ہر طرفش رہ بشتابے دگر　　ہر قدمش سیر بر آب دگر

از تگِ طوفاں شکنش در شتاب　　معجزِ نوح آمدہ بر روے آب

گرچہ ز دریا گذرد بیش و کم　　آب نباشد مگرش تا شکم

دیدہ شب و روز بسے گرم و سرد　　رفتہ بہر سو ز پے آب خورد

صبر ہمی خواست نمی آمدش | گریہ نمی خواست ہمی آمدش

بود ازیں سوے معزِّ جہاں | ساختہ بر جاے ادب چوں شہاں

چوں کہ درآں شیفتۂ خویش دید | شیفتہ تر شد چو ازو بیش دید

پیش شد از دیدہ نثارش گرفت | شہ بدوید و بکنارش گرفت

تشنہ دو دریا بہم آورد میل | تشنۂ و از دیدہ ہمی راند سیل

یکدگر آوردہ در آگوش تنگ | ہر دو نمودند زمانے درنگ

چوں گل و غنچہ کہ جہد از خزاں | دور نشد آں ازیں و ایں ازاں

جاں بدو تن بود یکے از نخست | صورتِ تن نیز یکے شد درست

قدِّ دو فرقد کہ بہم باز خورد | کارِ دو رویہ ہمہ یک رویہ کرد

چرخ بکف کردہ طبقہاے نور | فاتحہ می خواند پریشاں ز دور

از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند | ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند

گفت پسر با پدر اینک سریر | جاے تو من بندۂ فرماں پذیر

گفت پدر با پسر ایں خود خطاست | ہم بتو ایں پایۂ دولت سزاست

باز پسر کرد بگوشش خطاب | کاے مہ ازیں منزلِ خود رو متاب

باز پدر گفت کہ ایں ظن مبر | کز پسر افسر برباید پدر

باز پسر گفت کہ بالاحترام | کز تو بود پایۂ تخت تو نام

باز پدر گفت کہ ایں جاے تست | کز تو شود سکۂ نامم درست

موج گران یافت سبک بر رود — ار چه گران گشت سبک تر رود
گرچه که ده سال بریدا ز درخت — هم تهی از بار نگشت این بخت
طرفه درختیست نمودار او — کادمی و اسپ بود بار او
شاه دران خانهٔ چوبین نشست — وز پل چوبین همه دریا ببست
آب شد از بحر روان تخته پوش — کرده ز هر تخته معلم خروش
موج سوی جاریه می برد دست — پیل سیلیش همی کرد پست
نعرهٔ ملاح که می شد باوج — بر تن خود لرزه همی کرد موج
سلسلهٔ موج ز دامی که بافت — ماهی ازان دام خلاصی نیافت
بس که بجوشید زمین همچو دیگ — آب روان تشنهٔ گل شد بریگ
آب ازان غلغل ز اندازه بیش — گردنی گشت بگرداب خویش
کشتی پوینده که چون تیر بود — بود بجائے که زمین گیر بود
وز خله[۱] پشت کشف ناتوان — داشت بسے رخنه ببرگستوان
عکس رسنها که فرو شد بآب — بست بپهلوے نهنگان طناب
کشتی شه تیزتر از تیر گشت — در زدن چشم ز دریا گذشت
راست که شه بر لب دریا رسید — گوهر خود بر لب دریا بدید
خواست که از سوز دل بیقرار — برجهد از کشتی و گیرد کنار

---

۱ یعنی از خلش خله (پتوار) بر پشت کشف رخنها مثل برگستوان (جهالر) اسپ پیدا شده بودند ۱۲

دو ولیاں ہر طرفے بستہ صف | کردہ طبقہائے جواہر بکف
لعل و زبرجد کہ برآمیختند | بر دو سر افراز ہمی ریختند
تودۂ لعلی کہ بہر گوشہ بود | رُوئے زمیں پُر ز جگر گوشہ بود
زاد تو گوئی ز زمیں زرّ و سیم | حاملہ شد خاک ز دُرِّ یتیم
چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کرد | زاں شرف آفاق پر آوازہ کرد
گفت کہ امروز بس است ایں قدر | روز دگر جلوۂ ملکِ دگر
شکر خدا را کہ رسیدم بکام | کامِ دلِ خویش بدیدم تمام
زیں نمط از کام چو دمساز گشت | فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت
رفت پدر کشتیِ مقصود راند | باز پسر بحر بکشتی نشاند
کرد طلب کشتیِ دریا نشاں | کشتیِ زر داد بدریا کشاں
سیل رواں کرد محیطِ شراب | تا بلب آمد ہمہ را جوشِ آب
غوطہ خوراں دید ز سر برگذشت | کیست کہ جز شاہِ جہاں برگذشت
ہوش بگردابِ قدح در فتاد | داد ہمہ رختِ ادب را بباد
عقل شد از بہر کشیدن ز دل | او ہم ازاں قعر نیاید بدل
چنگ ز گیسوے سیہ دام یافت | گرچہ در افگند نشانی نیافت
عقل اگر شد بقدح ناپدید | عقل عقیلہ ست نیاید کشید

لہ بحر کنایہ از شراب و کشتی از جام ۱۲

باز پسر گفت کہ برشو بتخت / کایں محل از بہرِ تو آراست تخت

باز پدر گفت کہ اے تاجدار / تخت ترا بہ کہ توئی بختیار

دیر بماندند دریں گفت و گوے / پاے کسے پیش نشد پایہ جوے

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش / شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش

گفت کہ یک آرزویم در دل ست / منت لِلّٰہ کہ کنوں حاصل ست

ایں کہ بدستِ خودت اے نیکبخت / دست بگیرم بنشانم بہ تخت

زانکہ بہ غیبت چو شدی بر سریر / من نہ بُدم تا شدمے دستگیر

گرچہ تو محتاج نبودی بمن / کافسر ملکی بسرِ خویشتن

با پسر ایں نکتہ چو لختے براند / دست گرفت و بسریرش نشاند

خود بنعال آمد و بربست دست / ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست

داشت دریں زیر خیالے نہاں / آگہیئے داد بکار آگہاں

کاے دمِ تاں در رہ اخلاص چست / بہ کہ نباشید دریں کار سست

من پدرم صاحبِ تخت و کلاہ / بندہ بریں گونہ شدم پیشِ شاہ

ہر کہ ازیں پایہ والا برد / نسبتِ خدمت ہم ازینجا برد

بُد ستادہ نفسے ہم بجاے / ہم نفسش نیز ستادہ بپاے

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید / شست و فرود آمد و پیشش دوید

چوں خلفاں شرطِ وفا می نمود / خواہش عذرے بسزا می نمود

شد کرهٔ چرخ چو گنبد نمای — نعلِ مه افگند بگنبد ز پای

زردهٔ صبح از طبقِ خاک جست — رفت و بمیدانِ افق بر نشست

شاهِ فلک مرکبِ جوزا ستام — هم شه و هم شاهسواری تمام

جست نهنگانه تگاور به پیش — در دلِ دریا شده از آبِ خویش

رفت امیرآخور و آورد زود — هرچه در اطرافِ جهان باد[۱] بود

پس که پر از بادِ روان گشته دشت — مرکزِ خاکی کرهٔ باد گشت

وصفِ اسپان که ز سرعت بخروج و بدخول
نتوان خارج شان گفت نه داخل چو جال

تیزتگانِ همه تازی نژاد — چون دمهٔ آتش و انبانِ باد

گرد سُرینے همه گردن دراز — تا به فلک گردنِ شان سرفراز

تیزتگِ گوش چو پیکان پدید — بر سرِ یک تیر دو پیکان که دید

سر چو مه افراخته بر اوجِ مهر — ساخته از چشم چراغِ سپهر

از هنر آراسته پا تا بفرق — گاه روش ابر و بجستن چو برق

در گله بے دست زدن جسته زن — کوفتنِ پا بطرق کرده فن

نازکنان در صفتِ نازکی — زخم نخورده گہے از چابکی

---

[۱] امیرآخور امیرِ اصطبل و از باد مراد اسپان ۱۲

عاقلِ دولت کہ مبادا ش نقل — باد سرافراز جہانی چو عقل
بادہ کہ از عقل رباید چراغ — تا ابدش عقل فزائے دماغ
چنگی او عقل فزائے جہاں — عاقلۂ عیش و نشاط شہاں
این غزل از تار ترنم سرائے — در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

غزل

خرّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد — آرزومند نگارے بہ نگارے برسد
دیدہ بر رُوے چو گل بندد و نہ بود خبرش — گرچہ در دیدہ ز نوکِ مژہ خارے برسد
تن چو بنیش کہ بر سیلِ مژہ کشتی راند — از پسِ قطعِ سواحل بکنارے برسد
لذتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند — جانِ بیکار شدہ باز بکارے برسد
گرچہ در دیدہ کشد ہیچ غبارش نبود — ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد
اے خوش آں تلخیِ پاسخ کہ دہد بعد از ہجر — کہ خمارے شکن از بہر خمارے برسد
لذتِ وصل ندانند مگر آں سوختہ — کہ پس از دُوریِ بسیار بیارے برسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آں مُرغِ اسیر — کہ خزاں دیں بود و پس بہارے برسد
خسرو آ یارِ تو گرمی نرسد خود می پوے — بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ آرے برسد

ذکر دراسپ فرستادنِ سلطان آیدہ
ہم براں گونہ کہ در باغ وزد بادِ دزاں

کاسهٔ سُم از طبق[۱] آزاد گشت — گرد بصحنِ زمین آشامِ[۲] دشت

باد گرفت اسپِ کسان ابسو — وز رهِ شان رفت بصحرا خسو

گرچه که زاده شده پابند پاے — هم گهِ تنگ مانده[۳] صبا را بجاے

برسرِ نُه چرخ بود جاے شاں — گر نه بود بند بهر پاے شاں

پیکرِ آن راه نوردانِ پاک — بادِ مجسم شده بر روے خاک

بر سرِ بدخواه رواں تر شده — وز سبکی دیده درون در شده

صورتِ شاں از روشِ دلپذیر — وهمِ مصوّر شده اندر ضمیر

گشت چو سیّاره منازل سپر — ماه سبک سیر شده نعل زر

زال مه ره یافته در برجِ باد — باد بسے گرد بسیّاره داد

جوششِ کمیت از سرِ میدانِ شاه — مست همی کرد کساں را براه

شکلِ سیاهانِ[۴] سر افراخته — آتشے از دودِ سلب ساخته

آتشِ سوزاں که ز تابِ وجود — هم ز تنِ خویش برآورده دود

تیزیِ خنگانِ محیط آزموں — آب ببرد از فلکِ آبگوں

گنبدِ شاں کرده فلک را خراب — گنبدِ آبی شده بر روے آب

سوسنیاں[۵] خوش فش و نرگس دماں — وز دمِ شاں نرگس و سوسن دماں

---

۱ طبق نام بیماری که در سُمِ اسپ می باشد ۱۲ — ۲ اے زمین را می نوردیدند ۱۲

۳ گزشته بودند ۱۲ — ۴ اسپان مشکی ۱۲

۵ سوسنیاں۔ اسپاں برنگ سوسن و فش موے عیال۔ دماں معنی دمنده ۱۲

کبکِ خرامنده بصحنِ سرای   کبکِ روان ابرده زاغ پاے

هیکلِ شان گرم چو آتش گہے   آتشِ شان چوب نخورده گہے

کوه گران لیک گران سنگ نی   یک تگِ شان جز لبهٔ فرسنگ نی

سنگ دران کوه شان ناپدید   کوه که بے سنگ بود کس ندید

ز آتشِ خود گرم روان ہمچو تیر   سوخته شد کرهٔ گرمِ اثیر

از تگِ شان کان دهِ صرصر زده   باد بدیوار بسے سر زده

سرعتِ شان از تگِ شان بیشتر   گاهِ تگ از خود قدمی پیشتر

وز رهِ جولان بفلک راهِ شان   سنبلهٔ چرخ چراگاه شان

بے سمِ شان کوه نیارد خمید   بے تگِ شان فتح نیاید پدید

پا نه نهاده بزمین هیچ جاے   بر سرِ گردون شده جولان نماے

کرده هوا در تهِ ایشان زمین   پا ننهاده بزمین جز جبین ها

آبِ روان از پئے صحرا بگشت   بادِ صبا از پئے گلگشتِ دشت

گه بلگد خشتِ زمین بشکنند   گاه بیک جست دو گنبد کنند

از لگدِ پا که بیک بے فشرد   خرگهِ بر نه کره[1] را کرد خرد

چون سمِ شان لرزه بگیتی فگند   کرهٔ ناکند زمین را بکند

گاه روشِ زان سمِ گیتی نورد   از کرهٔ خاک برآورد گرد

---

[1] خرگہ بر نُه کره - آسمان ۱۲

بسته بریشم گهرِ مهره دار — مهره نگویم که دُرِ شاهوار

شاه چو در مهرهٔ شاں چشم داشت — چید یکے از صد و دیگر گذاشت

گرچه همه مهرهٔ شاں چیده دید — عاقبت از گوهرِ شاں مهره چید

کرد گزیں زاں همه گردونگاں — پنج هزار و صد و پانصد یگاں

داد بدانا که برایں نزد شاه — عذر قدم زآمدنِ وے بخواه

وعدهٔ امروز فرازم رساں — جان بجنابش برو بازم رساں

رفت پذیرنده و آں هدیه برد — خدمتیے خاص بخدمت سپرد

خواهشِ عذرے که به پنهانش بود — کرد بفرمان دهِ فرمانش زود

داورِ دولت که دراں یاوری — دید ز دارائے خود آں داوری

سکهٔ مهرے که عیارش نمود — گرچه یکے بود هزارش نمود

داد بآرنده لباسے عجیب — قیمتی و در همه عالم غریب

سُرخ نطاقی همه از لعل ناب — لعل که خورشید ندیده بخواب

از پئے شه چند طرائف دگر — طُرفهٔ اطراف همه بحر و بر

وعده چناں رفت که هنگام شام — جلوه کند مهر بماهِ تمام

مرد سخن سنج کزاں سلک دُر — کفِّ خود و کفّهٔ خور یافت پُر

آمد و بکشاد ترازوے راز — نکتهٔ سنجیده بسنجید باز

شاه بفرمود مفرش کشاں — زینتِ فرش و تتق زرفشاں

چالِ زگلرنگ تر انگیخته | باد صبا را بگل آمیخته
پشتِ قله از خطِ مشکینِ خویش | سبقِ هنر داده صبا را بپیش
زردهٔ شان چون زرِ قیمت فزای | گرچه نه بیجاده ولی کهربای
خنگِ مگس دشت خورد کاسه سم | هر مگس کرده مگس ران ز دم
لیک چه راند ز مگس کز سرین | خواست بلغزد مگس اندر زمین
ابرشِ شان ابر تگ و برق تاب | برقِ فلک سرعت و ابرش خطاب
در تگِ شان گاه کشادن ز بند | گم شده این ابلق دندان بلند
ابلقِ شان از بیاض و سواد | خامهٔ نقاش نشانی نداد
دهر شد از نسختِ شان ناامید | گرچه بسی کرد سیاه و سپید
صورتِ شان خامه نداند نبشت | باد صبا را که تواند نبشت
از تگِ شان گر بنویسم سخن | باد رباید قلم از دستِ من
مه ز پیِ آخور آن مهوشان | ساخته خرمن برهِ کهکشان
کارگزارِ عملِ پایگاه | می گذرانیدگان پیشِ شاه

---

۱ چال - اسپی که سرخ رنگ باشد ۱۲ ۲ قله اسپ که رنگش مائل بزردی باشد ۱۲
۳ در لفظ بیجاده و کهربای صنعت ست بلیغ که او هم جوهریست بمعنی بی راه و کهربا هم جوهریست بمعنی خون خورنده کاه ۱۲
۴ خنگِ مگس اسپ سفید که بر آن نقطهای سیاه باشند ۱۲
۵ لیک چه راند - الخ - یعنی اگرچه دم آن مگس ران ست مگر مگس را چه گونه راند که از فربهی و چربی مگس از سرین او می لغزد و بر زمین می افتد ۱۲

من از آرزوت مردم دلت ار چه نیست با من — بتکلّف ار تو دانی شب آرزوی من کن
منم و دلی دو در دی ز غمت چو نا توانان — بزکوٰة تندرستی گذری بسوی من کن
همه بوی عود نبود که برغبتش بسوزی — دل سوخته است رغبت قدری ببوی من کن
اگر این ست رسم خوبان که بمو نهند دلها — دل من بیار و جایش تن چو موی من کن
بدو زلف طوق داری نه یکی که صد کمندم — وگرت هزار باشد همه در گلوی من کن
ز شکنج زلف مشکیں چو نهی بدوش چوگاں — بفدای حالگاهش سر همچو گوی من کن
تن خاکیم لبالب همه پر ز خون ست از تو — لب خویش را تو ساقی ز سر سبوی من کن
بکران مشو ز خسرو که چنیں بدست خویم — نفسی بیا و بنشیں بد خو نکوی من کن

صفت آں شب با قدر که تا مطلع فجر

نزد آں روح ملک برد سلام یزداں

شب چو بیاراست سر سپهر — گشت مکلّل تتق ماه و مهر
یافت فلک پرده گوهر نگار — رشته شب از پئے آں پود و تار
چرخ بهر زاویه شمع سوخت — خاک بهر خانه چراغے فروخت
طاق سما کرد چراغ آشکار — طاق یکے بود چراغش هزار
دهر شد از دود معنبر دماغ — کم نه بود دوده چندیں چراغ
سرمه بود از در و گردوں برار — از در سیاره شده سرمه سار

هر همه در حجلهٔ بار آمدند | بار کشادند بکار آمدند
نصب شدا در نگِ زر از پیشگاه | پایه بپایه بسر او تا بماه
تاجِ مرصّع که در آویختند | یکسر از آبِ گهر آمیختند
بود تتق جمله ز زر یافته | پردهٔ درها ز گهر یافته
پردهٔ دیوار ز یاقوت بود | کلّهٔ بالا ز زمرد نمود
فرشِ زمیں بود مسلسل بزر | در تهٔ آں خاکِ زمیں نقره گر
هر که در آمد بچناں منظری | صورتِ خود دید ز هر گوهری
یک تنه ز و شد بتصوّر هزار | بیں که هزار ارش حسِ نمود اشمار
شاه در آں خانه در آمد بتخت | آئینهٔ دید نمود ارِ بخت
خانه از و شد همه صورت پذیر | با همه تصویر نبودش نظیر
خواست ز ساقی مے آئینه فام | دید در و صورتِ خود را تمام
گشت سکندر که ز گنجینها | داد زر و کرد نو آئینها
با دلِ آئینهٔ اسکندر رشش | با دل گلرنگ صفا پرورش
داد مرا ایں غزل اندر خیال | بر دلِ چوں آئینهٔ او جمال

غزل

زسرِ کرشمه یک ره گذرے بسوے من کن | بغنایتے که دانی نظرے بروے من کن

کرمکِ شب‌تاب بصحنِ جهان ‌ ‌ ‌ همچو شرارا ز سرِ آتش جهان

چرخِ کمان شکل به تیرِ شهاب ‌ ‌ ‌ شانده پرِ زاغ بپرِ عقاب

تیرِ شهاب از دلِ اختر گزشت ‌ ‌ ‌ روشن ازین هفت سپر در گزشت

آتشِ خورشید که گرمی نمود ‌ ‌ ‌ ز آتشِ او چرخ برآورد دود

روز ز دریاے فلک شست دست ‌ ‌ ‌ چشمۂ خور در تہِ دریا نشست

طرفه که خورشید چو در شد بچاه ‌ ‌ ‌ گشت روان زورقِ زرینِ ماه

در شده آن چشمۂ روشن بچاه ‌ ‌ ‌ خونِ شفق سرخ شد آنگه سیاه

پرتوِ خورشید کند از عمل ‌ ‌ ‌ سرخیِ خون را بسیاهی بدل

بلکه چو خورشید شد آتش فشان ‌ ‌ ‌ زود دهد از رنگِ سیاهی نشان

طرفه که خورشید چو رو در کشید ‌ ‌ ‌ روے زمین گرد سیاهی پدید

خور چو شود تافته از تابِ وے ‌ ‌ ‌ روے پر از قطره نماید ز خوے

طرفه که چون تابشِ خور شد نهان ‌ ‌ ‌ گشت پر از قطرۂ رخ آسمان

تا ندهد آهوے مشکیں عطا ‌ ‌ ‌ هست طلب کردنِ مشک از خطا

طرفه که گم گشت چو آهوی مهر ‌ ‌ ‌ مشک فشان گشت بگیتی سپهر

قرصۂ خور تا بسرِ خوان بود ‌ ‌ ‌ خلق برو آخته دندان بود

طرفه که چون قرصِ خور از خوان فتاد ‌ ‌ ‌ چرخ لبالب همه دندان کشاد

مست شده از قدحِ دَورِ مهر ‌ ‌ ‌ بر زمین اُفتاد ز روے سپهر

چرخ که شد حقهٔ او سرمه زاے | سنگ ندارد ز چه شد سرمه ساے
دیدهٔ انجم بسیاهی درون | دیده درون ماند سیاهی برون
ریخته از شیشهٔ گردون مداد | مجمرهٔ گل شده زد پُر سواد
جوهریِ شام بسود اگری | کرد گهر پیش کشِ مشتری
گاوِ فلک ریخته عنبر براه | گاوِ زمیں ساخته پر چشم سیاه
طاسِ فلک شد علمِ زنگار | روئے زمیں شد ز علم سایه دار
از نمِ شبگیر که هر سو فتاد | کوسِ سحر هیچ صدای نداد
ادهمِ شب گشته به تندی روان | پُر ز جلاجل شده برگستوان
گرچه هوا پُر ز جلاجل نمود | هیچ طرف بانگِ جلاجل نبود
چرخ یکے حلقهٔ انگشتریں | بر سرِ یک حلقه هزاران نگیں
خوانِ فلک پُر ز نگینهائے زر | زرد چو زنبور بر آورده سر
زاں همه زنبور که از نور بود | پردهٔ شب[١] پردهٔ زنبور بود
خوشهٔ[٢] چرخ از علفِ خانه خیز | بهرِ خروسانِ سحر دانه ریز
بود خروسِ سحر اندر عدم | ورنه چرا دانه نمی گشت کم
مرغِ شب آهنگ نوا گر شده | نغمهٔ زیرش بهوا بر شده
شپرکِ از بس که ببالا پرید | مرغِ مسیحا بمسیحا رسید

---

١ از پردهٔ زنبور مراد سقف زنبورست که سوراخ داری باشد ١٢ ٢ خوشهٔ چرخ برج سنبله و خروسان صبح یا ملائک و دانه ها ستاره ها ١٢

ساختہ از دود مداوی زسر
داده به پروانه سوادی زسر

بس کہ گزیده شده از زخمِ گاز
داده سرِ خویش گزیدش براز

زاں ہمہ نیشے کہ ز زنبور خورد
عاقبتش سوختن آغاز کرد

صفتِ نورِ چراغ کہ اگر پرتوِ او نبود در دلِ شب کور بود پیر و جواں

گشتہ رواں خانہ بخانہ چراغ
آتشِ او در دلِ شب کرده داغ

گرم دماغ آمده در ہر وثاق
بینیش از گرم دماغی بطاق

پنبہ دہانی بزبانِ دراز
با ہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز

پنبۂ و آتش شده درد غنش
در تن و نا سوختہ ہر گز تنش

پیش روِ راه ز نورِ بصر
گم شده را در دلِ شب راہبر

تا شب از و نور نیاید پدید
دیدۂ تاریکِ جہاں را ندید

چرب زبانی بدلش گشت جمع
چرب تن و چرب زباں تر ز شمع

شعلۂ او کرد خسے آشوب یافت
صد خلہ از سیخکِ جاروب یافت

تا در ره کرد عیاں دل پذیر
سیخکِ جاروب بر آتش امیر

خس بُرد بینیِ او را بسے
چوں ببرد بینیِ آتش خسے

کرد بچوب آتشِ خود را ادب
وز پے چوب آمده جانش بلب

صفتِ شمع کہ چوں بسرش آید مقراض
در زماں چاک زند پردۂ ظلمت زمیاں

شمع بہر بزمگہی سرفراز — خاصہ ببزمِ شہِ عالم نواز

شمع نہ بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعہ پیوندروز

از ہمہ سو رو و ہمہ روی چشم — نے پلکش دیدہ و نی موی چشم

پاسِ نفس داشتہ تا بامداد — ہر کہ برو زد نفسے جاں بداد

اولِ شب آمدہ عمرش بسر — زیستنش آخرِ شب تا سحر

نادرہ شخصے کہ ز نورِ صفات — زندہ بماند چو سر آید حیات

زندہ شد آتش ز نفس چوں بمرد — و آتشِ تیزش ز نفس جاں نبرد

جانش کہ از سوز رسیدہ بلب — زندہ ازاں داشتہ بسیار شب

چوں دلِ سوزانش ز سر برگذشت — جاں شد و از وے دلِ شب زندہ گشت

شد گہِ صبحِ حیاتش تمام — عمر ز سر یافت بہنگامِ شام

کرد چو مقراض بسویش گذر — بوسہ زدش بر لب و ببرید سر

بس کہ سرِ او شدہ بارِ زباں — کرد سر اندر سرِ کارِ زباں

تیغ رسید و سرش از تن ربود — او بزباں کرد چرا رہ چہ سود

سوز بسر داشت کہ چنداں گریست — تا نبریدند سرش را نہ زیست

ثور گرفته ز ثریا نثار — کوهه کوهان ز گهر زیر بار

ساخته ثور از دبران[١] چشم خویش — کحل جواهر فلک آورد پیش

هقعه[٢] سه سیارهٔ روشن بدور — گشته مثلث چو سه نقطه ثور

هنعه[٣] دو آتش که بیکجا نمود — داغ وی از گردن جوزا نمود

بس که ذراع[٤] اطلس گردون نوشت — پردهٔ اطلس همه پیمود گشت

نثره[٥] چو ابرے شده گوهر فزاے — چار گهر ریخته بر پنج پاے

طرفه[٦] بیک طرف دو چشمش بدید — دیده چنیں طرفه بے چشمے ندید

قلب فلک در طلب جبهه بود — جبهه بقلب آمد و بهجت فزود

زبره[٧] زبر دست شده چون اسد — بهر اسد کرده ز آهن جسد

مهرهٔ صرفه[٨] بدم شیر گم — مهره بسر باشد و او را بدم

---

١ دبران بفتح دال نیز نام منزل ماه است و آن پنج ستاره اند در ثور یعنی فلک براے (دبران) چشم ثور کحل جواهر آورد تا که چشمش روشن شود ۱۲

٢ هقعه سه ستارهٔ روشن در برج جوزا ۱۲ ٣ هنعه بفتحتین نیز نام منزل قمر و آن پنج ستاره اند بر گردن جوزا ۱۲

٤ ذراع گز مراد ماه است یعنی ماه اطلس گردون را در نوشت ۱۲

٥ نثره نام منزل قمر و آن چار ستاره اند در برج سرطان ۱۲

٦ طرفه بالفتح نام منزل قمر و آن دو ستاره اند در یک طرف یعنی ایں طرفه تر است که طرفه دو چشم در یکطرف دارد ۱۲

٧ زبره تراشهٔ آهن و آن ستاره ایست در برج اسد که جسد اسد را مثل آهن مضبوط کرد ۱۲

٨ صرفه نیز ستاره ایست بر دم اسد یعنی ایں عجب ست که مهره بر سر باشد و اسد را بر دم ۱۲

بسته جهان چشم چو گاو خراس | گوش بفریاد ز آواز پاس
کرد عسس بر سرِ هر کو کمین | کیست که جنبد به بساطِ زمین
مردم هر خانه شد از رهگذر | مردمکِ دیده فرو بسته در
موسمِ گرما و تن از خوی بجوش | دیدهٔ مردم ز پلک شقه پوش
شقه گری از پلک آموخته | وز مژه قند ز بگران دوخته
موی بهم کرده مژه داد تاب | دام ز مو بافته از بهرِ خواب
فتنهٔ چشم آمده زان مو بدام | تیغ زبان خفته میانِ نیام
همچو فلک پُر ز ستاره جهان | همچو زمین پُر ز چراغ آسمان

صفتِ سیرِ بروج و روشِ منزلها
که همه کارگزارِ فلک اند از دوران

میرِ منازل[1] همه نزدیک و دور | منزلتی داده فلک را ز نور
قرنِ[2] حمل کرده قران یکدگر | وز حدِ شرطین برآورده سر
بسته حمل حمل بنافِ بطین[3] | زاده سه سیاره به تثلیثِ عین

---

[1] میر منازل - ماه ۱۲ [2] قرن بمعنی شاخ و حمل برج جدی که بصورت برهٔ گوسپند ست شرطین بصمِ شین نام منزلِ اول ماه و آن دو ستاره اند از برج حمل و بجائے دو شاخ آن واقع شده اند ۱۲

[3] بطین بضم با نام منزل دوم ماه که درین مدت ماه در شکم برج حمل می باشد و بطین سه ستاره اند باریک تشکل مثلث بدور باین شکل ۵ ۵ ۵ ۱۲

بلده چناں از نظر آنجا نهی | هست ده ماهے لیک ز مردم تهی
سعد شده ذابحِ بُز در نهاں | از پےِ آرایشِ خوانِ جہاں
سعدِ بُلع[1] در شکمِ بز درون | رفته و آورده دو بچه برون
سعدِ سعود از دو طرف در فشاں | با اثر سعد ز تثلیث شاں
اخبیه[2] با چار حریفِ درشت | دلو کشاں گشت ز بالای پشت
کرده مقدم ز قدم پیش و پس | آب کشِ دلو شده از هوس
دستِ موخر سوے ماهی دراز | در دلِ ماهی شده تاخیر ساز
کرده رشا[3] رشتهٔ پیچاں بدست | در شکمِ حوت در افگنده شست

صفتِ اختر و آں طالع و وقتِ مسعود
که گرفتند دو مسعود بیک برج قراں

زهرهٔ و برجیس بهم بسته جعد | ثور مشرف بقرانِ دو سعد
ماه و ذنب هر دو بیکجا مقیم | مانده ز پشتِ بره مه در گلیم
برجِ دو پیکر ز دو رو پر ز نور | دیدهٔ اختر ز درش مانده دور
شاهِ کواکب شده کرسی نمائے | کرسی او کرد فلک پنج پائے

---

[1] سعد بلع دو ستاره اند در برج دلو و میاں آں هر دو یک ستارهٔ دیگر ست که آں را مبلوع گویند ۱۲
[2] اخبیه یعنی خیمه ها دنام منزل و آں چار ستاره اند و سختی آنها باعتبار نحوست ایں منزل ست یعنی دلو ۱۲
[3] رشا نام منزلے ست و آں ستاره است بشکل رسنِ دلو ۱۲

پنج گہر یافتہ عوا[١] بزیر | پنجۂ شیر آمدہ بر رانِ شیر
رمح[٢] سماک از حدِ تیر آمدہ | رفت بمیزان و ترازو شدہ
غفرہ[٣] چو سطرے کژ و روی سہ حرف | راستی اندر خط میزانش صرف
شکل زبانا[٤] بحسناں دو اوری | بر سرِ عقرب بزباں آوری
عقرب از اکلیل[٥] سہ گوہر بپیش | بر سہ گہر سفتہ بیک زخمِ نیش
رُسے چو بکشاد مہ مہر جوے | قلب[٦] شدہ عقرب و پوشیدہ روے
شولہ[٧] شدہ بر سرِ عقرب چو خار | داد دو گاں شعلۂ آتش شرار
شکل نعائم[٨] چو سریری بجاے | کژ شدہ با راستیِ ہشت پاے

---

[١] عوا سگِ عوعو کنندہ و نام منزل قمر و آں پنج ستارہ اند بر ران شیر یعنی ایں عجب ست کہ پنجۂ شیر بران او آمدہ ١٢

[٢] رمح نیزہ و سماک بالکسر نام منزل چہاردہم ماہ و آں یک ستارہ است و سماک دو نوع ست۔ یکے رامح یعنی نیزہ دار، دیگرے اعزل یعنی بے سلاح۔ میزان بمعنی ترازو و نام برج۔ یعنی سماک از حد مسافت عطارد آمدہ بہ برجِ میزان مقابل شد زیرا کہ ترازو شدن بمعنی مقابل شدن ست ١٢

[٣] غفرہ نام منزلِ قمر و آں سہ ستارہ کژ واقع شدہ کہ آں را سہ حرف گفتہ یعنی در برجِ میزان آمن راست شدہ ١٢

[٤] زبانا بالضم نام منزل قمر و آں دو ستارہ اند بر سرِ عقرب ١٢

[٥] اکلیل نام منزل قمر و آں سہ ستارہ اند در برجِ عقرب یعنی عقرب از نیشِ خود سہ گوہر را بسفت ١٢

[٦] قلب عقرب برقع ست یعنی ماہ از دیدنِ عقربِ منحوس رُسے خود پوشید ١٢

[٧] شولہ دمِ کژدم و نام منزل قمر و آں یک ستارہ است بر سرِ عقرب و دو گاں دو چند یعنی عقرب نحس ست خود را دو چند ظالم کردہ ١٢

[٨] نعائم بالفتح نام منزل قمر در برجِ قوس و آں بشکلِ تختِ ہشت پایہ واقع شدہ است یعنی نعائم (شتر مرغ) با وصفِ راستی ہشت پا کژ گردید ١٢

گشت چناں ظلمت شب کم فراغ ‏ ‏ کش اثر دود نماند از چراغ

دیدهٔ سیاره ز نورے که زاد ‏ ‏ داده همه سرمهٔ شب را بباد

روشنیِ گشت بعالم پدید ‏ ‏ کاولِ شب صبح دوم در دمید

مشعلها هر چه در آمد به بیش ‏ ‏ نورِ جهاں گشت ز اندازه بیش

تا بچنیں کوکبهٔ آں آفتاب ‏ ‏ نور دهِ خاک شد از برجِ آب

ریختنیها ز دو سو شد بکار ‏ ‏ بسته شد از بارِ گهر جاے بار

ریزشِ زر کز زمیں آمیختند ‏ ‏ خاک تو گوئی که ز زر ریختند

آنکه همی چید بدامن گهر ‏ ‏ دامنِ پُر چید ز لولوے تر

خلق سر از چیدن زر خم نکرد ‏ ‏ سر چه کند خم که نظر هم نکرد

بسکه دُر و لعل بخواری نشست ‏ ‏ کس بجہاں آب نیالود دست

نورِ دو خورشید شده همقراں ‏ ‏ انجمن انجم فگن از هر کراں

هر دو بیک تن چو دو پیکر شدند ‏ ‏ بر فلکِ تخت چو مه بر شدند

گشت ببرجے دو قمر جاے گیر ‏ ‏ گشت مزیّن بدو سلطان سریر

برج شرف کرده دو اختر یکے ‏ ‏ سلک نسب کرده دو گوهر یکے

ملک بیک تخت دو دارا نمود ‏ ‏ دهر بیک آب دو دریا نمود

روے زمیں فرِّ دو جمشید یافت ‏ ‏ چشمِ جهاں نورِ دو خورشید یافت

خاتمِ جم را دو نگیں دست داد ‏ ‏ افسرِ کسریٰ بدو فرق ایستاد

گشته عطارد باسد جای گیر | شه زده گوئی بدلِ شیر تیر
شیر چو پهلوی عطارد نجست | سنبله در سوگ میان را ببست
راس[۵] چو مریخ ترازو بچنگ | هر دو برابر شده در وزن سنگ
عقرب دم دار شده قلب دار | کرده هم از کوکبهٔ خود کنار
مشتری از خانهٔ خود بی خبر | قوس تهی تیر بجای دگر
بزکه شدش هندوی گردون شبان | رفته شبان از سرِ آن بی زبان
دلو شد و در ته دریا نشست | کاب کشان زو همه شستند دست
کرده زحل در دلِ ماهی مقام | طرفه که ماهیش به بسته بدام
تیره شبی دُمه گردون بخواب | ماهِ زمین منتظرِ آفتاب
تا کیش آن اخترِ عالم فروز | روی نماید که شب آید بروز
نوبت خفتن چو نوا بر کشید | بانگِ دهل دم بهوا بر کشید
کاسه برون زد شغبی کان درست | گفت سخن کوس فلک را بپوست
ناگهی از دور در آبِ روان | مشعلها شد چو کواکب عیان
پرتو شان نادره خوش نمود | کآب بر از شعلهٔ آتش نمود
عدلِ شه این تعبیه انگیخته | کآتش و آبی بهم آمیخته
دهر بنوعی فلک افروز شد | کاستر شب او رگی روز شد

---

[۵] راس نام ستاره مقابل ذنب یعنی راس و مریخ هر دو در برج میزان بودند ۱۲

زاں سرا نبوہ کہ در گل نشست — کاسہ ہم خورد و سراسر شکست

گرد شدہ خاصگیاں ہر طرف — وز دو قمر یافتہ پرویں شرف

گاہ نشستہ بمقامِ نشاط — گہ بزمیں بست چو نقشِ بساط

جملہ کُلہ ور شدہ کہ تا بسہ — سر ز کُلہ گشتہ سزاوارِ زہ

جبہتِ شاں از کلہ بے بہا — گشت دُر افشاں چو مہ از ابرہا

از کُلہِ لعل و سپید و سیاہ — گونہ بگونہ شدہ رخسارِ ماہ

نقشِ قبا ہائے زرِ خز آب گوں — موج بروں دادہ و دریا دروں

کوہ تنانے ہمہ بستہ کمر — تا بہ کمر غرق شدہ در گہر

قامتِ شاں زاں کمرِ زر کہ بست — تیر تو گوئی بدو پیکر نشست

مجلسے آراستہ شد چوں بہشت — خاک شد از غالیہ عنبر سرشت

بس کہ فشاندند گلابِ نشاط — شستہ شد از وی ہمہ وی بساط

بوئے گلاب از تنہ و آستیں — کرد ز گل جامۂ گل راستیں

عودِ قماری کہ ہمی داد دود — غالیہ می ساخت گل از دودِ عود

عود ہمی سوخت چو عنبر بداغ — مشک ہمی گشت بگردِ دماغ

بس کہ شد آلودۂ عنبر زمیں — گاوِ زمیں شد ہمہ تن عنبریں

نقل فشاندہ بطبق ہائے زر — میوہ ز ہر جنس چہ خشک و چہ تر

دیدۂ بادام کہ سختیش بود — خستگے داشت شکستی نمود

دبدبهٔ کوس دو لشکر زدند　　نوبتِ اقبال دو سنجر زدند

گلشنِ دولت بدو گل تازه گشت　　صوتِ دو بلبل بیک آوازه گشت

گشت یکے تاجِ کیان را دو سر　　گشت یکے قصرِ شہان را دو در

مصقلهٔ چرخ دو خنجر زدود　　آینهٔ ملک دو صورت نمود

نور یکے داد دو لوحِ جبین　　لمعه یکے زاد دو نورِ یقین

سایه یکے کرد دو فرِّ ہماے　　پایه یکے ساخت دو کشورکشاے

شاخ بہم سود دو سروِ جوان　　موج بہم داد دو آبِ روان

گشت یکی باغِ وفا را دو جوے　　گشت یکی تیغِ صفا را دو روے

کشتِ زمین آبِ دو باران چشید　　مغزِ جہان بوے دو بستان کشید

چرخ یکے شد بدو ماهِ تمام　　بزم یکے شد بدو دورِ مدام

گشت یکے غم زده دل خاسته　　گشت بیک جان دو تن آراسته

بود دو سرآمده ہر دو بہار　　سرِ دو بُدی پالشِ ایشان چہار

صف زده از ہر دو طرف صفدران　　انجمنے ساخته نیک اختران

بر ہمه در رشتهٔ طاعت قطار　　راست چو در رشته دُرِ شاہوار

سر بزمین خانِ خطا می نہاد　　خانِ مغل کاسه کجا می نہاد

بود گہِ سجده بروں از شکے　　نقشِ بساط و رخِ مردم یکے

فرشِ زمین داد ز صورت نشان　　از چه ز نقشِ رخِ گردنکشان

از سر جوشش همه گنبد نمود | گرچه که میدانِ وے از شیشه بود
اوز عمل کرده بسے زر بدست | آمده بر شیشۂ مسکیں شکست
مے که ازو صد هنر انگیخته | موے بموئیش بهنر بیخته
بهرِ دهن هاے چو انگشتریں | ساخته از لعل مصفا نگیں
بود بر آتش قدمش دیر باے | زاتش دمید آبلهٔ[۱] سر تا باے
نام حرام ارچه بر وشد وبال | هر چه نمک خورد بداں جز حلال
لاجرم او داشت نمک را عزیز | حرمتِ او داشت همه خلق نیز
طرفه حرامی که بهر دستگاه | حقّ نمک دارد ازیں ساں نگاه

وصفِ قرّابه که بهرِ حرم دخترِ رز
شیشه خانه است ببالاے سرش روشنداں

سینۂ قرابه برآورد شور | واز خس خود چشم بداں کرد کور
راست چو دریا ز برون و درُں | دُرز درون داشته خس از بروں
هر که گذر کرد گهی در رهش | غرقه شد از آب بزیر کهش
گرچه ز پیری سرِ او پنبه گشت | هم ز می و جام نداند گذشت
پُر شده تا لب ز می و گشت مست | ریخته از سینه بروں هر چه هست
بسته میاں را کمر از لعلِ تر | طرفه که در زیر قبایش کمر

---

[۱] از آبله مراد حباب هاے شراب ۱۲

شد بطبق پستهٔ شکّر شکن / بهر زمیں بوس لبالب دہن

چربی چلغوزه از انجا که اوست / چرب زباں بود ولے زیر پوست

سرخی ما[۱] بود زعنّاب کم / سرخی خود کرد فزوں دمبدم

سایگی از پرتوِ مجلس تباب / سایه ہمی جُست درآں آفتاب

ہیچ کسے آب زآبے نخورد / سیب شد از بس خجلی سرخ و زرد

قہقہۂ بے ادباں کرده نار / شد ہمه دندانش بدامن نثار

بود ہم از میوهٔ ہندی بسے / کاں مزه را نام نداند کسے

موز که ہمسایگیِ بہ نمود / به بتری بود اگر به بنود

نقل ازیں گونه دل آسا و نغز / باده کز و پرورشِ آید بمغز

صفتِ باده که بینی چو خطِ بغدادش
بے سوادیش بخواں نسخهٔ آبِ حیواں

مے که عرق از تنِ مرداں کشید / گوہر ہر مرد شد از وے پدید

پیشِ حناں گوہر یاقوت رنگ / کوه زده بر سرِ یاقوت سنگ

بس که زہر کف گہر انگیز گشت / معبرش از معبرِ دریا گذشت

تند کمیتے که بہنگامِ جوش / کف بلب آورد و شد اندر خروش

---

[۱] ماء در عربی آب را گویند و آبی بہی را گویند یعنی سُرخی بہی ۱۲

گشت لبالب ز مئے جان سرشت — کرد حدیثے از لبِ جوئے بہشت

جاں بلبش تا نرسید از طلب — بر لبِ جاناں نرسانید لب

نوشِ لبش زاں مئے نوشیں کہ خورد — نوش لباں را ہمہ لب نوش کرد

بس کہ خورد بادہ نداند ستاد — تا ش نگیری نتواند ستاد

مے بدلِ آب فرو ریختہ — وآب بمے ہیچ نیامیختہ

بادہ تو گوئی کہ درو از صفا — ہست معلّق بمیانِ ہوا

کرد چو ساقیِ شہش زیر دست — رفت ز بر دستِ بزرگاں نشست

دستگہے یافتہ در خورد خویش — کردہ بہ پیشش ہمہ کس دست پیش

صفتِ ساقیِ رعنا کہ کند مستاں را
بیک آمدشدِ خود بیہش و مست و غلطاں

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب — برد بیک غمزہ ز عالم شکیب

خم بخم آویختہ جعدِ ترش — یک خم و صد بر شکناں بر سرش

نرگسِ نازندۂ او نیم باز — نیمے از و خواب و دگر نیمہ ناز

گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت — لیک گہی فتنۂ چشمش نخفت

عکسِ چناں نرگسِ مست و خراب — ہر ہمہ را سرمہ دہد در شراب

خطِ نو آغاز شدہ گرد روے — خاستہ زو بر تنِ خورشید موے

رنگ خضر دادہ ز سبزی برش — تا بیزہ چشمۂ حیواں سرش

می طلبی روے بخدمت نہد — ہم بکند خدمت و ہم می دہد

خونِ دلش گرچہ بساغر خوری — ہم نکشد سر ز تواضع گری

لعل کہ در سنگ دروں آمدہ — حل شدہ زاں شیشہ بروں آمدہ

سنگ بسے ہست کہ یاقوت زاد — شیشہ کہ دیدست کہ یاقوت زاد

سخن از وصفِ صراحی کہ گرآں نازک را

درگلو دست زنی خونش برآید ز دہاں

بس کہ صراحی حلب گشت صاف — بادہ درو دیدہ شد اندر طواف

گوئی از اوصافِ صفاش از برول — بادہ برون ست و صراحی درول

حاملہ و جز خلف از وے نزاد — گرچہ کسش حمل کند بر فساد

کردہ درو دائرہ دَورِ شراب — خیمۂ آں دائرہ گشتہ حباب

در شکمِ او کفِ صافی گہر — از ہوسِ بادہ شدہ شیشہ گر

سخن از وصف پیالہ کہ زبس جنبشِ خوں

خونِ قرّا بہ سوی اوست ہمہ وقت کشاں

شکل پیالہ چو فلک گاہِ دور — زو ہمہ بر مردم ہشیار جور

صفتِ چنگ کہ بے موست تنِ یکیاقش
موے ساقِ دگرش تا بزمیں آویزاں

چنگِ سرافگندہ سرافراختہ — موے بپوشیش بہنر ساختہ
یک شبہ ماہے ز سر انگیختہ — سی شب و سی روز در آمیختہ
نیم کمانے و زہش ہست چار — زخمۂ پیکانش بجاں کردہ کار
کشتیِ کاغذ برو بحرش گذر — کاغذ او ناشدہ از رود تر
رشتہ کہ در گردنِ خود آورید — گردنِ او راشدہ حبل الورید
شیخِ عباپوش ببزمِ شراب — پیرِ دلے ساختہ بہرِ شباب
گرچہ چو معشوق کشندش ببر — ہم دہد از نالۂ عشاق اثر
بسکہ نماندش برگ از نالہ خوں — رگ بزنی خونش نیاید بروں
زادہ بسے زخمہ کہ در جاں نہی — لیک شکم تا بتہیگہ تہی
پردہ ز ابریشم و از موطناب — گاہ بریشم گرو گہ موی تاب
صد فنِ باریک چو مو بافتہ — زاں ہمہ مو چند رسن تافتہ
ہر سرِ موزاں رسنِ جاں فشاں — ہست ز باریکی علے نشاں
ہست لباسش ز بریشم مقیم — ہم نکشد پاے بروں از گلیم

مست رود چون بسوی می‌پرست | عقل شود شیفته بیچاره مست

هر که بیک جرعهٔ او سر نهد | بیهشیش بیند و برتر دهد

مے دہد خون خورد از دل تمام | جرعهٔ باقی نگذارد بجام

ور نشود مست حریف از شراب | رو بنماید که بیفتد خراب

مست در رو بیند و او سوی می | او شده مست از می و مستان ز وی

بسکه همه جور بود دور او | هر که بود خون خورد از جور او

از کف او دور دمادم خوش ست | ور مثل جور بود هم خوش ست

چون بدهد باده بگوید که نوش | مست بروز دگر آید بهوش

ساقی ازین سان و حریفان نغز | در شده آواز ترنم بمغز

حاصل ازین مجلس فردوس وش | شاه خوش و باده کشان نیز خوش

صف حریفان ز دو جانب قطار | هر یک ازیشان ملکی نامدار

جام مے آنرا که بلب باز خورد | بستد و چون جرعه زمین بوس کرد

کرد سوی تخت بحرمت نگاه | خورد بیاد رخ میمون شاه

بانگ ندیمان قصیده سرا | باز رسانیده سخن بر سما

روزن هر گوش پر از بانگ رود | گنبد سر پُر ز صدای سرود

مرد بیک رو همه سازی بدست | ساخته تا مجلسیان گشته مست

زن ز دگر سوی بریشم زنے | رشتهٔ جان ریشهٔ هر دامنے

معنز تہی کرد معلم مثال　　طفل صفت ساختہ باگو شمال
طفل بریشم گرو تارش چہار　　پردہ دوشش ساختہ زاں چارتار

صفتِ نائے کہ ہر لحظہ زدم دادنِ او
کلۂ مطربِ پرباد شود چوں انباں

نائے دہن بستہ و بسیار گوے　　نائے مگوکش بفسوں مار گوے
مارِ سیہ کردہ بسوراخ رہ　　مار یکے بینی و سوراخ دہ
مارِ شکر خوارہ دُ افسوں پذیر　　گشتہ بدستِ دگراں پارہ گیر
گاہ بصورت شدہ زنگی سلب　　گاہ بمعنی شدہ زنگی طرب
طرفہ سیاہی ز عراق آمدہ　　سوختۂ در دفراق آمدہ
نیست دہن تا ت نگوئی سخن　　نیست سخن تا ت نبندی دہن
سر فگند پیش تو گر دم زنی　　دم نزند تا سر او نشکنی
چوں ہوس آید بسرود ترش　　دور کند ہرچہ بود در سرش
مطرب گیرا نفس و سحر ساز　　سر ز تنش کندہ و پیوستہ باز
گاہِ سخن گشتہ سراسر زباں　　ہر نوا[لہ] بودہ لبالب دہاں
باز کند لب چو زباں آورے　　لیک زبانش بلب دیگرے

لہ بمعنی آواز ۱۲

صفتِ کاسۂ رباب و بسرش کفچۂ دست

که دران کاسۂ خالی ست نغم چند الوان

کاسِ رباب از شغبِ دل نواز / پردہ دل از مردمِ جان دادہ باز

نبض بگیرندش و رنجور سنے / پردہ بہ بندندش و مستور سنے

زخمۂ تیزش چو تراشیده گشت / حلق نه کآواز خراشیده گشت

روے ورق ساختہ مسطر ز رود / گرچه نگنجد بکتابت سرود

زخمه زنان گشته ز بهرِ فغان / خونِ جگر خورده بزخمِ زبان

او چو زده راهِ حریفان بسے / زخمه زده در حقِ او هر کسے

راه زدن چون همه سازش بود / چون زنیش زخمه نوازش بود

گرچه که ده جاے گرفتش کنند / خود غلط افتند ورالف نگنند

چون به بلندی کشد آوازِ او / پرده درِ زهره شود سازِ او

ور کند آوازِ حزین بے خروش / نشنود آوازِ خود ار هست گوش

کاسه تهی وز نغمِ بیشِ او / دستِ کسان کفچه شده پیشِ او

بسته چو خر چوب بزیرِ رسن / طرفه که خر گنگ و رسن در سخن

خر شود از خوردنِ نشتر دوان / طرفه که خر ساکن و نشتر روان

گاه زخشکی چو شود گرم تاب	تر دهد آواز نخواهد جز آب

صفتِ پردہ ہُوآں پردہ شناسانِ شگرف
کہ بہ دست نمایند ہزاراں دستاں

رود زنانے ہمہ باریک سنج	پردہ برابر بریشم باریک رنج
تارِ بریشم رگِ جاں ساختہ	جاں زرگِ چنگ برانداختہ
ایں بصفت مرغ نمودہ دو رنگ	مرغ ولے چنگلِ بازش بچنگ
آں شدہ کنجشک بگاہ نوا	مرغ درآوردہ زروے ہوا
گاہ ترنّم بنوا ے کہ خواست	جانب چپ پردہ شد از راہِ راست
گہ بجبینی طرفے رود زن	پردہ کشا گشتہ بوجہ حسن
گہ زنوا زن کہ نوازندہ گشت	جانِ جہانے بنوازندہ گشت
گاہ برآوردہ نوا بوسلیک[۵۱]	دل شدہ چوں درّ بریشم سلیک
گہ غلط[۵۲] انداز ہنرمند را	تنگ شدہ عرصہ نہاوند[۵۳] را
گاہ بہ نغماتِ ترانہ دودہ گاہ	یافتہ در عرصۂ باخرز راہ
گاہ ببر چنگ چو معشوق تنگ	در زدہ در پردۂ عشّاق چنگ

---

۵۱ بوسلیک نام پردۂ موسیقی و سلیک بمعنی روندہ ۱۲

۵۲ در فریب دادن ۱۲ ۵۳ نام سرود ۱۲

کردہ بہر دستے ازآو ازتر | زیرِ ہر انگشت ہزاراں ہنر
خانۂ چوبیں بمیانش ستوں | تنگ دلی باد گذار از دروں
مطرب ازاں دم کہ دما دم بداد | دمبدم اندر سرش افتاد باد

صفتِ دف کہ در دستِ کساں کوبد پائے

صحن کشادہ و کوبشِ پابیں سپاس

دائرۂ دف کہ حصارے زچوب | صحنِ وے از پنج عروسک[1] بکوب
زہرہ زدورش بسرود آمدہ | چنبرش از چرخ فرود آمدہ
بستہ جلاجل بکمر جا بجائے | چوں کمرِ چرخ جلاجل نمائے
بر زبرِ دست گرفتہ نشست | گہ زبرِ دست گہے زیرِ دست
چار زبان و دو زباں در دہاں | نغز سخن لیک دوئی در زباں
ہر سخنِ نغز کہ با دوست گفت | آں ہمہ در پردۂ در پوست گفت
گشتہ دو رو لیک چو بر روی خورد | دستگہ خود ہمہ یک رویہ کرد
رویش ازیں سو و ازاں سوی ہم | گفتنش ازیں روی و ازاں روی ہم
برکفِ مطرب ز اصولِ لطیف | گاہ ثقیل آمدہ گاہے خفیف
گہ زنی لرزہ کند پوستش | کاتشِ خورشید بود دوستش

---

[1] بمعنی پنج انگشت ۱۲

دو رِ قمر رفت فلک را ز سر | کز دو قمر یافت دو دورِ قمر
در سرِ شاں ساقیِ دوراں زدہ | خواند ہنیا بشرابِ طہور
ہر چہ تہی گشت ز می جامِ پر | باز نبردند مگر پُر ز دُر
یعنی اگر کس تہی آید بشاہ | دامنِ پر باز حسرا آمد براہ
چوں اثرِ بادہ در آمد بمغز | طبع کشاں شد بغذا ہائے نغز

صفتِ مائدۂ خاص کہ از خوانِ بہشت
چاشنی داد بہر کام و زباں لذتِ آں

گرم تریں کارگزارانِ خواں | مایدہ کردند ز مطبخ رواں
خوانچہ آراستہ بیش از ہزار | بر ہمہ الوانِ نعم کردہ بار
بانگِ رواروکہ ز اختر گزشت | بلک زنہ خوانچہ صلا بر گزشت
گشت علم از خورشِ ارجمند | خوانچہ ازاں ساخت سپہ پایہ بلند
صد قدح از شیرۂ آبِ نبات | در مزہ ہمشیرۂ آبِ حیات
کرد گزر سوئے حریفاں نخست | کامِ می آلودہ ز جلاب شست
شربتِ لبگیر کزاں آب خورد | جانِ گسستہ بتواں وصل کرد
از پسِ آں دور در آمد بخواں | دائرۂ مہر شدہ دورِ ناں
نانِ تنک صاف بداں گونہ بود | کز تنکی رو بدگر سو نمود

گہ چو دلِ سوختگانِ فراق — نالے فغاں کردہ براہِ عراق

گہ ز مخالف کہ نوازندہ ساخت — دوست بگشت ارچہ مخالف نواخت

گاہ فرغِ دمِ نائی بکام — دادہ بفرغانہ فراغِ تمام

بر دلِ عاشق کہ بکشتن سزاست — راست چو تیر آمدہ تیزیِ راست

نیزہ زنِ چنگِ تہمتن مثال — رخش دواں کرد بزابل چو زال

بستگیِ بربطِ مشکل کشاے — جاے کشادہ زپئے بستِ پاے

نغمہ چو در زیر و بم آہنگ برد — زیر کشید و بحسینی سپرد

زمزمۂ سازگری در عراق — کردہ باہنگِ عراق اتفاق

سازگری را ہمہ خواہاں شدہ — نغمۂ او تا بسپاہاں شدہ

عقل مسافر شدہ زیں کارگاہ — تیزیِ باخرز کناں قطع راہ

گشتہ ازاں قول کہ قوّال راست — گفت گہی راست گہی نیم راست

زخمۂ زنگانہ زبم تا بزیر — گشتہ زبے جاے گہے در نفیر

پیش چناں منطقِ طیر از قبول — فاختہ در باغ ننازد اصول

بزم چو زینگونہ شد از نای و نوش — واز شغبِ چنگ شد آسودہ گوش

خاست دو مجلس بدو شہ یکسرہ — دور زدہ میمنہ و میسرہ

ہر دو طرف ساقیٔ برپاے خاست — دادمی از دستِ چپ و دستِ راست

دورِ قدح چوں بدو سلطاں رسید — نورِ دو خورشید بکیواں رسید

در تنِ مرداں مزہ ذاتی شدہ — ناطقہ ہم روح نباتی شدہ
بہرۂ خود برد چو کام از خورش — یافت ز لذت دل و جاں پرورش
چند سرائی بمیاں ایستاد — وز پئے ہر نام فقاعے کشاد
جوشش تیزش کہ بجاں باز خورد — صد گرہ از رشتۂ جاں باز کرد
مایۂ خواں چوں ز میاں رخت برد — نوبتِ تنبول بمجلس سپرد

صفتِ بیرۂ تنبول کہ نزد ہمہ خلق به از آں نیست نباتی ہمہ ہندوستاں

بیرۂ تنبول کہ صد برگ بست — چوں گلِ صد برگ بیاید بدست
نادرہ برگی چو گلِ بوستاں — خوب تریں نعمتِ ہندوستاں
تیز چو گوشِ فرسِ تیز خیز — صورت و معنی بصفت ہر دو تیز
تیزی از و یافتہ گوشِ دگر — داد بہر گوش ز تیزی خبر
تیزی او آلتِ قطعِ جذام — قول نبی رفتہ[1] علیہ السلام
برگ و درگ نہ نشانی ز خوں — لیک ہم از رگ و دش خون ولیا
طرفہ نباتی کہ چو شد در دہن — خونش چو حیواں بدر آید ز تن

---

[1] در حدیث آمدہ است ان فی الہند شجرۃ ورقہا کآذان الفرس من اکلہا امن للجذام والبرص
یعنی در ہند درختے است کہ برگ آں مثل گوش اسپ است ہر کہ آنرا بخورد از جذام و برص محفوظ ماند ۱۲

نان نگوییم که قرص خور است | عیسی اگر خوان بکشد در خور است
نان تنوری ز طرب قبه بست | زانکه بخوان شه عالم نشست
کاک[1] دران مرتبه رو ترش کرد | لاجرمش روی چنان مانده زرد
دید فلک گرمی هر قرص نور | قرصهٔ خور گرم ز خوان کرده دور
ماه بکاهید که خود را بخوان | دید یکی قرص و دو سه ریزه نان
یافته سنبوسه ز تثلیث اثر | برّهٔ بریان شرف از قرص خور
خواند زبان برّه پهلوی بز | بر سر او لا و که معنی ارز
پهلوی مسلوخ هلالی کشاد | طرفه که سی غره بیک سلخ زاد
چرب دم دنبه دو من یکسره (استخوان) | چرب تر از دنبک آهو بره
خنده برون داد سر گوسپند | هم بجوانی شده دندان بلند
دنبهٔ کوهی که بهر خوانچه بر | ده مه رفته و دو قرنش بسر
صد نعم از هر مطلی دیگ پز | مردم ازان لب گزد انگشت مز
پخته بسی مرغ بهر گونه طرز | از ولج[2] و تیهو و درّاج و چرز
صحنک حلوا همه شکّر سرشت | چاشنیش از طبقات بهشت
تختهٔ صابونی شکّر نوید | راست چو جامه بسفیدی سفید
داده بسی طیب معنبر بران | خورده کافور تر و زعفران

---

[1] کاک نانیکه اورا از خمیر ترش سازند   [2] وَلَج سلوی دبیژ ۱۲

غمزه زنانی همه مردم فریب — سیبِ زنخ خال زنخ تخم سیب

چاهِ زنخ روشن و صافی چو ماه — روئے نما گشته چو آبی بچاه

پرده برانداخته چوں آفتاب — کرده بیک غمزه جهانے خراب

روئے چو خورشید برافروخته — جانِ کساں ز آتش خود سوخته

از رخ شاں کاده مقنع فرود — رفته بچه ماه مقنع[1] فرود

ز ابروے خم پشت کماں ساخته — تیرِ مژه نیم کشش انداخته

ناوکِ شاں چوں شده بیروں ز کیش — دیده سپر کرده سیاهی خویش

بسته بلادر[2] همه درشن بلا — داده به بیهوشئے عالم صلا

رشته در بسته بر او از دو سوی — چوں قطرات عرق از گرد روی

سی مه یکروزه فگنده بگوش — حلقه بگو یک مه سی روزه گوش

خوبیِ شاں بسکه یکے صد شده — حلقه بگوش رخ خود خود شده

از کفِ خود آئینه بنهاده پیش — دیده رخ خود بکفِ دستِ خویش

موئے میانِ سر شاں فرق جوے — شکل هلال آمده بفرق موے

جعد که پیچیده بپا در خرام — ماهی ساق آمده در پائے دام

بر زمیں افگنده چو گیسوے خویش — رفته ره خویش هم از موے خویش

---

[1] مقنع حکیم نخشبی که از صنعت خود از چاه نخشب ماه بر آورده بود

[2] بلادر داروے از سمیات است که آنرا به هندی بھلاوه گویند و نام زیوریست که زناں بر سر بندند ۱۲

خوردن آں بوئے دہن کم کند — سستی دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد گرسنہ در دم شود — گرسنہ را گرسنگی کم شود
کس نخورد خوردۂ دنداں کس — وانچہ تواں خورد ہمیں ست بس
از در تعظیم فتادہ ببند — صد در تعظیم کشادہ ببند
سرخی رویش ز سہ خدمتگرش — چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
طرفہ کہ با ایں سہ شریکش تپس — مرتبہ و نام ہموں راست بس
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش — کم نہ شود بیش کند آب خویش
گرچہ کہ از آب شود زرد رو — لیک ز زردیش بود آبرو
برگ کہ باشد بدرختاں فراخ — زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگ عجب بیں کہ گستہ ز بر — وز پس شش ماہ بود تازہ تر
حرمتش از پیشگہ و بارگاہ — ہم بگدا محترم و ہم بشاہ
شاہ چو زیں تحفہ تہی کرد لب — باز رواں گشت رحیق طرب
رقص برآمد بترنم زناں — زمزمہ برخاست ز مطرب زناں

صفت نغمہ گریہائے زنانِ مطرب
کہ لیے لحن کند زہرہ چو گیرند الحاں

شد زن مطرب بنوا پروری — انجمنی پر زمزمہ و مشتری

صفتِ تاج مکلّل که پسر یافت ز شاه
آن پسر کز سرِ کین تاج ستد از خاقان

تاج مکلّل بدُر از هر طرف | یافته ماهی ز ثریّا شرف
بهفت ندیده دُرِ ناسفتِ او | مهرهٔ پیشانیِ شه جفتِ او
گوهرش از شاه شده سربلند | بلکه ز شه یافته گوهر بلند
فرق نشینِ سرِ شه والا شده | موج گهر بر سرِ دریا شده
هر دُر و گوهر که بر او افگند | نور دهد و بر سرِ شاه افگند
نیست سرش کو بدوم سر رود | یکسر از آن بر سرِ شه بر رود
بس که فشانده بسرِ شه گهر | رشتهٔ گوهر شده هر موی سر
سر شده بر فرقِ بلندِ افسران | وآمده بر سر ز همه سروران
او سرِ شه را گهر آرای کرد | شه بتبرّک بسرش جای کرد
چون ز سرِ شاهِ جهان برگذشت | گردِ جهان رفت از و سرگذشت
شاه بدولت بگهر باریش | تخت ستد تاج بسر باریش

صفتِ تخت که همچون فلکِ ثابته بود
وارستهٔ شرق بخورشید شرف داد مکان

قامتِ شاں سرو ولے راستیں　　پر ز گل از ساعدِ شاں آستیں

یافتہ از نغمہ گلوِ شاں خراش　　صوتِ خراشیدۂ شاں جاں خراش

سینہ بسے خستہ و دل کردہ ریش　　ہر نفس از تیزیِ آوازِ خویش

قامتِ شاں بود بپا کوفتن　　گیسوئے مشکیں بزمیں روفتن

رقص کناں چوں بزمیں پا زدند　　در حقِ ناہید لگدہا زدند

از روشِ جنبشِ دستانِ شاں　　مجلسیاں ہر ہمہ حیرانِ شاں

ہر کہ دراں شعبدہ ہشیار بود　　مست نہ از مے کہ ز دیدار بود

دورِ چو دوراں خوشی تازہ کرد　　راہِ تکلف سوئے دروازہ کرد

ہر کس ازانجا کہ مزاج وی ست　　داد بروں ہر چہ مزاجِ وی ست

ایں لبِ نجت سلکِ گہر کردہ ضم　　او سخنِ خویش بروں دادہ ہم

چرب زباناں شدہ شکر دہن　　چرب زباں گشتہ زمغز سخن

رمز بہر حیلہ نمی گشت حل　　بلکہ ہمی کرد حکایت بدل

وقتِ خوش و خوش منشاں باد و کش　　وقتِ شہ و شاد از خوشیِ وقتِ خوش

گفت زخاصاں بیکے شاہِ شرق　　تا روداز آب گذارا چو برق

آوردہ پیش کشد زاختصاص　　تختِ زر و تاجِ زر و پیلِ خاص

رفتہ شتابندہ باورنگ گاہ　　کرد رواں جملہ بفرمانِ شاہ

انچہ گزر بر نفسِ شاہ کرد　　در نفسے حاضرِ درگاہ کرد

فوراً ١٢

واں جَبَلِ زرّ نیش بفر و شکوه | سایہ ہمی کرد بہ بالائے کوه
سود بگردوں سرِ شنگرف سائے | رنگ شفق تر زو شده شنگرف زائے
پیچش خرطوم بسانِ کمند | اژدرے اُفتاده زکوه بلند
اژدرِ آں کوه شده پا پیچ | مار از و یافته در غار پیچ
در زمیں آنجا که سر افراخته | مار زسرِ غار زپا ساخته
گر بدلِ غار بود جائے مار | زو بدلِ مار شده جائے غار
در دُم او را بهوا خم فتد | با ذنبش سلسلہ با ہم فتد
(ذنب ستاره)
بر شده بالا دو سوارش بلند | چوں دو پیاده به پسِ پیل بند
در تهِ پا کوهِ زمیں سائے او | پایۂ کوہے بصفت پائے او
زاں سپر انگیز پئے سهمناک | در تهِ پایش سپری گشته خاک
شاه زبندی که بپایش فگند | مات شده صد شه ازاں پیل بند
گر مثَل[۱] پائے برآرد زجائے | سلسلہ فریاد برآرد زپائے
کشتی عاج ست تو گوئی رواں | گشته دو گوشش زدو سو بادباں
کشتی و در معبرِ ملکش گزر | لنگر کشتی شده صندوقِ زر
گوش که با چشم ہمی کرد لاغ | مروحہ بود به پیشِ چراغ
طرفه که آں مروحه زآسیبِ باد | ہیچ گزندی بچراغش نداد

---

۱ در نسخۂ دیگر بجائے مثل سِپل بفتح سین بمعنی ناخن نوشته و ایں لفظ ثقیل ست و توجیه او بعید ۱۲

تخت نگویم که سپهرِ بلند — هفت سریر از شرفش بهره مند

بهرِ سرِ تاجوران تکیه گاه — تکیه بدو کرده سرانِ سپاه

اوج مکاں یافته زامکانِ ملک — چار طرف گرد وی ارکانِ ملک

بازوی او دستگهِ شهریار — مملکت از دستگهش پایدار

پا نکند عرش به پیشش فراز — گر همه تا عرش کند پا دراز

ساخته از چوب و گرفته بزر — چوب ولی یافته پایش ز سر

پاش چهار و نکند رای گشت — کز لتِ هر شاه شکرپای گشت

کرده جهاں را بسکونت خدم — ثابتِ مطلق به ثبات قدم

صد قدم آید جم و خاقاں به پیش — او نرود یک قدم از جای خویش

نشسته مربع به بساطِ زمیں — بر سرِ او شه شده زانو نشیں

پایهٔ او شاه بجائے کشید — کو هم از انجائے بجائے رسید

منزلتِ ملک چو جاهیش داد — خویشتن از کبر بجائے نهاد

پیشِ شکوهی که شهنشاه راست — کیست جز از وے که نهد پای راست

صفتِ پیل که شه داد بفرزندِ عزیز
که شد از جنبش او کوه چو دریا لرزاں

پیل چو کوهے که بود بے سکوں — چار ستوں زیرِ کُهِ بے ستوں

شاه بنظارهٔ این هر سه جنس — ماند عجب بلکه همه جن و انس

صنعت لکهنوتی ازان تخت و تاج — داد بزر گر همه چین را خراج

پیل کسے خود چه تواند ستود — کس بصفت نیز چنان کم شنود

هست سه چیز آنکه چو آرند پیش — پیش کشد دل چو به بیند بیش

بوزنه و طفل سخن گو و پیل — دیده ام این را بتجارب دلیل

هست خود این وصف بهر پیل جفت — خاص به پیلے که تو آن پیل گفت

کس شنودن کند این وصف راست — من که بدیدم به ازینش سزاست

از پدر این جمله شه نیکنام — گشت پذیرنده ببیل تمام

هم بزمان تخت همان نصب گشت — تاج همان بر سرِ سلطان گذشت

تاجوران بر سرِ آن تختِ زر — هر دو نشستند کمر با کمر

باز دو گنجینه گره کرده باز — گه سخن از رمز شد و گاه راز

کرد پدر روی بدلبندِ خویش — کآرزویم جمله برآمد به پیش

لیک دو حسرت دگرم در سر است — گر بسر آید ز توام در خور است

اولم آنست که چترِ سپید — بر سرم آید ز تو دارم امید

دومش آن شد که کلاهِ سیاه — هم تو نهی بر سرِ صاحب کلاه

از پدر است این دو مرا یادگار — ز تو بتو آمد تو بمن واسپار

من بتوانم که بجائے سری — زین کله و چتر کنم سروری

روے چو در حملہ نہد گاہ کیں — زآدمیاں حاملہ گردد زمیں

برکشد از تارکِ بدخواہ مغز — وز بنِ دنداں کند ایں کارِ نغز

در صفِ کیں کردہ بدنداں ستیز — خونِ عدو خوردہ بدندانِ تیز

خصمِ ترش را کہ بدنداں درید — زاں ترشی کندیِ دنداں ندید

گاوِ زمیں کز سرِ دندانش جست — شیرِ فلک را ز دو در ہم شکست

چوں جرسش در روش آواز داد — گنبدِ گردندہ صدا باز داد

ور بفغاں برکشد آوا بلند — گوشِ فلک نشنود الا بلند

بانگِ بلندش زدہ بار عدکوس — ابرِ بلندش بقدم داد بوس

خوردہ ز خمخانۂ دولت شراب — مست شدہ کردہ جہانی خراب

از می شہ بس کہ زخش یافت ننگ — کرد فراموش خورشہای بنگ

تا زمیِ مجلسِ شہ مژدہ یافت — بنگ رہا کرد و بمجلس شتافت

الغرض آں پیل و ہماں تاج و تخت — کاں نرسد جز بخداوندِ بخت

دید شہنشہ چو مہیا بہ پیش — روے کرم کرد بدلبندِ خویش

گفت کہ ایں افسر و ایں پیل و گاہ — بہرِ ترا داشتہ بودم نگاہ

تا چو صلاحی ببیاں رہ برد — ہدیۂ ایں صلح ہمیں درخورد

نیست مرا بہتر ازیں ہیچ چیز — تا دہم از دیدہ بچشمِ عزیز

ہدیۂ من جملہ زمن درپذیر — خاص کن اندر نظرِ بے نظیر

دلِ من کشته شد بقاے تو باد — چه توان کرد حکمِ بیچوں را
از درونم نمے روی بیروں — در گرفتے درون و بیروں را
نامِ لیلیٰ بر آید اندر نقش — گر بریزند خونِ مجنوں را
گریہ کردم بخندہ بکشادی — لبِ شکّر فشانِ میگوں را
بیش گشت از لبِ تو گریۂ من — شهد ہر چند کم کند خوں را
ہر دم الحمد می دمم بر تست — گرچه خوانند بر گل افسوں را
گفت خسرو نگیردت ما ناک — خاصیت سلب گشت افسوں را

صفتِ صبح و کلاہِ سیہ و چترِ سپید رفتنِ شبہ پدر رو و زوشبِ نور افشاں

صبح بر آورد چو چترِ سپید — بست سیاہی بسپیدی امید
کالبدِ چرخ ز زرّیں کلاہ — دوخت زہِ زر بکلاہِ سیاہ
کوس سحر گہ فلک آوازہ گشت — دیدبۂ روز ز سر تازہ گشت
یافت ضیا گنبدِ آئینہ رنگ — رفت بروں آئینہ چیں ز زنگ
تیغ کشید اخترِ عالم فروز — لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز
ابروے مہ تا بسحر چشم داشت — کش فلک از وسمہ بخواہد نگاشت
چشمۂ خورشید ز موجے کہ راند — ابروے مہ شستہ شد و وسمہ ماند

لیک چو تختِ پدرم جای تست — از تو به این سکه که گردد درست

تا سرم این هر دو بزرگی بسر — هم ز پدر یابد و هم از پسر

مردمکِ چشمِ بزرگان شنود — سوی سرو دیده اشارت نمود

آنچه دلِ شاه ز من چشم داشت — خاصهٔ شاه است که بر من گذاشت

نیست دگر آرزویم نیز پیشش — کاں بسرت بنگرم از چشمِ خویش

تا جور آں وعده که از شاه یافت — حاجتِ خود را بوفا راه یافت

مستیِ دولت بسرش بود تیز — دولتِ سرمست بگفتش که خیز

خاست بپا تاجورِ سربلند — وعدهٔ دیدار بقیصر افگند

فُلکِ فلک مرتبه رایش بجست — رجعتِ خود کرد به منزل درست

او بشرف خانهٔ دولت شتافت — شاه به دولت شرف از خانه یافت

نوش همی کرد مئ دل فروز — در شبِ دولت همه شب تا بروز

روز و شبش خوردنِ می کار باد — روزِ بد اندیش شبِ تار باد

تیغِ ظفر تو ز سر اندازِ رزم — عودِ عدو سوز طرب ساز بزم

این غزلِ بنده که بتوان شنود — حالِ منش گفت بهنگامِ جود

غزل

مهر بکشای لعلِ میگون را — مست کن عاشقانِ محزون را

رُخ نمودی و جانِ من بردی — اثر این بود فالِ میمون را

مهر چو یک نیزه ببالا دوید | نالش همه کس بسر نیزه دید
نان نتوان گفت که قرص خور است | عیسیٰ اگر خوان کشدش درخور است

صفتِ چشمهٔ خورشید بدریای سپهر
که کنند پرتوِ او ماهِ سما را تابان

روی زمین کرده بیک چشمه پاک | گازر آلودگیِ آب و خاک
چشمهٔ آتش نشنیده است کس | چشمه بران آب ندیده است کس
چشمه که داد آب فراوان بود | آب خور چشمه عجب آن بود
در دلِ دریا چو شود چشمه غرق | چشمه ز دریا نتوان کرد فرق
طرفه که آن چشمه بدریای نور | روشن و صافی بنماید ز دور
طفلِ کهن سال ولعابش دوان | دایهٔ او چرخ ولی مهربان
قرطهٔ[۱] زر دوزش که ز خز بافته | جبهٔ مسکین هم ازان یافته
با همه چون سایه شده همنشست | یکتن و هر جا که بجوئیش هست
گرچه نگنجد ز فلک تا ثری | لیک بگنجد بشگافِ دری
نورش از آفاق برون بر رود | لیک بیک رخنه درون در رود
عالمِ نور او شده روزن درون | بلکه بسوراخهٔ سوزن درون

---

۱ قرطه لباس ۱۲

شب که سفیدیش درآمد بموی / هم نشدش رنگِ سفیدی ز روی

صبح سپیده که دریں حقه بیخت / حقه نگوں بود و سپیده بریخت

زنگیِ شب کرده سپیده بروی / خنده زناں شد فلک از چارسوی

صبح چناں زلفِ ترِ شب بتافت / کآب چکید و نمِ شب نام یافت

طرهٔ شب را چو زنم یافت تر / شانه ز سر داد خروسِ سحر

مرغِ سحر شانه صفت افسرش / شانهٔ آواره شده بر سرش

یعنی اگر نعرهٔ بیگه زنم / تو هم ازیں اره ببر گردنم

بادِ صبا پردهٔ شب برگرفت / مرغِ سحر نغمهٔ تر درگرفت

دیدهٔ شب روشنی آغاز کرد / کوریِ خفاش نظر باز کرد

خواب که در دیدهٔ مردم نشست / شب بمیاں کرد و ز مردم بجست

صبح بیکدم که بروں زد بلاغ / کشته شد از وی بدمے صد چراغ

شمع هم از دوریِ شب جاں نبرد / سوخته شد اوّل و آنگاه مرد

خلق درآمد بنماز و دعا / قامتِ خود کرد موذن دوتا

دانه در انداخت شب اندر خراس / قرص شد آں دانهٔ ناکرده آس

مشعلهٔ صبح که شد نوردار / ساخت یکے شعله ز چندیں شرار

از تفِ آں شعله که در تاب شد / سیمِ کواکب همه سیماب شد

صبح ز بس دم که دمادم گرفت / آتشِ خورشید بعالم گرفت

شمع و چراغی که بود شب فروز / کشته شود گر برون آید بروز

الغرض آن پیک گردون گرای / رفت چو تیرِ یک آماج وار

زان علمی تا بفلک خاسته / کوکبهٔ روز شد آراسته

شاه که تا صبح بُد اندر صبوح / صبح بر و فاتحه خوان از فتوح

بود خوش از خوردن آن آبِ خوش / کرد ز مستی نفسی خواب خوش

چون ز سرش رفت خماری که داشت / بار بیاراست بهنگامِ چاشت

فرش کشادند بساط افگنان / پیش ستادند سلاطین زنان

گفت بفرزانه که در خورد شاه / چترِ سپید آر و کلاهِ سیاه

حاجب درگاه ز ایوانِ بار / شد بسوی بقچه کش و چتردار

جستهٔ شه کرد بر ایشان درست / برد و رسانید بشاه آنچه جست

تاج ور آن چتر و کلاهِ سیاه / کرد بمیعاد روان سوی شاه

برد فرستاده بحکم شهی / بر شهِ شرق آن دو نشان مهی

شاه شد از دیدنِ آن سخت شاد / بستد و بوسید و بسر بر نهاد

داد بآرندهٔ آن هر دو چیز / خلعتِ خاص و زر بسیار نیز

خواست بسی عذر ز پیوندِ خویش / شکرِ خدا گفت ز انداز بیش

هدیه بسی بهرِ خداوندِ تاج / هدیه نه بل مملکتی را خراج

هر دِرساننده خوش و شادمان / آمده ز آنجا بخوشی در زمان

آہوے پوئیندہ ببالاؤ زیر ‏ — ‏ خانۂ خود ساختہ در کامِ شیر

مشرق و مغرب ہمہ یکروزہ گشت ‏ — ‏ یک مہ یک برج نیارد گزشت

شاہِ جہانگیر بشمشیر تیز ‏ — ‏ چترِ سیاہِ شب ازو در گریز

لشکرِ انجم ہمہ چرخِ کبود ‏ — ‏ او بکشد خنجر و گوئی بنود

لشکرش از حدِّ شمردن بروں ‏ — ‏ لیک بگنجیدہ بروزن دروں

ماہ ہم از وے علم افراشتہ ‏ — ‏ غیبتش آنگاہ نگہ داشتہ

گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں ‏ — ‏ پس زحیا در رود اندر زمیں

بیند اگر تیز بکوہ اندروں ‏ — ‏ زہرۂ کوہ آب شود بلکہ خوں

گر نظرِ گرمی و تیزی دروست ‏ — ‏ ریختنِ آبِ خودش آرزوست

گرچہ کند تیزی و گرمی بسے ‏ — ‏ تیز در و دید نیارد کسے

سینۂ شام از شفقش خوں شدہ ‏ — ‏ شب بمیاں کردہ و بیروں شدہ

مشرقیش[1] قبلۂ خود کردہ نام ‏ — ‏ سجدہ او جانب مغرب بشام

سجدہ کناں ہندو ازاں سوے گشت ‏ — ‏ روے بدو کردہ سیہ روے گشت

نورِ بصر ہست بمعنی ازو ‏ — ‏ چشم ہمہ تیرہ بود بے ازو

بے رخِ خورشید بود تیرہ داغ ‏ — ‏ شب کہ کند چرخ و زمیں پُر چراغ

نور بچشمِ ہمہ از وے پدید ‏ — ‏ کوریِ خفّاش کہ او را ندید

---

[1] مشرقی مجوسی (آفتاب پرست) ۱۲

بس کہ پر از غبار شد دل ز تو گر نفس زنم
خاک برویم افگند این دلِ پُر غبارِ من

دولتِ روزگارِ من آہ و فغانِ روز و شب
دولت اگر چنین بود وای بروزگارِ من

رنجہ مشو بکشتنم زانکہ بر خصتِ غمت
فتنہ تمام می کند محنتِ نیم کارِ من

لاغ مکن کہ خسروا دامنِ خود ز من بکش
چونکہ ز دستِ من بشد دامنِ اختیارِ من

شبِ دیگر زپیٔ عیشِ ملاقاتِ دو شاہ
وز پدر دادنِ پند و زپسر گوشن براں

مجلسِ انجم چو بیاراست شب
کشتی مہ برد ثریا بہ لب

خاست زگرداب فلک موجِ در
ماہ ز در کشتیِ خود کرد پر

شاہِ جہاں باز بآئینِ دوش
کرد فلک زمزمۂ نای و نوش

تختِ خود آرایشِ دوشینہ داشت
پے شرف بر سرِ گنجینہ داشت

از نمطِ مجلس و مے آنچہ بود
بشیتہ آراستہ شد زانچہ بود

شست صراحی بدو زانو بہ پیش
دختر رز شاند بزانوے خویش

آئینۂ می چو بزانو نہاد
بر سرِ زانوش دو آئینہ زاد

آتشِ مہ گرچہ جہاں بر فروخت
پنبۂ قرابہ ز آتش نسوخت

گرچہ پیالہ نفسے آرمید
خاست چو قُم قُم ز صراحی شنید

جام زمانے بہ نشستن نتافت
ہم ز دم قہقہہ نشستن نیافت

پیش جہاں دار شد و ہدیہ برد | جملہ بگنجینۂ خازن سپرد
عذر زبانیش کہ در گوش بود | خواند بگوشِ شہِ آفاق زود
شہ ز خوشی روے چو گلنار کرد | عزم می و بزم بگلزار کرد
بزم نشیں ساغرِ زر می کشید | بدرۂ دینار بسر می کشید
بر سرِ ہر مست زرِ بے گراں | مست شدہ ہر ہمہ و سر گراں
مجلسِ شہ را ہمہ مجلس نشیں | مست پناں بود گراں سر چنیں
شاہ گراں سر ز میِ خوش اثر | باد و مبا داش گرانی بسر
دست سبک زخمۂ مطرب بود | عودِ گراں سر بنوائے سرود
مجلسِ او زیں غزلم گشت مست | مست گراں سر شدہ ہر کس کہ ہست

غزل

آفتِ زہد و توبہ شد ترکِ شراب خوارِ من | یار گر او ست کے بود توبہ و زہد یارِ من
بادۂ ہجر خوردہ ام رنجِ خمار در سرست | جز بحلاوتِ لبش نشکند ایں خمارِ من
بود قرار وصلِ وے گر بود ایں ست دولتے | ورز قرار بگذرد نے من و نے قرارِ من
ای چو توئے نخاستہ پہلوے من دمے نشیں | تا بنشیند از دروں آتشِ انتظارِ من
رغبت اگر بے کنی ساقی خونِ خود شوم | مطربِ رائیگانِ تو نالۂ زیر و زارِ من
بے تو دو چشم چار شد خاکِ درِ تو سرمہ ام | سرمہ گر از تو نایدم خاک بہر چہارِ من
چوں تو سوار بگذری دیدہ گہر فشاں کنم | خواہ قبول خواہ رد نیست جزیں نثارِ من

گاه پسر در پدرِ خویش دید | مهرِ خود از حسرتِ او بیش دید
گاه پدر تنگ بر در گرفت | افسرش از گریه بگوهر گرفت
گاه پسر دستِ پدر بوسه داد | خاتمِ جم را بکفِ جم نهاد
گاه پدر پیشِ پسر داشت می | گفت که خوش باد حیاتت بوی
گاه پسر پیشِ پدر برد جام | گفت که باد آبِ حیاتت بکام
گاه پدر گفت بدردِ فراق | کز تو چگونه شوم اے دیده طاق
گاه پسر گفت دلم چون بود | کز نظرم نقشِ تو بیرون بود
گاه پدر خواست که از وقتِ خوش | دیده کند پیشِ پسر پیشکش
گه پسر از ذوق چنان گشت مست | کش بزمین ریخت پیاله ز دست
زین نمط از هر دو سخن میگذشت | آرزوے دل بدهن میگذشت
چون بسخن رفت بسے داورے | دور در آمد به نصیحت گرے
چون پدران روے بد بلند کرد | پندِ پدر رهبرِ فرزند کرد
داد نخستش بدعاے پناه | کایزدت از حادثه دارد نگاه
ریخت پس آنگاه بمهرِ تمام | داروے تلخش ز نصیحت بکام
کاے پسر از ملک و جوانی مناز | ناز بدو کن که ندارد نیاز
کار تمامی چو ازو شد بکام | کار بخشنودیِ او کن تمام
گرچه سیاست ز تو شد دستیاب | دستِ ضعیفان بسیاست متاب

گردشِ ساقی ز سر آغاز شد / چنگِ سر افگنده سرافراز شد

بانگِ مزامیر نُه پرده جست / هفت و نهِ زهره بهم درشکست

چون نفس چند زمی تازه گشت / گوش ز آوازه پُر آوازه گشت

باز منو داختر فرخ جمال / خاست همه قرعهٔ اوّل بفال

موج زد دریاے کرم شد باوج / کشتیِ اقبال درآمد بموج

تاجورِ شرق شرف باز داد / تارکِ خود در محلِ ناز داد

در کنفِ دولت و عونِ خداے / آمد و آورد وثیقت بجاے

بادهٔ نوشین بصفا خواست کرد / وعدهٔ دوشین بوفا راست کرد

هر دو نشستند چو خورشید و ماه / در خطِ شان نقش سپید و سیاه

جام ز بردستِ دو سلطان نشست / تا دو ز بردست شدش زیردست

گرچه که بد فرصتِ می پیش ازاں / فرصتِ دیدار نهد پیش ازاں

باده بخوردند مگر بر قیاس / تا نرود عقلِ فراست شناس

کاں نہ گہِ عشرتِ می خوار بود / بلکہ گہِ دیدنِ دیدار بود

ہر نفسے کان بہزیمت گذشت / لذتِ صحبت بغنیمت گذشت

ہر مے گلگوں کہ ہمی شد بکام / دیدہ ہمی ریخت گلابی بجام

گرچہ لب آلودہ شد از شراب / گریۂ شاں شست دہاں از گلاب

گاہ پدر دید بروے پسر / پردہ شدش گریہ بہ پیشِ نظر

گرچه دلت هست فراست شناس — گفتِ کسان نیز همی دار پاس

رازِ نگو پیشِ کسے از نخست — تا ش نه بینی بوثیقت درست

باشد اگر سوئے مهمیت روے — رخصتِ تدبیر شناسان بجوے

گر شودت خصم بتدبیر رام — تیغ نشاید که کشی از نیام

حق چو ترا جاے بزرگان سپرد — خویشتنت خرد نباید شمرد

درنگر اے دیده که این جای کیست — دیده درین راه زمین سای کیست

چون تو درین پایه شدی دستیاب — پایه نگهدار مشو مستِ خواب

کارِ جهان جمله چنان کن که اوست — گر به ازان نیست همان کن که اوست

جد چو ترا داد کم و بیشِ خویش — بیش و کم از وے نه کنی و نه بیش

بیش کن آنها که زیزدان بود — کم کن ازانها که نه فرمان بود

چشمِ رعایت ز رعیت مگیر — تا بودت ملک عمارت پذیر

شاخِ درختے که بود سایه دار — سایه نشین را بود از وے مدار

چون تو شدی سایهٔ یزدانِ پاک — سایه فشان باش برین مشتِ خاک

عدل که سرمایهٔ شاهان بود — مرتبهٔ مرتبه خواهان بود

چون تو درین مرتبه داری نشست — سود بدست آر که سرمایه هست

عدل بود مایهٔ امن و امان — بیش کن این مایه زمان تا زمان

ملکِ سلیمان چو گرفتی فراز — از پر موریت بپرسند باز

خشم بہر جرم میاور بکس | ز آتشِ سوزندہ نگہدار خس

چوں بگنہ معترف آید کسے | عفو نکوتر ز سیاست بسے

وانکہ بشمشیر سیاست سزاست | ہم بتأمل بتواں عذر خواست

در حقِ آں کش بیرِ خود داشتے | دیر خصومت شو و زود آشتے

وانکہ سزاوارِ خصومت بود | حکمِ تو بر وے بحکومت بود

ہر کہ زند در رہِ اخلاص گام | کار برو کن بعنایت تمام

وانکہ بر آرد بخلافت سرے | سر بزنش پیش کہ گیرد برے

خورد مبیں دشمنِ بد زہرہ را | آب دہ از زہرۂ او دہرہ را

دشمنِ خود خورد نباید شمرد | در تہِ دنداں[۱] چہ کند سنگِ خورد

گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہ تست | ہم بکن آں خار کہ در راہِ تست

ہر کہ بود نقشِ دوئی در سرش | سر کہ یکے شد دو کن از خنجرش

دشمن اگر دوست نماید بپوست | فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست

جائے مدہ دشمن کیں توز را | گوش مکن گفت بد آموز را

روئے بیکبار متاب از دوے | گو بود آں قبلہ کہ بینی دو سوے

خاص کن آنرا کہ خرد ہست بیش | راہ مدہ بے خرداں را بہ پیش

محرمِ سر ساز خرد پیشہ را | مصلحت آموز کن اندیشہ را

---

۱ یعنی تو میدانی کہ سنگِ خورد دنداں را چہ ضرر میرساند ۱۲

هرچه کنی باز نشانت دهند — هرچه دهی باز همانت دهند

بر سرِ هرکس که ترا دست هست — دست مکش از سرِ هر زیر دست

نیّت خیرت اگر امروز خاست — وعده بفردا مفگن کین خطاست

در عملِ خیر توقف مکن — چون بکنی هیچ تاسف مکن

چون تو نه محتاجِ کسی در نعم — در حقِ محتاج همی کن کرم

کم مکن احسان دِهش آور بجای — بیش دهی بیش رساند خدای

یافتی از کشتِ ازل خوشه — راست کن از بهرِ ابد توشه

دولتِ خود بین و مشو ناسپاس — شکر بکن بر کرمِ بی قیاس

نعمتِ تو گرچه ندارد شمار — شکر کنی بیش کند کردگار

گنجِ خرد خاصِ تو گشت از صفات — واطلب از غیب کلیدِ نجات

گرچه جهان داری و شاهیست — سوی خدا بین و مشو خودپرست

باش دریں پرده با فگندگی — سر مکش از دائرهٔ بندگی

بنده شو و عاقبت اندیش باش — معترفِ بندگیِ خویش باش

ترسِ خداوندِ جهان کن بدل — تا ز خداوند نمانی خجل

کار چنان کن که بهنگام کار — از درِ یزدان نشوی شرمسار

کم کن از آغاز پریشانیت — کاورد انجام پشیمانیت

گرچه ز بیمِ تو کس از کن مکن ق — با تو نیارد که بگوید سخن

داد گری کن که ز تأثیرِ داد — بس درِ دولت که توانی گشاد

هر چه رسد بر تو ز کارِ کسان — از سرِ انصاف بآخر رسان

سایهٔ ظلمت ز مظالم بکش — غصهٔ مظلوم ز ظالم بکش

تا بزمانِ تو که باد ا بسی — نشنود آوازِ تظلّم کسی

ملک چو از نام تو شد بهره‌مند — کوش که آن نام بماند بلند

دولتِ دنیا چو مسلّم تراست — جانبِ دین کوش که آن هم تراست

دولتِ جاوید نه بر دستِ کس — نامِ نکو دولتِ جاوید بس

هر نفس از عمر غنیمت شمار — یاد کن از ملک ورانِ دیار

کاولِ شان چرخ ببالا کشید — آخرِ شان خاک بخارا کشید

قصهٔ ضحّاک همیدون بخوان — نامهٔ جمشید و فریدون بخوان

نیک و بد از دفترِ ایشان بجوی — نیک بخاطر کن و بد را بشوی

فعلِ نکو چیست ز بد خواستن — نقشِ کژ از راستی آراستن

پیشهٔ نکوئی کن و از بد بترس — از بدِ کس نی ز بدِ خود بترس

چشم به نیکی نه و این پیشه کن — تا نرسد چشمِ بد اندیشه کن

در همه تدبیر نکوکار باش — از بد و از نیک خبردار باش

بد کنی اوّل بملامت کشد — و آخر از آن سر به ندامت کشد

خود ز مکافات و جزا هر زمان — هر چه کنی باز بیابی همان

گرچه که درمی کرم بیحد ست | آن کرم از می شمرند این بدست
باده حلالت نبود چون مدام | هرچه مدام ست چه باشد حرام
پیشهٔ تقولیست پسندیده فر | از همه وز شاه پسندیده تر
چون همه کس خدمتِ سلطان کنند | هرچه ز سلطان نگرند آن کنند
عشرتِ دایم شهِ اقلیم را | ره بضلالت برد اسلیم را
کوششِ پوشیده کن اندر شراب | تا نشود رکنِ شریعت خراب
شاه بریں گونه بفرزندِ خویش | داد بسے زادِ نو از پندِ خویش
کرد زبانی بچنیں گفت وگوے | کن مکنی را بجز دجست وجوے
تا دلِ شب نزدِ جگر گوشه بود | دانهٔ اشکش بمژه خوشه بود
نیم شباں عزم سوے خانه کرد | دامن ازاں خوشه پُر از دانه کرد
گفت که فردا بوداع ست راے | آیم وایں شرط بیارم بجاے
کرد رواں کشتیِ دولت شتاب | رفت بدولت بگذارای آب
شاه چو زاں دولتِ فیروز بخت | فرخ و فیروز برآمد به تخت
گریهٔ قرّابه بیانگِ بلند | قهقهه در حلقِ صراحی فگند
آبِ رواں کرد بجوے نشاط | خاک شد از جرعه معنبر بساط
بزمِ شبش گرچه که فردوس بود | وعدهٔ فرداش قیامت نمود
بسکه بدش از غمِ دوری خمار | باده همی خورد ولی کرد کار

لیک ترا نیز بهر کار هست   آئینهٔ روشنِ فکرت بدست

هرچه مصوّر شود در خیال   نیک بکن بد مکن اینک جمال

خود نفتد در فتنت کار سخت   فضل ز حق جو و عنایت ز بخت

چون بو غا جهد کنی در جهاد   باش گران جنبش و دیر ایستاد

گر بودت در دلِ مشکل کشائے   مشکلے از ملک طلب کن ز رائے

ور بدل از رائے بود مشکلے   خواه کلید از دلِ صاحب دلے

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک   صحبتِ آلوده رها کن بخاک

مست مشو چون بلب آری شراب   در چه شوی مست مشو مستِ خواب

هوش بران نه که شوے هوشیار   تا نت بغفلت نرود روزگار

غفلتِ شاه است زیانِ همه   خواب شبانست بلائے رمه

شاه بود از پے پاس جهان   خواب نشاید که کند پاسبان

می بخور اما نه ز اندازه بیش   تا نشوے بے خبر از کارِ خویش

کم خور از انسان که شوی مست ازو   تا شده از دست بکش دست ازو

کار جهان جمله ترا کردنی ست   خود غمِ این کار ترا خوردنی ست

چون تو نوری بادهٔ کافور بوے   پس غمِ گیتی که خورد خود بگوے

مست که از خود خبرش کم بود   کی خبرش از همه عالم بود

گرچه کمیت بخوشی رهبر است   هرچه عنا باز کشی خوشتر است

وہ کاں شکروش ناگہاں زیں دیدۂ ترشد نہاں　　　از خسرو آموز و فغاں فرہاد اگر اکنوں بود

وداعِ دو گرامی کہ پدر را داشک
مردمِ دیدہ ہمی رفت ز چشمِ گریاں

شب چو وداعِ مہ و سیّارہ کرد　　　صبحدم از مہر قبا پارہ کرد

کرد کنارہ شفق از خونِ خویش　　　چشمۂ خورشید شد از دیدہ بیش

قلبِ دو سلطان زد و سو کوچ کرد　　　بست دو پل روئے دو آب از دو گرد

کوکبۂ شرق سوئے شرق تافت　　　لشکرِ مغرب سوئے مغرب شتافت

سرورِ مشرق بو داعِ پسر　　　گریہ کناں کرد ز دریا گزر

ویں طرف اقبال مغزی بہ پیش　　　گشت شتابندہ بمیعادِ خویش

خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ　　　چوترہ بایستۂ آرام گاہ

ہر دو دراں بقعہ مہیّا شدند　　　چوں مہ و خورشید بیکجا شدند

محرمِ خلوت شدہ ہر دو بہم　　　زحمتِ غیرے ز میاں گشتہ کم

خلوت ازاں گونہ کہ محرم نبود　　　ہیچکس از خلوتیاں ہم نبود

آنچہ بد از مصلحتِ ملک راز　　　یک بدگر ہر دو نمودند باز

کاں چمن از خارتہی کردنی ست　　　واں گلِ رنگیں بکف آوردنی ست

در حقِ ایں شو بکرم رہ نموں　　　واں دگرے را بزمیں ریز خوں

گرچہ خوشی در دلِ شب پیشہ کرد — لیک ز فردا بدل اندیشہ کرد

تلخ تواں شربتِ دوری چشید — درد جدائی کہ تواند کشید

دشمن باشد فلک از مغز و پوست — زانکہ بیک جاے نخواہد دو دوست

الغرض از مے چو سرش گرم گشت — زانچہ دلش بر قدرے نرم گشت

رفت ز مجلس بسوے خوابگاہ — شد تہی از بادہ کشاں بزمِ شاہ

جفت بہ بیداری بختِ جواں — دولتِ بیدار شدش پاسباں

خوابگہش باد ببالائے تخت — ہیچگہے خفتہ مبادش بخت

مطربِ خوش نغمہ بآوازِ نغز — زیں غزلش داد طراوت بمغز

غزل

آرامِ جانم میرود جاں را صبوری چوں بود — آنکس شناسد حالِ من کو ہمچو من در خوں بود

بربست چوں جوزا کمر آورد در جوزا قمر — یعنی کہ ایں عزمِ سفر در طالعِ میموں بود

گویند حالِ دل نہاں گویش مگر ناید عیاں — ایں ہا کسی گفتن تواں کو از دلم بیروں بود

رنجم مبادا بر تنی چوں من مبادا دشمنی — من دانم و ہمچوں منے کاندوہِ دوری چوں بود

زیں دُر کہ از چشم افگنم پرگشت جیب و دامنم — چوں ریسمانے شد تنم کاندر دُرِ مکنوں بود

بند و خطش جویم ہمے زیں تارِ موئے در خمے — خود عاشقاں را ہر دمے سودائے گوناگوں بود

زلفش کہ در جانم گزد چوں مار پنہانم گزد — مارے کزو بینا نم گزد کے در خورِ افسوں بود

لیلی و موئے مشکبو آنکس کہ دیدہ مو بمو — داند کہ زنجیر از چہ رو در گردنِ مجنوں بود

اے ز تو در دیدۂ تاریک نور | مردمے کن مشو از دیدہ دور
جانِ عزیزی بجدائی مکوش | چند بود جانِ عزیزم بجوش
صبر مفرما کہ صبوریم نیست | دور ز تو طاقتِ دوریم نیست
گرچہ ترا ہم کششے در دل ست | اینچہ کہ من میکشم آن مشکل ست
خویشِ توام ور تو نہٗ خویشِ من | مرحمتے بر منِ بے خویشتن
با توام ار بیخود و گر باخودم | بیخودیم بین و ببر باخودم
بر سرِ راہی و منم خاکِ راہ | بر گذرِ ہمچو صبا برگیاہ
چند کنی از پئے رفتن شتاب | یکدمے از سوختگاں رو متاب
با تو اگر ہمرہیم مشکل ست | اشکِ منت ہمرہِ صد منزل ست
بہرِ نثارِ تو سرشکم ز دُر | آستن و دامنِ من کرد پُر
گر تو بگوئی بسرت ریزمش | باگہرِ تاجِ در آمیزمش
تا چو بدامانِ تو افتد ز سر | یاد دہد از آبِ دو چشمِ پدر
خامۂ من زین پس و تحریرِ درد | واشکِ رواں پیکِ بیاباں نورد
حالِ من از نامہ فرو خواں چو آب | باز نویس ار بتوانی جواب
گرچہ تو خوردی و فراموش کار | تا تو فراموش نشوم ہوش دار
ورچہ نیاری بدلم سال و ماہ | جانِ تو[۱] کز دل نشوی ہیچگاہ

بدلِ خود مرا ۱۲

---

[۱] جانِ تو اے قسم بجانِ تو ۱۲

دو رمیند از فلاں راز پیش | خاص مکن آں دگرے را بخویش
هرچه که ایں گفت بداں دار هوش | جاے مده گفتهٔ او را بگوش
سرورِ مشرق چو ازیں لعل و در | گوش جگر گوشهٔ خود کرد پر
آں همه گفتار پدر کیقباد | دل نتواں گفت که در جاں نهاد
ازپس ایں هردو بپا خاستند | عذرِ بد و نیک همی خواستند
خسته پدر از دل پر خون و ریش | دست درآورد بدل بندِ خویش
ناله برآورد که اے جانِ من | جاں نه ازاں دگرے زانِ من
بے تو زیم گرچه که در خوں زیم | لیک چو جاں میرو دم چوں زیم
چوں بخصومت جگرم خون شود | حالِ دلم چوں تو شدی چوں شود
دیده بماند چو زروے تو دور | سوے که بینم که بماند صبور
چوں تو شدی دل زکه جوید ترا | ویں بکه گویم که بگوید ترا
سوخت ازیں غم دل بے حاصلم | ده که بسوزد دلِ تو بر دلم
هجرِ تو آمد که زخویشم برد | کیست کزیں واقعه بازم خرد
بے خبرم بهرِ تو شب تا بروز | گر خبرت هست چنینم مسوز
غم به کمین ست که خاکم کند | ترسم از اندیشه هلاکم کند
سوخته شد جانِ غم اندوخته | تا چه شود حالِ منِ سوخته
کاش نبودے دو سه روزِ وصال | تا نشدی دیده اسیرِ خیال

عاقبت الامر دراں اتفاق[1] | چوں کہ ندیدند گزیر از فراق

ہر دو رخ از خوں شدہ عنّاب رنگ | یک دگر آغوش گرفتند تنگ

رفت پدر پایے بہ کشتی نہاد | دیدہ رواں از مژہ طوفاں کشاد

گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش | کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش

شہ شد ازیں سو پسر درد مند | آہ برآورد بہ بانگِ بلند

گریہ ہمی کرد زمانے دراز | سوئے پدر داشتہ چشمِ نیاز

راند ہمی از مژہ سیلابِ خوں | تا ز نظر کشتیِ شہ شد بروں

دید چو خالی محل از شاہِ خویش | رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش

روئے ز شرق اخترِ عالم فروز | تافت سوئے غرب گہِ نیمروز

رفت بہ لشکر درِ خرگاہ بست | وآمد و شد را ز میاں راہ بست

خلوتیاں ہر ہمہ گشتند دور | جز دو سہ از خاصگیانِ حضور

جامہ بفریاد و فغاں می درید | جامہ[2] رہا کن تو کہ جاں می درید

گشت دلِ تنگ ز غم شاخ شاخ[3] | تنگدلی در دلِ تنگش فراخ

کرد چو انبوہی غم در ہمش | خواست شرابے کہ بشوید غمش

ساقی ازاں بادہ کہ باخویش داشت | پیشترک شد قدحے پیش داشت

شاہ ازاں مے کہ بلب در کشید | جرعۂ آں را ز مژہ بر کشید

---

۱ آخر کار ۱۲ ۲ جامہ کجا؛ خیال جامہ یکسو کن ۱۲ ۳ پارہ پارہ ۱۲

گشت رواں چشمِ منِ خستہ واے   دل نہ ہمانا کہ بماند بجاے

آہ کہ صبر از دل و تن میرود   خونِ من از دیدۂ من میرود

تشنہ اگر نیست سپہرم بخوں   چوں کشد آخر جگرم را بروں

یا خود از نیساں شبنمے مے نمود   روز بچشمش چو شبے مے نمود

دیدۂ پر خون و دلِ ناصبور   چشم سیہ شد ز جگر گوشہ دور

چوں شغب و نالہ ز غایت گزشت   گریہ و زاری ز نہایت گزشت

یک نفسے زاں نمط از ہوش رفت   کش سرِ فرزند ز آغوش رفت

واں خلفِ پاک ہم از دردِ دل   خاکِ رہ از گریہ ہمی کرد گل

بستہ دل و جاں بوفاے پدر   دیدہ ہمی سود بپاے پدر

وز مژہ در پاے پسرِ ارجمند   ریختنیہاے گہر مے فگند

اشک فشاناں بدلِ دردناک   مردمکِ دیدہ فتادہ بخاک

سر چو ازیں بے خبرے برگرفت   دُرِ خود از خاک با فسر گرفت

باز بآغوشِ خودش کرد جاے   گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پاے

ہر دو بجاں شیفتۂ یکدگر   دوختہ بودند نظر با نظر

روے بہم کردہ چنیں تا بدیر   ہیچ نگشتند ز دیدار سیر

نقشِ وداع ارچہ بجاں میگذشت   لیک ز اندازہ زباں می نگشت

ابر سرا پردہ ببالا کشید — سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید
آب فرو ریخت بکارِ زمیں — زو ہمہ بنشست غبارِ زمیں
سیل عناں بس کہ بہ تندی گزاشت — باد بہ زنجیر نگاہش نہ داشت
چوں دہلِ رعد شد از آب غرق — گرم شد از آتشِ سوزانِ برق
گرم چناں شد کہ چو آواز داد — غلغلہ در گنبدِ گردوں فتاد
قوسِ قزح گشت کماں وار کوز — از دو طرف سبزیٔ و سرخ توز[۱]
تاب کشید آتشِ برقش چناں — کش نم صد ابر نہ دارد زیاں
جوی کہ شد مست خوش و آبدار — آب گرفتش لبِ سبزہ کنار
صفوتِ آب ار تو ندانی محال — زیرِ زمیں ابر نمود از خیال
تندیٔ سیلاب ببالاے کوہ — از شغب آورد زمیں را ستوہ
ماند ہمہ وقت خطِ سبزہ تر — از کفِ خورشید نہاں شد اثر
ہر دمنے یک گل و صد آبجو — ہر چمنے صد گل و صد آبرو
برق بہ شمشیر در آورد تاب — گشت زرہ پوش سوارانِ آب
برق بہر سوے بتابے دگر — دشت بہر جوی بر آبے دگر (حباب)
پردہ نشیں گشت فلک سو بسو — با ہمہ زالی شدہ پوشیدہ رو
جوے کہ شد برہنہ سیمیں تنش — جامۂ غوکی[۲] شدہ پیراہنش

[۱] توز درختے ست کہ بر زین اسپ و کماں پیچند برنگت سرخ باشد ۱۲ [۲] جامۂ غوکی کاہی کہ بر آب باشد ۱۲

گفت بمطرب کہ دمے بے درنگ　　ساز کند صوتِ جدائی بچنگ
نشست مغنّی و براہِ عراق　　کرد رواں زمزمہاے فراق
دست و زبانش چو درآمد بکار　　زیں غزل از دست بشد شہریار

غزل

سخت دشوارست تنہا ماندن از دلدارِ خویش　　ما کہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوارِ خویش
لطف کن اے دوست از شمشیرِ ہجرانم مکش　　من کہ وصلم چند کہ پرورده در زنہارِ خویش
مرده را حسرت زمردن نیست ہست از بہرِ آنکہ　　باز مے گیرند زوہم صحبتاں دیدارِ خویش
ہر کہ روزے ناوکے خورد ست او داند کہ چیست　　دردِ مجروحے کہ نالد از دلِ افگارِ خویش
کیست کز بسیاریِ غم اندکی بازم خرد　　کاندک اندک می بسوزم از غمِ بسیارِ خویش
راز با دیوار ہم گفتن نمی آرم ازانکہ　　گوشہا می بینم از ہر سوئیِ دیوارِ خویش
گفتۂ گہ گہ کہ خواہم کرد کارت را بہجر　　کارِ من کردی و کردی عاقبت آں کارِ خویش
نا امیدم ترک گیریدم دمے اے دوستاں　　تا چو نومیداں بگریم بر غم و تیمارِ خویش
خسروا پہلوے من نشیں ساعتے دل دہ مرا　　زانکہ دل می افتدم از گریہ ہاے زارِ خویش

صفتِ موسمِ باراں و برہ رفتن شاہ
جانبِ شہر شدن از لبِ کہکھر بگراں

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب　　چشمۂ خورشید فرو شد بآب

سینهٔ گنجشک ز شا مارِ نو — پر شده از آب و علف جو بجو

خاک یکے بیضهٔ طوطی شمار — بیضه یکے بچّهٔ او صد ہزار

سبزهٔ نو رسته تو گوئی مگر — بچّهٔ طوطی ست که شد سبز پر

سبزه بصحرا شده چوں نو خطاں — ملکِ جہاں گشته بکامِ بطاں

ژاله زناں بر سرِ کلمُرغ[له] سنگ — با سرِ کل خوش بود از سنگ جنگ

غوطهٔ مرغابیِ رعنا بجوے — از سرِ طوفاں شده پایاب جوے

نولِ حواصل شده مقراض پر — جامهٔ او نقره و مقراض زر

جفتکِ سرخاب ز حکمِ خدا — روز یکجا و شب از ہم جدا

جرعه که طاؤس ز باراں بخورد — ہم بسرود آمد و ہم جلوه کرد

یافته درّاج خوشی در ہوا — شیر و شکر داد بروں از نوا

سرخ شده آب ز سرخابگاں — شسته بخوں ناخنِ قصابگاں

مرغ بسے ساخته در آب جاے — بر سرِ آں نقره شده نقره پاے

لرزه کناں آب ز نرمی چو خز — مرغکِ کز پاش بپا کرده کز

ز آبِ زمیں شعبے بہر شاخِ بید — زاغ شده قمریِ جامه سپید

میوهٔ ایں فصل رسیده بشاخ — گرد چمن طعمهٔ مرغاں فراخ

خوشهٔ انگور بداں چابکی — آبله بر پا شده از نازکی

له بکاف عربی قسمے از کرگس که بر سرِ او موے نباشد ۱۲

خاک ز بی آبی امان یافته | چشمه ز جوی آب روان یافته

قطره در آورد زبان را فراز | آب شده از دُرِ او حلقه ساز

چون زمین از آب شده سیم ناب | باد گره بر زده بر سیمِ آب

جوی رسیده به بلندی ز سیل | هم بتواضع به نشیبش میل

زود ز مستی به فغان آمده | دورِ خرابی بگران آمده

مانده بهر شهر عمارت در آب | محتکران را شده خانه خراب

چرخ نگون طشت شده سیل بار | طشت نگون آب نه گیرد قرار

ابر هوا خواهِ گلستان شده | آب کشِ مجلسِ مستان شده

باغ که از سبزه شد آراسته | ابر سیه را بهوا خواسته

برگِ درختانِ تر از شاخسار | هر همه دُر بار و در آورده بار

ابر شده کوهِ بلند از شکوه | برق شده بر سرِ او تیغِ کوه

پر شده قرابهٔ چرخ از گلاب | پنبه نهاده بدهانش سحاب

حوضِ مدور که شدش آب بیش | آب کشان گرد بگرداب خویش

جفتِ زمین را همه بشگافته | کاو زمین جفت بسی یافته

برزگران در گلِ لغزان اسیر | تکیهٔ شان بر کرمِ دستگیر

دانه که سر تیز چو سوزن کشید | سوزنِ او آبله روشن کشید

شالی سر سبز ندانم که چیست | کاب گذشت از سر و انگاه زیست

محتکران: غله اندوزان ۱۲

برزگران: مزارعین ۱۲

گرچہ کہ بود آب رواں تا شکم　　اسپ نکرد آتش خود ہیچ کم

پاے ستوراں بہ زمیں رشدہ　　گاو زمیں راسم شاں سرشدہ

بود بہر جا کہ نزول سپاہ　　تنگی جو بود فراخی کاہ

خیمۂ لشکر ہمہ بر روے آب　　راست چو دریا کہ بر آرد حباب

با علم فتح دراں راہ دور　　سایہ فشاں شد بجد کینتور

خان جہاں حاتم مفلس نواز　　گشت باقطاع اودہ سرفراز

از کف جود و کرم حق شناس　　کرد فراہم سپہ بے قیاس

من کہ بدم چاکر او پیش ازاں　　کرد کرم زانچہ کہ بد بیش ازاں

باز چناں بخشش چاکر فریب　　بندہ شدم لازمۂ آں رکیب

در اودہم برد لطفے چناں　　کیست کہ از لطف تباید عناں

غربت از احسانش چنانم گذشت　　کم وطن اصل فراموش گشت

در اودھ از بخشش او تا دو سال　　ہیچ غم و نالہ نبود از منال

من ز پے شرم خداوند خویش　　رفتہ ز جاے خود و پیوند خویش

مادر من پیرزن سبحہ سنج　　ماندہ بدہلی ز فراقم برنج

روز و شب از دوری من بیقرار　　سوختۂ داغ من خام کار

در غم و زاری ز جدا ماندنم　　نامہ نویساں ز پے خواندنم

گرچہ دلم ہم ز غمش بود ریش　　چند گہے راہ ندادم بخویش

دانهٔ او کرد طراوت درو   گرد شده جمله حلاوت درو

خسته شده سینهٔ خرما زخار   خنده همی کرد به پرده انار

موز بیک برگ بپوشید شاخ   برگ ازو گشته به بستان فراخ

گرچه که با خربزه زد پهلوئے   صلح همی کرد بشفتالوئے

نغزک خوش نغزکن بوستان   نغزترین میوهٔ هندوستان

طفل که همشیرهٔ او شد نبات   خضر وشی شسته برآبِ حیات

میوه بباغ ار زیکی ده بود   پخته شود خوردنش آنگه بود

میوهٔ نغزک هم از آغاز بر   تا حدِ انجام سزاوارِ خور

سایهٔ او بر درم از آفتاب   مایهٔ مستان ز برائے شراب

آبِ روان گشته بهر سایهٔ   یافته از میوه زمین مایهٔ

نغزکِ پخته بچکیده ز بر   گشته نباتِ زمین از شیره تر

گاه تماشائے جوانان بباغ   زیرِ درختان شده مستان بلاغ

وقت چنین میوه پرو گرتتاب   وز مددِ ابر جهان غرقِ آب

ابر دُر افشان شه دریا نوال   ابرشِ خود راند بدار الجلال

آب فراخے همه را تا به گنگ   وآمده لشکر همه از آب تنگ

لشکرِ انبوه چو دریا بجوش   سیل ز جنبیدنِ آن در خروش

بود سراسر زمین از آب پُر   هم ز هوا سوخته می شد شتر

پرده ز روی شفقت بر گرفت — اشک فشانان ببرم در گرفت
داد سکونی دل آشفته را — کرد وفا نذر پذیرفته را
بعد دو روزی که رسیدم ز راه — زآمدنم زود خبر شد بشاه
حاجبی آمد بشتابندگی — داد نویدم بصف بندگی
خاستم و برگ شدن ساختم — محمل تیز تاز بپرداختم
رفتم و رخساره نهادم بخاک — تن ادب آموز و دل اندیشه ناک
نقش طرازیده گشادم ز بند — کردمش انشاد ببانگ بلند
شه که دُر چیدهٔ من دیده تر — مهر بجنبید از ندمای دگر
داد باحسان ربی بر درم — جامگی[۱] خاص و دو بدره درم
یافتم اندر محل اختصاص — مرتبه در سلک ندیمان خاص
چون دلم از فیض و کرم شاد کرد — خانهٔ فقرم بزر آباد کرد
گفت که ای ختم سخن پروران — ق — ریزه خور خوان چه تو دیگران
از دل پاکت که هنر پرورست — ۲ — همت ما را طلبی در سرست
گر تو درین فن کنی اندیشه چیست — ۳ — وز تو شود خانهٔ من درست
خواسته چندانت رسانم ز گنج — ۴ — کز پی خواهش نبری هیچ رنج
من که عطای شهم این قدر داد — سجده کنان پیش دویدم چو باد

---

۱ جامگی روزینه که آنرا هندی پنشن گویند ۱۲

چون کشش سینه ز غایت گذشت باعثهٔ دل ز نهایت گذشت

حالِ خود و نامهٔ امید وار باز نمودم بخداوندگار

او خود ازانجا که بزرگیش بود خردیِ من دید بزرگی نمود

داد اجازت برضای تمام تا نهم اندر رهِ مقصود گام

خرج زنم زان کفِ دریا اثر گرم روان کرد دو کشتیِ زر

تا ز چنان بخششِ مفلس پناه شکر کنان پای نهادم براه

شوق کشان کرد گریبانِ من گریه زده دست بدامانِ من

حامل خون کرد غمم مادرم زاد همین بود براه اندرم

قطع کنان راه چو پیکانِ تیز بلک چو تیر آمده اندر گریز

یک مهِ کامل به کشیدم عنان راه چنین بود و کشش آن چنان

همچو مهِ عید خوش و شاد بهر در مهِ ذی القعد رسیدم بشهر

خنده زنان همچو گلِ بوستان چشم گشادم برخِ دوستان

یافتم از لذتِ دیدار کام وز میِ مقصود شدم سیر جام

مرغِ خزان دیده به بستان رسید تشنه لب سر چشمهٔ حیوان رسید

مرده دل از حالِ پریشانِ خویش زنده شد از دیدنِ خویشانِ خویش

دیده نهادم بهزاران نیاز بر قدمِ مادرِ آزرم ساز

مهربان

مادرِ من خستهٔ تیمارِ من ق چون نظر افگند بدیدارِ من

از درِ شہ باہمہ شرمندگی — آمدم اندر وطنِ بندگی

خم شدہ از بارِ کرم گردنم — فرض شدہ خدمتِ شہ کردنم

گوشہ گرفتم ورقِ دل بدست — عقل سراسیمہ و اندیشہ مست

روے نہاں کردم از ابنائے جنس — نے غلطم بلکہ خود از جن و انس

آبِ معانی ز دلم زاد ز ود — و آتشِ طبعم بقلم داد دود

چوں بتوکّل شدم اندیشہ سنج — سینۂ خاکیم بروں داد گنج

خامہ بیاراست سخن را جمال — پردہ برانداخت عروسِ خیال

حجلۂ خط را ز سراپردہ یافت — واں ز زبانِ قلمم در شگافت

من زدہ بر عرش ز فکرت علَم — محرمِ فکرم شدہ لوح و قلم

خواست مدد خاطرِ اندیشہ زاے — زیں سہ ہنر سنج و معانی فزاے

سخن از وصفِ قلم آنکہ بلوحِ محفوظ
ہست اوّل صفتش ما خلقَ اللہ بخواں

سوے قلم دست کشیدم نخست — کاوّل ازو شد خطِ ہستی درست

راند نخست از یدِ قدرت بروں — کردہ رقم بر ورقِ کاف و نوں

سلسلہ جنباں شدہ درباب علم — داشتہ سر بر خطِ اربابِ علم

لہ اشارہ بجانب حدیث اوّل ما خلق اللہ القلم ۱۲

گفتمش ای تاجورِ جم جناب | بخت ندیده چو تو شاهی بخواب

منکه بوم داعیِ مدحت طراز | تا چو توئی را بمن آید نیاز

چون تو دهی حاجتِ هر مفلسی | حاجتِ تو چیست بچون من کسی

باغ نه از گل طلبد رنگ و بوی | ابر نه از قطره بود آب جوی

شه که جهان بندهٔ فرمانِ اوست | گر مثل جان طلبد زان اوست

حاصلم از طبعِ کژ و فکرِ سست | نیست مگر پارسیِ نادرست

گر غرضِ شاه بر آید بدان | دولتِ من روی نماید بدان

بنده چو بنمود بشاهِ زمن | عذرِ تهی مایگیِ خویشتن

شاه زبان را بسخن بر کشاد | قفل ز گنجینهٔ گوهر کشاد

گفت چنان بایدم ای سحر سنج | کز پیِ من روی نه پیچی ز رنج

جسمِ سخن را بهنر جان دهی | شرحِ ملاقاتِ دو سلطان دهی

نظم کنی جمله بسحرِ زبان | قصهٔ من با پدرِ مهربان

تا اگرم هجر در آرد ز پای | آیدم از خواندنِ آن دل بجای

این سخنم گفت و بگنجورِ جود | از نظرِ لطف اشارت نمود

برد مرا خازنِ دولت چو باد | مُهرِ زر و خلعتِ شاهیم داد

من شده مخصوص بجودی چنین | مایه بدستم نه و سودی چنین

نی قلمم را ز هنر بهرهٔ | نی ورقم را ز گهر مهرهٔ

ور بمثلِ خفت بجاے کہ خواست | خفتہ نخیزد مگر از دستِ راست
ور لبصر بر آمدہ چوں مرغِ باغ | نغمہ بلبل زدہ از نولِ زاغ
قار چکاں گشتہ زمنقارِ او | تا ہمہ قاری شدہ از قارِ او
خواندہ وراتیر سپہر از صواب | نام قلم نیزۂ خطّے خطاب
ور زدم ایں خامہ لسبوداے خام | مجمرۂ سوختہ دل را بکام

صفتِ مجمرہ کو گرچہ سیہ دارد دل
آں سیاہیِ دلش مایۂ علم ست و بیاں

سوختۂ دودِ فراقش قلم | وآبِ حیات و ظلماتش ہم
مطبخِ سوداؤ درون حجرہ وش | روزنش از سوے درون و دکش
ہم ورق از روزنِ او بردہ دود | ہم قلم از مایۂ او کردہ سود
زادہ بہیں دودۂ او ہر زماں | ہر خلفش بر سرِ خود دودماں
دیکِ خوشِ پختنِ سود و زیاں | خامہ چو کفگیر مہیا براں
خانہ روئین و زچوبش ستوں | گشتہ بروں روشن و تار از درون
دیدہ چنیں نادرہ کس در جہاں | خانہ بجا ماند و ستونش رواں
کردہ چہے ژرف بصد نیکوئی | چوں چہِ بابل ہمہ پُر جادوئی
کس نہ کشد سایہ کہ در چہ نشست | سائیۂ ایں چہ بہ کشد ہر کہ ہست

علمِ جہانش ہمه طرف اللسان   ہیچ خطائیش نه اندر زبان

ور ذللے زاد بمعنی ازو   آن ز نویسنده بود نے ازو

بر ورقِ اہل ہنر کرده داغ   روز و شب از خوردنِ دودِ چراغ

در ہنر از بس که رواں کرد دست   دستگهی یافت بہر کس که ہست

راست بہر دستگهی ہمچو تیر   راستیِ او ہمه را دستگیر

گفت خبر بر ہمه از خیر و شر   نامه سیه کرد و لے باخبر

ہم زده در خشکی و تری قدم   ہم بسیاہی و سپیدی علم

در طلبِ صوف تراشیده سر   گرچه ہمه جعد کنندش زبر

راکع و ساجد شده در ہر مقام   در دلِ شب کرده بیک پا قیام

ہیچ بنوده بقیامش قعود   طرفه که در عین قیامش سجود

روزیِ او یک شبه با صد ہنر   گر ہمه سر زیر کند یا زبر

سر زده در رفته درونِ دوات   یافته در ظلمتش آبِ حیات

دودهٔ او قبلهٔ دانندگاں   خوانده شده بر ہمه خوانندگاں

آہوے مشکین و سرش باد و شاخ   وز دم او مشک بصحرا فراخ

تیرِ سپر وار از و در خراش   تیغِ گہربار از و در تراش

کرده سر اندر رہِ شمشیر صرف   بلکه ز شمشیر رسیده بحرف

آبِ سیه خورده چناں گشت مست   کش چو نگیرند بیفتد ز دست

ناے حریر آمده اندر نورد — طرفه حریرے که تواں جزو کرد

آمده اجزاش فراهم ز آب — لیک پراگندگیش هم ز آب

بسکه شد از کوبشِ بسیار پست — پشت دوتا گردش از یک شکست

گه بود از دستهٔ تیغش گزر — گه دهد از تیغ بمقراض سر

گه خلهٔ سوزنِ مسطر کشد — گه کششِ رشتهٔ دفتر کشد

گه هدفِ تیر شود از هوس — الغرض از دوستیِ کلک بس

گه کند اندر کلهِ شه نشست — تار رقمے یابد ازاں سر نبشت

برزده از روے سپیدی علم — لیک سیه روے شده از قلم

نامِ خدا یافته بروے گزر — زانش ببوسند و نهندش بسر

عاشقِ خطهاے تر آمد ز اصل — مے بریش گردن و در بند وصل

با خطِ عارض نگزارد وفا — گرچه کنی بند ز بندش جدا

هیچ گه از حرف نداند گزشت — حرف رواں زو نتواند گزشت

حرف بحرف از قلم آرد سخن — لیک به پیچد همه بر خویشتن

هرکه گهے قصه فرو خواندش — عاقبت الامر به پیچاندش

کارکشاے همه ز اسرارِ خویش — پیچشِ او از خود و از کارِ خویش

قدرِ گراں یافته لیکن سبک — واں سبکے هم ز مزاجِ تنک

ل ناے حریر طاقهٔ جامه یعنی تهان،

کرده درو خامهٔ مصری پناه | یوسفِ مصر آمده در قعرِ چاه

مکحلهٔ دیدهٔ روشن سواد | میل درو خامه و کحلش مداد

بسکه فزوں یافته زرقِ قلم | آبِ سیه رانده بفرقِ قلم

شستنِ او باهمه دانندگاں | رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

هرچه سوادِ ورقِ مشکلش | حل شده چوں آب درونِ دلش

در شکم از خشک و ترش مایه بیش | کرده قناعت به تر و خشکِ خویش

بلکه شکم کرده پر از بیش و کم | مانده دهاں باز برائے شکم

گه گهے از زحمتِ مشکی بناب | دافعِ مشکیش دو سه قطره آب

معتبرِ عالم و جاهل شده | گرچه درون تار و سیه دل شده

من چو ازیں حقه کشیدم قلم | برزدم از مشک بکاغذ علم

صفتِ کاغذِ سیمیں که پئے دودِ قلم
سیم سوزے شود و نقش برآرد بریاں

کاغذ شامی نسب و صبح دام | آنکه شد آرایشِ صبحش ز شام

ساده حریرے و لے اصلش ز خویش[1] | با قصب و خز شده پیوند خویش

---

[1] خویش در مصرعهٔ اول معنی کتان و در مصرعهٔ ثانی بمعنی قریب و رشته دار ۱۲

بر کردم چشم را کاں لالۂ رنگینِ من | بیشتر در روزِ باراں مے بساغر می کند

ما و تنہائی و روزِ ابر بارانی ز اشک | اے خوش آنکس کو خوشی باآں سبزی می کند

ابر بر من می بگرید کش حیاے ہست و برق | خندہ دزدیدہ بیں کز زیرِ چادر می کند

خلق گوید دردِ خود را گوے تا درماں کنند | من ہماں گویم و لے از من کہ باور می کند

شہسوارے ہر زماں کاندر دلم می بگذری | صد غبار از سینۂ خاکیم سر بر می کند

دیدہ کز خاکِ درت سرمہ کند دانی کہ چیست | از غبار انگیزیِ تو خاک بر سر می کند

چشمِ من ہر چند افزوں تر ہمی بارد سرشک | ایں غبارے را کہ من دارم فزوں تر می کند

وقتِ باراں خوش کہ میبارد گہے در وقتِ خویش | ماجراے چشمِ خسرو پیشِ دلبر می کند

ذکر باز آمدنِ شاہ بدولت گہ شہر

ہمچو برجیس بقوس و قمر اندر سرطاں

صبحِ دماں چو علمِ آفتاب | گرد بدروازۂ مشرق شتاب

خرگہِ مہ گشت نہاں در پرند | قبۂ خورشید بر آمد بلند

رخش طلب کرد شہِ کامگار | شد بگہِ چاشت بدولت سوار

گرد رواں کوکبۂ فتحیاب | سوے درِ دولت ازاں فتحباب

باد شد اندر سر زرینہ نائے | بادِ رواں گشت سمِ بادپاے

از روشِ پیل گراں تا گراں | سربسر اندامِ زمیں شد گراں

خامہ کہ صد نامہ بپاپے نبشت ‌ ‌ ‌ علم جہاں را ہمہ بروے نبشت

آنکہ مہیں مہرہ او باگہر ‌ ‌ ‌ وآنکہ کہیں سیخ پیش او بانشکر

آئینۂ دیدہ صورت گراں ‌ ‌ ‌ صورتِ ہر نقش کہ جوئی دراں

من چو بریں آئینۂ رونماے ‌ ‌ ‌ مورچہ ریختم آئینہ زاے

ہمّتِ مردانہ بہ بستم بکار ‌ ‌ ‌ ریختم از خامہ دُرِ شاہوار

باز نیاد قلم تا سہ ماہ ‌ ‌ ‌ روز و شب از نقش سفید و سیاہ

تا ز دلِ کم ہنر و طبع سست ‌ ‌ ‌ راست شد ایں چند خطِ نادرست

ساختہ گشت از روشِ خامۂ ‌ ‌ ‌ از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ

در رمضان شد بسعادت تمام ‌ ‌ ‌ یافت قراں نامۂ سعدین نام

آنچہ بتاریخ ز ہجرت گزشت ‌ ‌ ‌ بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت ۶۸۸

سالِ من امروز اگر بر رسی ‌ ‌ ‌ راست بگویم ہمہ شش بود و سی ۳۶

زیں نمط آراستہ بکرے چو ماہ ‌ ‌ ‌ باد قبولِ دلِ داناے شاہ

تا چو شود خاصِ خداوندِ خویش ‌ ‌ ‌ ایں غزلِ بندہ بخواند بہ پیش

غزل

باز ابر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند ‌ ‌ ‌ سبزہ را در ہر چمن بر آب دیگر می کند

گرد بر می آید از عالم کہ از امساکِ ابر ‌ ‌ ‌ گاہ بخشش عالمے را در زماں تر می کند

سر بہر باغی درون کردند مستان بہرِ عیش ‌ ‌ ‌ سروِ من تا در کدامی باغ سر بر می کند

صحنکِ زرّینِ سما شد سفال — گشت گِل آلوده چو چرخِ کلال

خنگِ سما روے بجولاں نهاد — گرد زمیں بر شد و میدانش داد

مقرعه بر بستهٔ هر چابکے — تازکناں بر سرِ هر تازکے

شانهٔ اسپاں که بهم سود روے — یافت بهم از سرِ هر شانه موے

کوکبهٔ چوں فلک آراسته — گردِ ظفر تا بفلک خاسته

شاه بدروازهٔ دولت شتافت — داد بدروازه کشادیکه یافت

توسنِ شه را ز نثار افگناں — گشت مکلّل بجواهر عناں

نعل که نشست بگوهر دروں — گوئی از آهن گهر آمد بروں

چتر که در چرخ شد از جاے خویش — چرخ رواں گشت سراپاے خویش

زاں عجبے کو ز برش می‌گذشت — از عجبِ خویش سرش می‌گشت

شد چو عروسے به بها و بهی — جلوه کناں پیشِ شکوهِ شهی

کوس خبر کرد بگوش از خروش — وز خبرش بےخبری یافت گوش

بانگِ دهل خاست کراں تا کراں — تعبیه شد کاسهٔ گردوں دراں

نغمهٔ مطرب ز گلوگاهِ ساز — گوشِ نیوشنده همی کرد باز

زهره دراں انجمنِ اختراں — رام شده از دمِ رامشگراں

ماه وشاں چرخ زن و پاے کوب — گشته بمو از رهِ شه خاکروب

شمع شکروش بزباں آوری — سوخته جانها بحرارت گری

بسکہ شد آوازِ جرس چند میل — ہر طرفے گشت گراں گوشِ پیل
بسکہ علم ہائے سیہ شد بماہ — ماہ نہاں گشت در ابرِ سیاہ
یافت از آں رایتِ شبرنگ داغ — شد پرِ طوطیِ فلک پرِّ زاغ
صفِّ سیاہ از علمِ سرخ و زرد — نسخۂ دیباچۂ نوروز کرد
از علمِ لعل کہ بر چرخ سود — طاسکِ خورشید پر از خوں نمود
نوکِ سناں کرد بہ بالا گزر — گشت کبوتر بہوا سیخ پر
در تہِ پرچم کہ سناں گشت گم — نیزہ شد از نوکِ سناں گاؤ دم
کرد سناں گاوِ فلک را زبوں — شد ز دمِ گاؤ ہوا گاؤ گوں
شہ بتہِ چترِ سیہ مے چمید — اوّلِ شب صبحِ دوم مید مید
بود دراں دائرۂ شام گوں — مردمِ دیدہ بسیاہی درول
تیغ بہ پیرامنِ چترش قطار — ابر یکے قطرۂ آبش ہزار
بود بیک جائے صفِ تیغ و تیر — ہمچو نیستاں بلبِ آبگیر
بانگِ رواروکہ برآمد بلند — غلغلہ در گنبدِ گردوں فگند
پرّہ زدہ تیغ زناں سربسر — پرّۂ شاں گشت کلیدِ ظفر
زاں ہمہ لشکر کہ زمیں می نوشت — گردۂ گلِ مرکب زیں پشت گشت
شد زمیں از لعل بنقش و نگار — چوں شکمِ ماہی و اندامِ مار
گرد کہ بر شد ز زمیں ہر زماں — کاسۂ گل شد طبقِ آسماں

ره ده اے دیده و خارِ مژه را یکسو کن — که خرامان و خوش آں سروِ رواں باز آمد
جاں که بگریختہ بود از غمِ ہجراں بعدم — خبر آمدنش آمد و آں باز آمد
جانِ من چشم ازاں گه که بروے تو فتاد — جز تو در ہر چه تواں دید ازاں باز آمد
ظن نبود ایں که ز خوباں دلِ من باز آید — تا ترا دید نگه کن که چساں باز آمد
باز ناید دلِ من گرچه بگویت صد بار — شادماں رفت و بفریاد و فغاں باز آمد
چوں بکوے تو روم خلق بر آرد فریاد — کانیک آں عاشقِ بیچارهٔ جاں باز آمد
ہر کسم گوید باز آئی از و تا برہی — گر دل این ست که دارم نتواں باز آمد
بندهٔ خسرو ز تو دیده بپوشید و برفت — چوں میسر نشدش دیده کناں باز آمد

سخن از ختمِ کتاب و بخطا خواہشِ عذر که بجویند خطا را بدرستی برہاں

من که دریں آئینهٔ پُر خیال — بکرِ سخن را بنمودم جمال
کس چه شناسد که چه خوں خورده ام — کیں گہر از حقّه بر آورده ام
ساخته ام ایں ہمه لعل و گہر — از خوئے پیشانی و خونِ جگر
تا نہم از فکرتِ پنہانیش — گه بجگر گاه به پیشانیش
ہر گہرے بیتے و کانے درو — ہر ورقے ملک جہانے درو
در تهٔ حرفش ہمه باریکی ست — آبِ خضر در دلِ تاریکی ست

ملک بپا کوفتن بو العجب — پا بزمیں شان نہ رسید از طرب

پیکرِ شاں طرّہ چو بالا فشاند — صورتِ قبہ بتحیر بماند

گرچہ کہ صورت نزند چشم لیک — چشم زد از دیدنِ روہاے نیک

شاہ نبظارۂ آں کارگاہ — نرم تریں راند فرس را براہ

نرم ہمی راند و عناں می کشید — تا بشرف خانۂ دولت رسید

از سم اسپش فلک آوازہ یافت — خانۂ دولت شرفِ تازہ یافت

رفت چو در بارگہ از بارگی — بندہ شدش بخت بیکبارگی

بسکہ فشاندند ز ہر سو نثار — فرشِ زمیں شد ز درِ شاہوار

خاک نہاں گشت بدر ثمیں — کس نتوانست کہ بوسد زمیں

بزم بیاراست شہِ بزم ساز — بست زمیں را بجواہر طراز

جشنِ فریدونؔ طرب گاہِ جم — تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم

از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج — خواستہ می داد و ہمی برد رنج

از شب تا روز سحر تا بشام — بزم نہ گشتش تہی از رود و جام

بادہ دہش بطرب دستگاہ — رود زنش زہرہ و ساقیش ماہ

مطرب او را بنواے سرود — ایں غزل از آبِ رواں تر برود

غزل

عمر نو گشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد — وز پیِ عمرِ من آں جانِ جہاں باز آمد

گشت ضرورت که کنونش بعقد — بستم و دادم بامینانِ نقد

تا چو دریں بنگری اے هوشمند — بیش و کمش باز شناسی که چند

بیرشِ ایں حرف کن از فکرِ تیز — خواں تو قرانِ نامۂ سعدین نیز

ور ز جمل باز کشائی شمار — نهصد[۴] و چار[۴] و چهل[۹] و سه[۳] هزار

خواهمش از خامه زبانِ گزیں — آنکه نه گردد ز رقمے کم ازیں

زانکه خراشیدۂ مردم بود — آه کسے کش خلفے کم بود

اینت مبارک خلفے نامه را — دوده ازیں به بنود خامه را

خامۂ من گرچه تراش افگن ست — زو چه گهرها که تراشِ من ست

زاغِ زبانی[۱] که بفرِّ هماے — کبکِ رواں را بزند زاغ پاے

هم ز نےِ خشک نباتم دهد — هم ز سوادِ آبِ حیاتم دهد

هر سخنے کز رقمش یافت داغ — طعمۂ طوطی ست بمنقارِ زاغ

زیں همه سودا که فرو ریختم — چیست ز معنی که نانگیختم

چند گهم بود بدل کیں خیال — تازه کنم هر صفتے را جمال

بود در اندیشۂ من چند گاه — کز دلِ دانندۂ حکمت پناه

چند صفت گویم و آبش دهم — مجمعِ اوصاف خطابش دهم

باز نمایم صفتِ هر چه هست — شرح دهم معرفتِ هر چه هست

---

[۱] زاغ زباں کنایۃ از قلم سیاهی زده ۱۲

حرف نشیں معنیِ خورشید تاب | رہت چو اندر دلِ شب ماہتاب

سیپّرہ را مہرِ منور مدام | مورچہ را ملکِ سلیماں بکام

گنجِ گہر در شبہ داشتہ | شب زکواکب علم افراختہ

ہر حبشی پیکرے رومی جمال | رومِ سخن را ز حبش داخال

ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز | ہمچو بلالے ست ببانگِ نماز

ہر رقمِ نعت رموزش عجیب | چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب

نقطۂ ہر حرف بزیبِ تریں | مردمکِ چشمِ معانی یقیں

ذوقِ خیالات زمستی پُر | داروے جرّاح[1] و دمِ بخیہ بُر

ہر غزلے دشنۂ[2] عشاق کش | پیش کہ بکشد ز دروں پردہ کش

اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع | بلکہ گزشتہ ز سمٰوات سبع

دید چو ایں مثنویِ بیش را | تیرِ قلم کرد سرِ خویش را

ہر یک از یں بیت کہ جنت وش ست | شد خوشیِ دل کہ چو جنت خوش ست

چوں سرِ خامہ بسرش خم کنند | حیف بود زو کہ یکے کم کنند

من چو نگردم عددش از نخست | کم شد و سرمایہ نماندش درست

---

[1] یعنی ذوقِ خیالات من از مستی بسیار مانند داروے بیہوشی جرّاح ست کہ بوقت دوختن زخم بمریض دہد و افسونِ طرّاران ست کہ بوقت بریدن جیب دمند ۱۲

[2] یعنی ہر غزلِ من دشنۂ عشاق کش ست و بروے آنکس کہ پردہ از دل بردارد یعنی ہوشیار و صاحبِ بینش باشد ۱۲ اش

نزپئے آں شد قلم سحر سنج	کز پئے ایں مار نشینم بہ گنج
منکہ نہادم زسخن گنجِ پاک	گنجِ زر اندر نظرم چیست خاک
گرد ہدم تاجورِ سر بلند	دُر نتواں بازبہ دریا فگند
ور ندہد زانِ خودم رائگاں	رنجہ نگردم چو تہی مائگاں
یک جو ازیں فن چو بداماں نہم	وہ کنم آں را و بصد تن دہم
شیرم و رنج از پئے یاراں برم	نے چو سگِ خانہ کہ تنہا خورم
ہرچہ کہ پنہاں کنی از محرماں	سنگ ہماں باشد و گوہر ہماں
مار کہ گنجش بود اندر مغاک	حاصلِ او چیست از آں گنج خاک
زیں ہمہ شربت نہ بداں کردہ ام	کآب ز دریاے کرم خوردہ ام
ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر	کس نہ فشاند بد و صد بدرہ زر
ور دہدم گنج فریدون و جم	ہدیہ یک حرف بود بلکہ کم
کامم ازیں نامۂ عنواں کشاے	نامِ بلندست کہ ماند بجاے
کانچہ درین ست چو بیند کسے	یاد کند از منِ مسکیں بسے
ہر صفتے را کہ بر انگیختم	شعبدۂ تازہ در آویختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس	در نزدم دست بحلواے کس
گرچہ ز درِ چیدہ بسے دیدہ ام	مہرہ نچیں کز گہرے چیدہ ام

لہ یعنی ایں کار (شاعری) از براے طمع نہ کردہ ام کہ مثل مار بر گنج نشینم ۱۲

بفگنم از جیب گہرہا بہ پیش | تاجِ خودش سازم و دامانِ خویش

طرزِ سخن را روشِ نو دہم | سکۂ این ملک بخسرو دہم

نو کنم اندازۂ رسمِ کہن | پس روی پیشِ روانِ سخن

ور نگرم تا چہ دُر افشاندہ ام | تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام

آنکہ نہ بینم بہ ہنر بیشتر | کوششِ آں راہ کنم بیشتر

انچہ ہنر ہست بگیرم نکو | وانچہ جز این ست نگیرم ازو

کحلِ بصر نو کشم از ہر مداد | نورِ بصر نو کنم از ہر سواد

اوّل ازانجا کہ برانگیزمش | برکشم آنگاہ فرو ریزمش

سکۂ خود زین منِ اندیشہ زاے | تا نہ نشانم نہ نشینم ز پاے

انچہ ز سر جوشِ دلِ نقشبند | معنیِ نو بود خیالِ بلند

موے بمویش بہ ہنر بیختم | پختہ و سنجیدہ درو ریختم

وصفۂ زاں گونہ شد از دل بروں | کاں دگرے را بدل آید کہ چوں

زین پس اگر عمر بود چند گاہ | کم ہوس آید بہ سفید و سیاہ

رنگِ زیادت ندہم خامہ را | سادہ ترین نقش کنم نامہ را

کانچہ ہمی شد بدلم خار خار | یافت دریں گلشنِ رنگین نگار

گرچہ شہ از بہرِ چنیں نامۂ | داد مرا گرمیِ ہنگامۂ

کرد نکوئی کہ نکوئی کنند | بر چو منی انچہ تو گوئی کنند

کے شود ایں مایہ از آنِ کسے | گنج نہ گنجد بدہانِ کسے
درخورِ ہر لب نبود ایں زلال | کیست کہ اینجا برساند خیال
جلوہ گرِ من کہ رخ آراستہ ست | جلوہ کناں پیش تو برخاستہ ست
در نگر از مقنعہ تا دامنش | عاریتے نیست بہ پیراہنش
زیورِ نو کردہ نگارِ چنیں | نغز بود دیدنِ یارِ چنیں
لیک بہ نظارہ گہِ زلف و خال | ہدیۂ او شرط بود در جمال
پیشِ نکو نیک مگو بد زپس | ہدیۂ ایں روے ہمین ست و بس
ورچہ ترا گفتنِ بد فن بود | آں بدِ تو نیکوئی من بود
آنکہ بہ نقصانِ خیالِ من اند | جملہ گواہانِ کمالِ من اند
بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس | بے ہنراں را نہ کند یاد کس
در سخن افتد ہمہ را پیچ پیچ | چوں سخنے نیست چہ گویند ہیچ
چوں سے عملے لازم صورت بود | نیک و بدِ خلق ضرورت بود
آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش | زخم زناں بر وے از اندازہ بیش
ہر گل و خارے کہ رسد زیں خراب | نے خوش ازاں گردم و نے رنجہ زاب
ہر چہ ستایش کندم مردِ ہوش | گرچہ بود راست نیارم بگوش
زانکہ ہمہ زیں فن بغرور افتم | ترسم ازیں مرتبہ دور افتم
چرب زبانی نہ بود سودمند | طفل بود کش بفریبی بقند

نیست نرگس لولوے لالاے من — ژرف بہ بیں در تہِ دریاے من

نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست — زانِ کسے نیست از آنِ من ست

دزد نہ ام خانہ بُرِ دیگرے — خانہ کشادہ ز درِ دیگرے

مایۂ ہر دزد کہ در عالم ست — گرچہ فزون ست بقیمت کم ست

ہرچہ کہ از دل درِ مکنوں کشم — زہرۂ آں نیست کہ بیروں کشم

زانکہ نگہ می کنم از ہر کراں — ایمنیم نیست ز غارتگراں

قلب زنے چند بہر گوشہ ہست — کز زرِ من پارہ دہندم بدست

نقب زدہ گنجِ نہانِ مرا — مرغ شدہ ریزۂ خوانِ مرا

دزدِ متاعِ من و با من بجوش — شاں بزباں آوری و من خموش

خانۂ فکرم ہمہ روزن کنند — جستنِ احسنت ہم از من کنند

نقدِ مرا پیشِ من آرند راست — من کنم احسنت کز آنِ شماست

شرم ندارند و بخوانند گرم — با من و من ہیچ نگویم ز شرم

طرفہ کہ شاں دزدِ من از شرم پاک — صاحبِ کالا من و من شرمناک

باز کشایند خیالے کہ ہست — درچہ کشایند ندانند بست

پرفنِ شاں گرچہ روائی دہد — سستی ہر بیت گوائی دہد

آنکہ دریں گنجِ نہاں جوہری ست — باز شناسد کہ گہر زانِ کیست

دُر کہ فتد زافسرِ شاہِ جہاں — سفلہ اگر یافت نماند نہاں

من بدِ کس ناورم اندر زباں ‏ وانچہ بود درست ندارم نہاں

چونکہ جہاں پُر ز خسیس ست و خس ‏ روے نمی تابدم از ہیچکس

گرمیِ دل نیست چو حاصل مرا ‏ سرد شد از آبِ سخن دل مرا

تلک ازیں شیوه بہ تنگی شوم ‏ بے غرض آماجِ خدنگی شوم

نامِ گداۓ کنم اسکندرے ‏ خلعتِ عیسیٰ فگنم بر خرے

محتشمانند دریں روزگار ‏ مس بزر اندوده ناقص عیار

کوردل از دولتِ کوتہ نظر ‏ دولتِ شاں از دلِ شاں کورتر

گوش گرانی ہمہ ناموس جوے ‏ سفلہ وش و دوں صفت و تنگخوے

لازمِ شاں گشت ز نقصانِ ہوش ‏ کوتہیِ[۱] چشم و درازیِ گوش

حاتم و رستم شده در جاے لاف ‏ چوں زنِ حائض کہ بود در مصاف

بے کرمے نام فروشی کنند ‏ بے گہرے مرتبہ کوشی کنند

خورده بدرویش نیارند پیش ‏ پیش[۲] رسانند بدانجا کہ بیش

شاخ[۳] گلے تحفہ مرا ور اکنند ‏ کز پئے باغیش تقاضا کنند

گر مگسے باشد و شاں خواں نشیں ‏ سرکہ دہند و طلبند انگبیں

---

۱ یعنی ہرچہ کسے گوید مے شنوند و از کوتاه چشمیِ خود امتیازِ حق و باطل ندارند ۱۲

۲ یعنی مسرف حق بحقدار نمی رسانند و بغیر مستحقاں مے دہند ۱۲

۳ یعنی شاخ گل پیش کسے تحفہ برند و بعوض آں باغ خواہند ۱۲

آنکه شناسندهٔ این گوهر ست — گر همه نفرین کندم در خور ست

وآنکه به تقلید نشست اندرین — نشنوم ار خود کندم آفرین

مردمِ دانا که بود نیک خوے — نیک شنو گفتِ بد از وے مجوے

وآنکه به بد گفت گرفت ست خو — نیک نگوید که نیاید ازو

بد نتوان گفت نکو را چو نیست — یا بد و یا نیک برون از دو نیست

هست اگر سکّهٔ نیکوئیش — نیک نگویند چو بد گوئیش

ور ز بدی خال بود بر خدش — خود نتواند که بپوشد بدش

گیر که پوشی همه عیبش به زور — چند توان داشت نهان چشمِ کور

باز کسے را که حسد ره زند — زخمه درین ره نه یکے ده زند

گر بمثل صد هنر آرم ز غیب — هیچ نگاہے نکند جز به عیب

از هنرِ خود همه کس دم زند — آنکه کم ست او همه را کم زند

جوهرِ هر مرد که در عالم ست — کم زنِ او از زنِ[۱] حائض کم ست

کم نه زند مرد کسے را ولیک — بد همه جا بد بود و نیک نیک

صد سخنِ راست نه گیرد به هیچ — یک رقم کژ کند انگشت پیچ

گر به ازین نیست گهر سفتنش — عیب بود عیبِ کسان گفتنش

ور کم ازین مایه رسیدش ز غیب — طفلِ رهِ ماست ز طفلان چه عیب

---

[۱] زن حائض چنیں خود را می پوشد ۱۲

پشت بخویم نہ بیناے نرگس | چوں بخداوند کنم روے و بس
تا بطمع بر درِ ہر کم زنے | ننگِ خسیساں نہ کشد چوں منے
خسروِ من بگزر ازیں گفتگوے | نیکی خویش و بد غیرے مگوے
چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست | از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست
چشم بخود باز مکن چوں خساں | بیں سوے خود لیک بچشمِ کساں
چیست نظر سوے خود انداختن | صورتِ خود قبلۂ خود ساختن
زیں دو سہ اوراقِ مزخرف نورد | چند تواں نازشِ بیہودہ کرد
تا کے ازیں مایۂ بے پایگاں | بانگ برآری چو فرومایگاں
چوں جرست چند فغانِ تہی | خشک زبانی و میانِ تہی
کام جلاجل[1] کہ بداں تنگی ست | بانگِ نفیرش ز سبک سنگی ست
زورِ جوانی برہ آورد باے | وز تو نرفت ایں فنِ اندیشہ زاے
نامۂ ہستی بسوادے گزشت | عمر بہ بیہودنِ بادے گزشت
شد ہمہ عمرت بشمارِ چنیں | وہ کہ چنیں عمرے و کارِ چنیں
ہرچہ دریں تختہ قلم نقش بست | زاں ہمہ جز باد نیامد بدست
سوخت دلم زیں رقمِ دودِ دام[2] | پختہ شدی در پے[3] سوداے خام

۱؎ مراد از جلاجل زنگولہ ہاست کہ در گردن چوپایاں اندازند؛ دہنِ شاں تنگ باشد ۱۲

۲؎ دودہ دام سیہ فام ۱۲ ۳؎ پختہ شدی لے پیر شدی ۱۲

بیش ستانند و دهند اندکے — تا نہی دہ۔ ندہندت سے یکے
گر بر سانند مثل برگدائے — یک درمے دہ طلبند از خدائے

صفتِ خاتمہ و قطعِ تعلق کردن
از پے اخترہ صحبتِ اربابِ جہاں

بردِ ز سرمایۂ خود مُد خلے — بدرۂ دینار بصاحبد لے
گفت کہ بپذیر و عطائے بکن — تا شوم بیش دعائے بکن
پیر بگفتش کہ چو بیشت ہواست — آنچہ کہ کم میکنی از خود خطاست
گفت بدو منعم سود آزمائے — کآنچہ دہم سود بجویم بجائے
مردِ پذیرندہ بجواب و خورد — ق — بدرہ بدو داد کہ اے نیک مرد
باز پذیر ایں زچو من مفلسے — زانکہ تو مفلس تری از من بسے
چوں ہمہ میل تو بہ بیشی درست — ایں کم تو ہم بتو اولیٰ ترست
آنکہ ندارد صفتِ مردمی — نیست برِ آدمیاں آدمی
خاصہ کسانیکہ بہمت کم اند — ظن نبرم کز نسبِ آدمند
ایں سخنِ چند کہ بخواست ست — شاعری نیست ہمہ راست ست
گرچہ چنیں راست نباید نہفت — راست بسے ہست کہ نتوانش گفت
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ — ق — جز بخدا یا بدرِ بادشاہ
ہر چہ بگفتم زکسم باک نیست — زہر نخوردم غم تریاک نیست
نیتِ آں دارم ازیں بیچ راز — کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

۱؎ ہوا بمعنی خواہش۔ مراد ہماں بدرۂ دینار ۱۲

چون نگری حاصلِ چندیں گزند　　　بیہدہ باشد و نا سودمند

ایں قدر اندیشۂ خاطر زدلے　　ق　گر شودت صرف بیادِ خدائے

گرچہ نہ در عالمِ رازت برد　　　بارے ازیں بیہدہ بازت خرد

جان و دل غائب تو از حضور　　　دور نباشد کہ نباشند دور

کیست کہ آنجا شد و کارے نیافت　　　کیست کہ آں در زد و بارے نیافت

صدق دریں مرحلہ یارِ قوی ست　　　مگذر ازیں کار کہ کارِ قوی ست

ہست چو در سکۂ پیرایت روے　　　ترکِ ہوسہاے جواناں بگوے

شعر چو باد ست نہ بادِ بہار　　　بادِ خزانے کہ برآرد غبار

کم کن ازاں باد کہ گرد آورد　　　و آخر کارت دمِ سرد آورد

پیشۂ خموشی کن و دمساز شو　　　بلبلِ باغ آمدہ بازِ[۱] شو

ور ہوسِ مثنویت در دل ست　　　حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست

در روشے کز تو نیاید مرو　　　گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر　　　وز دُرِ او سر بسر آفاق پُر

پس چو تو کم مایۂ بسیار لاف　　　دُر شمری مہرۂ خویش از گزاف

چیست دراں کم کہ بجوئیش باز　　　تا چہ نہ گفت ست کہ گوئیش باز

پختہ ازو شد چو معانی تمام　　　خام بود پختنِ سودائے خام

---

[۱] باز بمعنی شہباز کہ خاموش می باشد ۱۲

سر برہی باز نبردی دریغ — راہ بجائے نہ سپردی دریغ

زانچہ بگفتی بخطا و صواب — چون تت بپرسند چہ گوئی جواب

از پئے نامے کہ مبادش اُمید — نامہ سیہ کردی و دیدہ سفید

گرچہ شد آوازہ بچرخ کبود — چون تو شدی نام بلندت چہ سود

صورِ قیامت کہ برآید بلند — نامِ بلندت نہ بود سودمند

این رقم امروز کہ سودائے تست — سلسلۂ گردنِ فردائے تست

چند پوئی در پئے این ترہات — چند بغفلت گزرانی حیات

گیرکہ نظمت سخن از دُر کند — پس بدروغے چہ تفاخُر کند

یک ہُنر اندر دلت آرد فروغ — راست بگویم کہ نگوئی دروغ

حاصلِ تزویر کم و کاستیست — رستنِ مرد از سبب راستیست

راستی آور کہ دروغت بسے ست — ہر کہ چنین ست چگوئی کسے ست

تا بود اندر فنِ شعرت ہوس — جز بدروغت نبرد نام کس

پائے ازین دائرہ یک سوے نہ — پشت بدو کن بخدا روے نہ

ہیچ خبر داری از اندیشہ ات — کآوردت باز بہر پیشہ ات

ہیچ نگوئی بکس از ہمرہاں — ہیچ نگنجد بدلت جز ہماں

از ہمہ جا دل بگراں داشتہ — ہمتِ دل جملہ برآں داشتہ

بس کہ دلت گرد از اندیشہ خول — تا سخنے را ز دل آری برون

در هوست می نه گزارد عنان ق می کشدت دل به خیال جهان

کوشش آن کن که درین راه تنگ زان گل تر بوی دهندت نه رنگ

از پی بخشش بخدا آرزوے لیک عنایت ز بزرگان بجوے

رنج بنه بر دل گویاے خویش لیک مدد جوی ز گویاے خویش

سوز سخن را نه بجامی طلب پختگیش هم ز نظامی طلب

سوز تکلف خس و خاکستر ست چاشنی سوختگان دیگر ست

لیک اگر پند من آری بگوش مصلحت آنست که باشی خموش

چل شد و در پنجهت آمد نشست پیش مبین پیش که افتی بشست

نوبت توبه ست گرانی مکن روے به پیری ست جوانی مکن

در غزلت یاد جوانی دهد ق وز خوشی طبع نشانی دهد

تن زن از آن هم که کسان گفته اند هر چه تو گوئی به از آن گفته اند

نوبت سعدی که مبادا کهن شرم نداری که بگوئی سخن

ترک هوس گیر و رهے پیش گیر ره بسوے مصلحت خویش گیر

آن کن و آن ساز کزین کوچگاه چون بروی توشه بجوئی براه

تا که بعزلت[1] نه نشانند خیز پیشتر از مرگ بعزلت گریز

چند کنی خواب درین رهگذر خوابگهت هست بجاے دگر

---

[1] عزلت اول قبر و عزلت دوم گوشه نشینی و ترک دنیا ۱۲

زیں دو خیالی کہ ترا گژمژ[1] ست — جستنِ آں مایہ خیالِ گژ ست

بگزر ازیں خانہ کہ جاے تو نیست — ویں رہِ باریک بپاے تو نیست

کالبدے داری و جاں اندروست — ہرچہ تو دانی بہ ازاں اندروست

تا بود ایں سکہ[2] بعالم درست — بر تنِ تو کے بود ایں شقہ چست

بہ کہ دریں جنبشِ طبع آزماے — سر بنہی اول و انگاہ پاے

گفتۂ او را شنو و گوش باش — گفتِ مرا بشنو و خاموش باش

سحروراںے کہ درود دیدہ اند — خامشیِ خویش پسندیدہ اند

مثنوی او رہمت ثناۓ بگوے — بشنوش از دور و دعاۓ بگوے

ایں ہمہ زانصاف نگر زور نیست — گر تو نہ بینی دگرے کور نیست

گر نہ بدی ایں نمطِ جاں نواز — بوکہ دلم را بتو بودی نیاز

لیک چو سرہا ہمہ زاں بو خوش ست — عودِ[3] تو آں جا علفِ آتش ست

تا بود آوازۂ قمری بباغ — کس ندہد گوش بآوازِ زاغ

آنکہ چشیدہ ست مۓ خوشگوار — دُرد کشد دردِ سر آرد خمار

---

[1] گژمژ اے کج مج یعنی بیہودہ ۱۲

[2] ایں سکہ اے مثنوی نظامی ۱۲

[3] حضرت امیر خسرو دریں اشعار فروتنی مے کنند کہ در مقابلۂ مثنوی نظامی مثنوی تو چہ چیز ست ۱۲

هرچه رسد بیش خورد کم مخور / ور نرسد هم برسد غم مخور

وانچه به قسمت به ازل زان تست / رنجه مکن دل که بدامان تست

وانچه قضا نیست بدان یافتن / گرچه بجوئی نتوان یافتن

ورچه بگردی همه بالا و پست / روزی از آن بیش نیابی که هست

هرچه بجوئی و نیابی مرنج / زانکه بخواهش نتوان یافت گنج

چند چو موران سراسیمه گرد / کم خوری و بیش نهی بهر خورد

عاقبت آن مور بهر خانه / جان دهد اندر طلب دانه

گرچه که زر جان است مجویش بسی / ور همه عمر است مخواه از کسی

جو بهر چیز که زیبنده تر / نیست ز زر هیچ فریبنده تر

جان که همه در پی این خاک رفت / پاکی آن کس که ازین پاک رفت

طفل شود فتنه برین خاک زرد / مردی آن کس که غرورش نخورد

این گل رنگین که فریب دل است / هرکه فریبش نخورد عاقل است

عقل کسی رست که گردش نگشت / آخر از آن گونه که آمد گذشت

تا عدسی میرسدت زین خراس / دل مفگن از پی گندم در آس

قرص جو آن کس که بدندان گند / مرد نه آن کز پی زر جان کند

آنکه شکیبش بقناعت درست / قرص جو از قرص زرش بهتر است

کان بغذا لذت کامش دهد / وین بطمع خست نامش دهد

یک نفسے زیر زمیں دار ہوش | بنگرو پوشیدۂ برخود مپوش

مرحمتے نیست جہاں راچناں | کامدہ راتافت زرفتن عناں

ناگہ ازیں خانہ سفر کردنی ست | شربتے از جام اجل خوردنی ست

گرچہ کسے زندہ نماند بسے | زندۂ جاوید بماند کسے

خاک بسے خوردتنِ پاک را | سیر نگردست کسے خاک را

جاں نشتابد دل اسیرِ ہوس | غفلت ازیں بیش نکردست[۱] کس

عمر چنیں آدمیِ بے خبر | باد بسر کردہ کہ خاکش بسر

ایں ہمہ بیداریِ ما خفتن ست | کامدنِ ما زپئے رفتن ست

رفتنیانیم ازیں راہِ دور | در چہِ ظلمت نہ بصحراے نور

گنبدِ گردندہ وفا کے کند | واے بر وکیں طمع از وے کند

زیں گزر راہ رواں برگزر | چوں گزرندہ است رواں[جان ۱۲] برگزر

ایں طبقِ گل کہ وفا زو کم ست | کاسہ خوانش زسرِ مردم ست

بے نمک ست ایں فلکِ کاسہ وش | از نمکِ او چہ کنی کام خوش

ناں دہدت لیک بخونِ جگر | تو ہم از و ترکن وانگہ بخور

گر بودت خوش خور و بدخو مباش | ور نبود رنجہ مشو گو مباش

تنگ مباش از پئے عیشِ فراخ | کاں بُری از باغ کہ فیروز شاخ

۱؎ اے غرور در سر پیدا نمودہ۔ خاک بسرش باد ۱۲

گوشہ نشیں تا بخیالت بوند — ہر ہمہ محتاجِ جمالت بوند
راہ طلب در روشِ بیگماں — تا رہی از کُن مکُن مردماں
بوم بویرانہ ازاں شد ز باغ — تا نہ کشد رنجِ لگدکوبِ زاغ
دُر کہ نہاں در صدفِ آبی ست — بیش بہا از پئے کم یابی ست
گل کہ بقدرش ہمہ عالم بہاست — در ہمہ جا رو ید ازاں کم بہاست
چند چو بیچارہ تو بر ہر کسے — زود کُنی روے ز بہرِ خسے
بازِ سفیدی بہوا کن شکار — زاغ نہ جیفہ بکرگس گزار
چوں ببریدی طمع از ناکساں — صرف مکن گوہرِ خود با خساں
مردمی نیست چو در چشمِ کس — چشم نگہدار ز آسیبِ خس
گل بچراگاہِ ستوراں مبر — آئینہ در مجلسِ کوراں مبر
لیک ازاں جا کہ طمع خو گرِ ست — ملکِ قناعت نہ بباز و لے ست
از تنِ گازرنتواں شست داغ — پر ز حواصل نشود پر زاغ
بیہدہ با تو جدلے می کنم — در نہ کشائی تو و لے می زنم
ہرچہ دمیدم بتو دودے نداشت — پند بسے دادم و سودے نداشت
چوں تو چنیں غافلے از کارِ خویش — من بروم بر سرِ گفتارِ خویش
ایں سخنِ چند کہ از بہرِ سمع — ق — طبعِ پراگندہ من کرد جمع
فکر بسے داد جگر کاہیم — عمر بسے رفت بہ گمراہیم

مردِ ره از خود خورشش و جو است | گر زرش از ره نبرد رهرو است

مور که بر سقف دود بی‌قیاس | پاش بلغزد چو در افتد بطاس

مال چه جوئی حشمتے نیستش | بهره فزوں از شکمے نیستش

ترکِ طمع گیر ز خود شرم دار | تا نه شوی چوں خجلاں شرمسار

دست مکن کفچه که روزی رسا است | روزی از و خواه که روزی ده است

گرسنه زآنی که درین تنگناے | ناں ز ملک مے طلبی نه از خداے

گر بودت صدق که روزی ده او است | منتِ دشمن نه کشی پیشِ دوست

غره به نزدیکیِ سلطاں مشو | بلبلِ باغی مگسِ خواں مشو

هست وے از خرمنِ هستی خسے | تا تو چه باشی که کمی زو بسے

گرچه پرد بلبلِ بستاں بلند | بازیِ طفلاں شود از بهرِ قند

چند کشی پیشِ ملک دست بیش | تا ت زکوٰتے دهد از ملکِ خویش

گریه کنی هرچه بضاعت کنی | ملکِ تو داری چو قناعت کنی

تشنه بمیر آب ز دوناں مخواه | خوں خور و از خواجه نشاں ناں مخواه

دل بقناعت نه و خورسند باش | مملکت این است خداوند باش

خور کن و آشام بخونابِ خویش | از پئے نانے چه بری آبِ خویش

دل ز وفا جوئی دوناں بکش | خور ز علف گاهِ خر و ناں بکش

اهل مجو گردِ جہاں زانکه نیست | ترکِ جہاں گیر و جہاں داں که نیست

چون ز تو شد این ہمہ ناچیز چیز　　ہم تو کنی در دلِ خلقے عزیز
عیب شناساں بہ کمینِ من اند　　بے ہنراں جملہ بہ کینِ من اند
تو بکرم عیبِ منِ عیب کوش　　در نظرِ عیب شناساں بپوش
سرمۂ انصاف بہر چشم سائے　　بکرِ من آنگاہ برایشاں نمائے
داغِ قبولی بکش اندر سرش　　تا نکند با دِ خزاں ابترش
بو کہ برآرد بہ چنیں نامہ نام　　بر درِ شہ خدمتِ من والسّلام
در نظرِ شاہ مباد الحسن　　ایں غزلم ختم برین شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد　　پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد
ایں خط پر ز مہر بدلبر کسے می برد　　ویں درد سر بمہر بدرماں کسے می برد
ایں نامہ نیست پیرہنِ عذرینِ ماست　　پر خون ز دستِ ہجر بجاناں کہ می برد
مائیم و شرطِ بندگیش باہزار شوق　　ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کسے می برد
زیں تن رمیدہ چوں دل و جانِ من از فراق　　کشتہ شدیم۔ قصہ بسلطاں کہ می برد
گفتم بیا بگفت کہ دیوانہ گشتہ　　اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می برد
جاناں مرا بہ ہجرِ تو ہر موے نے کہ ہست　　غم می برد ولے غمِ ہجراں کہ می برد

بو که بهر گرمیِ هنگامهٔ — یاد کنندم ز چنیں نامهٔ
هر که بسے هست شکر نیستش — جز صفتِ چیز دگر نیستش
چوں سخن از لطف نشانے نداشت — کالبدش صورتِ جانے نداشت
وصف براں گونه فرو رانده ام — کز غرضِ قصه فرو مانده ام
خالِ تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید مگر اندر خیال
دیو بود یافته ره در بهشت — بستنِ پیرایه بخاتونِ زشت
عیب چناں نیست که بنهفته ام — کانچه بگویند همه گفته ام
چوں منم اندر قلبِ کانِ خویش — ق — معترفِ عجز به نقصانِ خویش
هست امیدم که سخن پروراں — چوں نگرند از رهِ بینش دراں
عیب یکے نیست که جویند باز — چوں همه عیب ست چه گویند باز
خرده نه گیرند۔ بزرگی کنند — دنبه چناں نیست که گرگی کنند
بارِ خدایا منِ غافل به راز — ق — ایں ورقِ ساده که بستم طراز
گرچه که امروز جمالِ من ست — عاقبت الامر وبالِ من ست
هرچه درو شد رقم از خوب و زشت — ایں همه تقدیرِ تو بر من نوشت
عفو کن آں را که رضاے تو نیست — توبه ده از هرچه براے تو نیست
چوں کرمت هست۔ ز جرمم چه باک — تیره نه شد بحر بیک مشتِ خاک
گهر که سفتم ز درِ ناسفتنی — یا سخنے بود که ناگفتنی

گفتی نگاہدار بفرمانِ خویش دل ‎ ‎ ‎ ‎ دارم ولے بگوے کہ فرمان کہ می برد

دردا کہ دل ز حسرتِ و بیچارہ می رود ‎ ‎ ‎ ‎ و آگاہ نے ز بردنِ دل آں کہ می برد

شد سخن ختم قبولے کہ خدایش دادہ است

تا ابد باقی باد او مبادش پایاں

تمت